بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہم القرآن

جلد دوم

فہم القرآن

جلد دوم

فہم القرآن کا مقصد

تمہارے رَبّ کریم کی بات سچائی اور عدل کے اعتبار سے کامل ہوتی ہے اور اسکی باتیں یعنی اصول اور قوانین بدلا نہیں کرتے اور وہ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے۔

[سورہ انعام ٦، آیت ١١٥]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے روز آدمی کے قدم آگے نہیں بڑھیں گے جب تک کہ اس سے پانچ باتوں کا سوال نہ کرلیا جائے۔

١) عمر کن اعمال میں ختم کی؟ (اچھے یا بُرے کاموں میں)

٢) جوانی کن اعمال میں صرف کی؟ (اچھے یا بُرے اعمال میں)

٣) مال کہاں سے کمایا؟ (حلال طریقے سے یا حرام سے)

٤) اور مال کہاں خرچ کیا؟ (اسراف سے یا کنجوسی سے، حلال جگہ پر یا حرام جگہ پر)

٥) جو علم تمہیں دیا گیا، اس پر کہاں تک عمل کیا؟''

(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ٤٩٦٨)

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ''عمل کے بغیر علم کچھ کام نہ آئیگا اسی طرح علم کے بغیر عمل بھی نافع نہیں ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اَلْمُتَعَبِّدُ بِلَا فِقْهٍ كَالْحِمَارِ فِي الطَّاحُوْنِ'' یعنی ''بے سمجھے (بغیر علم کے) عبادت کرنے والا آدمی خراس کے گدھے (یعنی کولہو کے بیل) کی مانند ہے''۔ (کشف المحجوب از علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

[الاحزاب ۳۳، آیت ۵۶]

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر رحمت بھیجتا ہے
(اور اسکے) فرشتے اللہ تعالیٰ سے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کیلئے
رحمت کی دُعا مانگتے رہتے ہیں
اے ایمان والو! تم بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر
رحمت بھیجنے کی درخواست کرتے رہا کرو اور سلامتی کی بھی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(العنکبوت ۲۹، آیت ۶۹)

جو لوگ ہمارے راستے میں سخت محنت و مشقت کرتے ہیں
ہم ان کیلئے ہدایت کے راستے کھول دیتے ہیں
اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ اچھے کام (نیک کام) کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے

فہم القرآن

جلد دوم

پارہ ۷ — پارہ ۱۲

مولفین

- حافظ محمد ناصر رشید
- ڈاکٹر عبدالحمید سلیمان

جملہ حقوق بحق مصنفین محفوظ ھیں

بارِاوّل 1000

تاریخ طباعت ..... اگست 2017ء

ناشر .....

مطبع ..... ایڈمن سٹوڈیو، ڈیزائنز اینڈ پرنٹر

10-B شمع پلازہ، 72-فیروز پور روڈ، لاہور

کمپوزنگ وڈیزائننگ.....حافظ محمد ناصر رشید

ملنے کا پتہ

ہاؤس نمبر 15-A، سٹریٹ نمبر 15، کیولری گراؤنڈ، لاہور کینٹ

042-36662099-0300-9422295

فہرست

دیباچہ	.....	1
المائدۃ	.....	9
الانعام	.....	33
الاعراف	.....	127
الانفال	.....	241
التوبہ	.....	285
یونس	.....	361
ھود	.....	419
یوسف	.....	477

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

''تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن حکیم سیکھے اور سکھائے''۔

(تفہیم البخاری، جلد ہفتم، حدیث ۴۷۰۵)

دیباچہ.....1

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ''**اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا** ''۔(محمد ۴۷، آیت ۲۴) ترجمہ ''یہ قرآن کریم میں غور کیوں نہیں کرتے۔ کیا اُن کے دِلوں پر قفل (یعنی تالے) لگے ہوئے ہیں''۔

قرآن کریم میں غور وفکر کرنے کیلئے ہمیں ضرورت ہے

۱) عربی زبان پر پوری دسترس رَکھنے کی۔

۲) احادیث شریف پر ایک وسیع ذخیرہ انسان کے ذہن میں ہو۔

۳) اپنی معاشرے اور ماحول میں جس میں انسان، حیوانات، نباتات، زمین اور آسمان، چاند، سورج اور ستارے شامل ہیں، غور سے دیکھنے اور سننے کی عادت ہو اور جو کچھ دیکھا اور سنا ہے، اسکا تجزیہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ (دیکھیں سورۃ الغاشیہ ۸۸، آیات ۱۷-۲۰)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص حصولِ علم کیلئے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اسکے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۹۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! سب سے بڑا سخی کون ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سب سے بڑا سخی اللہ رَبّ العالمین ہے اور بنی آدم میں سب سے بڑا سخی میں ہوں اور میرے بعد وہ سب سے بڑا سخی ہے جو علم حاصل کر کے اسکی اشاعت کرے''۔ ([بیہقی/شعب الایمان] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان

پرفرض ہے''۔(مشکوٰۃ شریف،جلداوّل،حدیث۲۰۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''جوشخص اسلئے علم حاصل کرتا ہے کہ اسکی وجہ سے علماء پرفخر کرے یا اَن پڑھوں سے جھگڑا کرے یا یہ نیت کرے کہ لوگ اسکی طرف متوجہ ہوں (یعنی شہرت کی خاطر) تو اللہ تعالیٰ اسکوجہنم میں ڈالے گا''۔([ترمذی] مشکوٰۃ شریف،جلداوّل،حدیث۲۱۲)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''اسلام کوزندہ رَکھنے کیلئے جس نے علم حاصل کرنا شروع کیا اور دورانِ حصول اسکی موت آ گئی تو اسکے اورحضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے دَرجات میں صرف ایک دَرجہ کا فرق ہوگا''۔([دارمی] مشکوٰۃ شریف جلداوّل حدیث۲۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''علم بھی صدقہ جاریہ ہے۔ نیک اولاد بھی صدقہ جاریہ ہے۔صحیفہ قرآن کریم کا ہدیۃً دینا بھی صدقہ جاریہ ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف،جلداوّل،حدیث۲۳۶)

حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اوروہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کرتے ہیں کہ''اہل علم (عالم) کون ہیں؟'' تو انہوں نے کہا کہ''جوعلم کے مطابق عمل کرتے ہیں''۔ پھر پوچھا کہ ''کون سی چیزعلم کوعلماء کے دِل سے نکالتی ہے؟''تو جناب کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ''(دُنیا کا)لالچ''۔(مشکوٰۃ شریف،جلداوّل،حدیث۲۴۷)

''**سَیَجْزِیْھِمْ بِمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ**''۔(الانعام۶،آیت۱۳۸)

ترجمہ''عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں بناوٹی احکامات کی سزادے کررہے گا''۔

○.....○.....○

؎ جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

[اقبال]

دیباچہ.....2

اسلام میں اندازِ حکمرانی

قرآن کریم میں ہے کہ ''**اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ○**''(الحج ۲۲، آیت ۴۱) ترجمہ ''یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، معروف کا حکم کرتے ہیں اور بُرائی سے منع کرتے ہیں اور تمام معاملات کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے''۔

اس آیت مبارکہ پر غور کریں اور سوچیں کہ کیا ہمارا کوئی ایسا حکمران آ پکو ملتا ہے جس نے

(۱) لوگوں کو نماز کی ترغیب دی ہو۔

(۲) یا نظامِ زکوٰۃ بنایا ہو۔

(۳) نیکی کرنے کی اور نیکی کا حکم کرنے کی ترغیب دی ہو۔

(۴) لوگوں کو بُرائی سے روکنے کا انتظام کیا ہو۔

قومی اسمبلی کے تمام ممبران، صوبائی اسمبلیوں کے تمام ممبران ہمارے لیڈر اور حکمران ہیں۔ ان سب کا یہ فرض ہے کہ ان چار باتوں پر عمل کریں اور لوگوں سے عمل کروائیں۔

قرآن کریم میں ہے کہ ''**اِعْدِلُوْا قف ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی**''

(المائدۃ ۵، آیت ۸) ترجمہ ''عدل کیا کرو (ہر چھوٹی بڑی بات میں)، یہ بات تقویٰ کے قریب تر ہے (یعنی تم متقی بن جاؤ گے)''۔

ذرا سوچیں! آپکی نظر میں کسی حکمران کا نام یاد آتا ہے جس نے ملک میں عدل قائم کرنے کی کوشش کی ہو۔ ان تمام ممبران جو اوپر بیان کیے گئے ہیں اور ملک کے تمام ادارے اس بات کے ذِمہ دار ہیں کہ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کیا جائے اور حکومت خود اور اسکے ادارے بذاتِ خود بھی عوام کے حقوق اَدا کریں۔

عدل گھر سے شروع ہوتا ہے پھر اداروں سے ہوتا ہوا اعلیٰ ترین ادارے تک جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''امیر ڈھال کی طرح ہوتا ہے جسکی آڑ میں لوگ جہاد کرتے ہیں اور اسکی وجہ سے لوگ مصیبتوں سے بچتے ہیں لہٰذا اگر امیر اللہ تعالیٰ سے ڈَرتے ہوئے عدل وانصاف کریگا تو اسے اسکے بدلے اَجر و ثواب دیا جائیگا اور اگر اسکے برعکس کریگا (یعنی ظلم کریگا اور ظلم کو فروغ دیگا) تو وبال بھی اسی پر ہوگا''۔ (سنن نسائی، جلد سوم، حدیث ۴۲۰۳)

حکمران کی یہ ذِمہ داری ہے (جس میں تمام اسمبلیاں اور تمام ادارے شامل ہیں) کہ لوگوں کو نیکی اور تقویٰ کے راستے پر چلائے اور عدل وانصاف کی راہ پر گامزن رہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''**وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ○**''۔ (طٰہٰ ۲۰، آیت ۷۹) ترجمہ ''فرعون (جو کہ اپنی قوم کا لیڈر اور حکمران تھا) نے اپنی قوم کو گمراہ ہی کیا تھا، کوئی صحیح رہنمائی (صراطِ مستقیم) نہیں کی تھی''۔

ہماری حالت کچھ ایسی ہی ہے۔

حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بشیر بن سعد رضی

اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میری بیوی (حضرت) عمرہ بنت رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مجھ سے کہتی ہے کہ میں اسکے بیٹے (حضرت) نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کچھ دوں اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اس پر گواہ کروں''۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا، ''تمہارے اسکے علاوہ اَور بھی بیٹے ہیں؟'' عرض کیا، جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، ''کیا تم نے انہیں بھی وہی کچھ دیا ہے جو اسے دے رہے ہو؟'' عرض کیا، ''نہیں!'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، ''پھر مجھے ظلم پر گواہ مت بناؤ''۔ (نسائی شریف، جلد سوم، حدیث ۳۷۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حکومت کا سوال نہ کرو کیونکہ مانگنے پر اگر تمہیں دے دی جائے تو تم اسکے سپرد کر دیئے جاؤ گے (یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری مدد نہیں کریگا اور تم اکیلے خود ہی سارا بوجھ اپنے سر پر اُٹھاؤ گے) اور اگر بغیر مانگے تمہیں دے دی جائے تو اس پر تمہاری مدد کی جائیگی'' (یعنی اللہ تعالیٰ، اسکے فرشتے اور تمام انسان مدد کرینگے) (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۵۰۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تم حکومت کیلئے حریص ہو جاؤ گے جو قیامت میں ندامت کا باعث ہوگی کیونکہ دودھ پلانے والی اچھی ہے اور دودھ چھڑانے والی بُری ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۵۱۰)

نوٹ: دودھ پلانے والی کا مطلب یہ ہے کہ جیسے بچے کا حق ہے کہ ماں اسکو اسکا حق دودھ پلا کر اَدا کرے، اسی طرح عوام کا حق ہے کہ حکمران اسکے پورے پورے حقوق اَدا کریں جو کہ انتہائی مشکل ہے، اس لیے حکمرانی قیامت کے دِن ندامت کا باعث ہوگی کیونکہ انسان خواہ وہ نبی ہی ہو، اللہ

تعالیٰ کی مدد کے بغیر تمام انسانوں کے حقوق پورے پورے اَدا کرنے کی طاقت نہیں رَکھتا۔ اسی لیے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخرت کے اس حساب سے ڈَرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر دریائے نیل کے کنارے میری عملداری میں ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو میں اسکا بھی جواب دہ ہونگا۔

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا کہ ''اگر کوئی حاکم اپنی رعایا کے حاجتمندوں، محتاجوں اور مسکینوں کیلئے اپنے دروازے بند کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی حاجات، ضروریات اور فقر کو دُور کرنے سے پہلے آسمانوں کے دروازے بند کر دیتے ہیں''۔ یہ سن کر اسی وقت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو لوگوں کی ضروریات سے مطلع کرنے کیلئے مقرر کر دیا۔ (جامع ترمذی، جلد اوّل، حدیث ۱۱۹۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مجھے یمن بھیجا تو میں روانہ ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے میری روانگی کے بعد ایک شخص کو میرے پیچھے مجھے بلانے کیلئے بھیجا۔ میں واپس آیا تو فرمایا کہ ''جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا؟ (میں نے تمہیں) اسلئے بلایا کہ میری اجازت کے بغیر کبھی کسی سے کوئی چیز (تحفتاً) نہ لینا، اسلئے کہ یہ خیانت ہے اور جو شخص کسی چیز میں خیانت کریگا، وہ اسے لے کر قیامت کے دِن حاضر ہوگا۔ میں نے یہی کہنے کیلئے تمہیں بلایا تھا۔ اب جاؤ''۔ (جامع ترمذی، جلد اوّل، حدیث ۱۱۹۸)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مقدمات میں رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت بھیجی۔ (جامع ترمذی، جلد اوّل، حدیث ۱۱۹۹)

حضرت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی اپنے والد سے اور وہ انکے دادا

سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے لیکن ایسی صلح جس میں حرام کو حلال کر دیا جائے اور حلال کو حرام کر دیا جائے، وہ جائز نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اپنی شرائط پوری کرنی چاہیں لیکن ایسی شرطیں جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرتی ہیں، وہ حرام ہیں''۔ (جامع ترمذی، جلد اوّل، حدیث ۱۲۱۴)

ہماری تمام سیاسی پارٹیاں ماشاءاللہ مسلمان ہیں اور ساٹھ سال سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ انکا کام لڑائی جھگڑے کے علاوہ اَور کچھ نہیں ہے جسکی وجہ سے ملک کو مقامی طور پر اور بین الاقوامی طور پر بہت ہی نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔

ملک کی ترقی سیاسی استحکام پر منحصر ہے جیسے یہ عدل پر منحصر ہے۔ آپس کے لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے ہمارا ملک بدقسمتی سے تنزل کی طرف ہی جا رہا ہے۔ کیا ملک میں کوئی ایسا شخص یا ایسا گروہ جو ثالثی کا فریضہ انجام دے اور سیاسی لوگوں کے لڑائی جھگڑوں کو بند کروائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''لیلۃ القدر کے متعلق میں اپنے گھر سے باہر نکلا کہ لوگوں کو اس رات کے تعین کا بتاؤں لیکن میں نے دیکھا کہ دو آدمی لڑائی جھگڑے میں مصروف ہیں تو یہ خبر مجھ سے اُٹھا لی گئی''۔ (دیکھیں تفہیم البخاری، جلد اوّل، حدیث ۴۶)

قرآن کریم میں ہے کہ ''**وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا**''۔ ''**اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ**''۔ (الحجرات ۴۹، آیات ۹-۱۰) ترجمہ ''اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو انکے درمیان صلح کرا دیا کرو''۔ ''بیشک مومنین آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ پس اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کر دیا کرو''۔

یزید رقاشی، ابوالحکم بجلی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا یہ فرمان ذِکر کر رہے تھے کہ

''اگر اہل زمین اور اہل آسمان سب مل کر ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں دھکیل دینگے''۔(جامع ترمذی جلد اوّل حدیث ۱۲۵۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک پوری دُنیا (کافر دُنیا) کا ختم ہو جانا ایک مسلمان مرد کے قتل ہو جانے سے سہل ہے''۔(جامع ترمذی، جلد اوّل، حدیث ۱۲۵۶)

نوٹ: ہر شہری کو دعوت دی جاتی ہے کہ اس دیباچہ پر اپنے ملک کے حالات کے پس منظر میں خاص طور پر اور مسلم دُنیا کے حالات کے پس منظر میں عام طور پر غور وفکر کریں۔ ہم دوسروں کے رویے کو تو شاید نہ بدل سکیں لیکن ہم فرداً فرداً اپنے رویے کو بدل سکتے ہیں۔ اس میں کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ آپ جب بھی نماز پڑھیں، ان دو آیات مبارکہ پر خاص توجہ دیں،

''**اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○**''۔(الفاتحہ ۱، آیات ۴-۵) ترجمہ

''ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں کہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا''۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ

[البقرۃ ۲، آیت ۲۸۶]

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ

ترجمہ ◄ (آیات ۸۳ سے ۹۳) (نصاریٰ کے متعلق بات ہو رہی ہے) جب یہ لوگ وہ کلام سنتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اُترا ہے (یعنی قرآن کریم) تو تم دیکھتے ہو کہ حق جان لینے کے بعد انکی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم ایمان لائے۔ ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لیجئے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ حق ہمارے پاس آ گیا ہے اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہمارا ربّ کریم ہمیں صالحین میں شامل فرما لے گا۔[۸۳-۸۴]

انکے اس اقرار (یعنی ایمان لانے) کی وجہ سے انکے لیے ایسے باغات (یعنی جنتیں) ہیں جن میں دریا بہتے ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ہے بدلہ اچھے لوگوں کا۔[۸۵]

اسکے برعکس جن لوگوں نے ہماری آیات مبارکہ پر ایمان لانے سے انکار کیا، وہ اہلِ دوزخ ہیں۔[۸۶]

اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا
رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ
اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ
اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ
الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ
اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ

اے ایمان لانے والو! جو پاک چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال فرمائی ہیں، انہیں حرام مت کرو اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز مت کرو۔ اللہ تعالیٰ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔[۸۷]

اللہ تعالیٰ نے جو حلال اور پاکیزہ رزق تم کو دیا ہے، اسے کھاؤ پیو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔[۸۸]

جو لوگ غیر سنجیدہ (رسمی) قسمیں کھا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر گرفت نہیں کرتا مگر جو قسمیں تم سنجیدگی سے کھاتے ہو، ان پر وہ مواخذہ کریگا۔ ایسی پکی قسم کھانے کا کفارہ یہ ہے کہ دَس (۱۰) مسکینوں کو اوسط دَرجے کا کھانا کھلایا جائے جیسا تم اپنے بچوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو اور جو اسکی ہمت نہ رَکھتا ہو (یعنی مالدار نہ ہو)، وہ تین دِن کے روزے رَکھے۔ یہ ہے تمہاری قسموں کا کفارہ جبکہ تم پکی قسم (کھا کر اسے) توڑ چکے ہو۔ اپنی قسموں کا دھیان کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ اس

تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ
ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا
اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا
الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ
عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾
اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ
وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ
ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ

طرح اپنے احکامات تمہارے لیے واضح فرماتا ہے تاکہ تم اسکا شکر کرو۔ (جو کفارہ اَدا کرتا ہے، وہ دَراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شکر کر رہا ہے)[۸۹]

اے ایمان لانے والو! شراب، جوا، آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچا کرو تاکہ تم فلاح (کامیابی) حاصل کرسکو۔[۹۰]

شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان دُشمنی اور کینہ پیدا کر دے اور یہ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذِکر سے اور نماز سے روک دے۔ کیا تم اب بھی باز نہیں آؤ گے۔[۹۱]

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

کی اوران چیزوں سے باز آ جاؤ لیکن اگر تم نے نافرمانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کے ذِمہ صرف تم کو ہمارا حکم پہنچا دینا ہے۔ (وہ تمہارے عمل کا ذِمہ دار نہیں ہے۔ اسکے ذِمہ دار تم خود ہو گے اور اسکی سزا تمہیں ہی ملے گی)[۹۲]

جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کرنے لگیں تو انہوں نے جو کچھ پہلے کھایا پیا (یعنی شراب اور جوئے کی کمائی تو) اسکی ان پر کوئی گرفت نہیں ہو گی (ایمان لانے کے بعد [یا توبہ کرنے کے بعد] پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں) بشرطیکہ وہ آئندہ ان چیزوں سے بچتے رہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اچھے کام کریں اور پھر جس جس چیز سے روکا جائے، اس سے رُک جائیں اور جو فرمانِ الٰہی ہو، اسے مانیں اور نافرمانی سے بچیں اور نیک رویہ رکھیں تو ایسے نیک کردار لوگوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔[۹۳]

تشریح : نصاریٰ مقابلتاً یہودیوں کے زیادہ نرم دِل ہیں، اسلئے ایمان لانے میں یہودیوں کی نسبت زیادہ مستعد تھے۔ موجودہ زمانے میں بھی یورپ اور امریکہ میں ایمان لانے والے زیادہ نصاریٰ ہیں، یہودی شاید ہی کوئی ہو۔

ایمان لانے والوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ رزق ہی کھائیں کیونکہ حرام کھانے میں بہت سے نقصانات ہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''حرام سے پلا ہوا جسم جنت میں نہیں جائیگا''۔ (جنت میں جانے سے محروم ہو جائیگا) (مشکوٰۃ

شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ''جس نے دس **درہم** کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم **حرام** کا ہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کی **نماز** قبول نہیں کریگا جب تک وہ اسکے **جسم** پر رہے گا''۔ پھر اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں داخل کر کے فرمایا کہ ''یہ دونوں بہرے ہو جائیں اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو یہی فرماتے نہ سنا ہو''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''شراب کی وجہ سے **دس** لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے''۔ (دیکھیں مکمل حدیث شریف ۲۶۵۶، مشکوٰۃ شریف، جلد دوم)

ہر قسم کا جوا جسکی موجودہ زمانے میں بیشمار شکلیں ہیں، منع ہے۔

بُرے کام سے بچنے کا ایک عملی طریقہ یہ ہے کہ جب بھی بُرائی کرنے کا خیال آئے یا نادانستہ طور پر بُرائی کر بیٹھے یا دانستہ طور پر بھی بُرائی ہو جائے تو **کوئی نہ کوئی نیکی کا کام کرے** (یعنی دو نفل پڑھ لے اور توبہ کر لے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''**اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ**''۔ (ھود ۱۱، آیت ۱۱۴) ترجمہ ''نیکیاں بُرائیوں کو دُور کر دیتی ہیں''۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے''۔ ارشاد ہوا کہ ''جب کوئی بُرائی سرزد ہو جائے تو کفارہ کے طور پر فوراً **کوئی نیک کام کر لیا کرو**''۔ (تاکہ بُرائی کی نحوست دُھل جائے) میں نے عرض کی کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! **لا الہ الا اللہ** پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے؟'' حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے''۔ (احمد) (بُرائی ہو جانے کے بعد خلوص سے کلمہ طیبہ پڑھ لو اور دِل میں ارادہ کر لو کہ یہ بُرائی کا کام میں دوبارہ نہیں کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا ۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ

ترجمہ◄ (آیات ۹۴ سے ۱۰۲) اے ایمان لانے والو! اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائے گا شکار کے ذریعے (حالتِ احرام میں) جو تمہارے بالکل قریب اور نیزوں کی زَد میں ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ تم میں سے کون اللہ تعالیٰ سے غائبانہ ڈَرنے والا ہے (یعنی اسکے حکم پر کون عمل کرتا ہے) پھر جو نافرمانی کرے گا، اس کے لیے دَردناک عذاب ہو گا۔[۹۴]

اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو، شکار نہ کرو۔ اگر کوئی تم میں سے جان بوجھ کر ایسا کرے تو جو جانور اس نے شکار کیا ہے، اس جیسا ہی جانور فدیہ کے طور پر دینا ہوگا جسکا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں اور یہ (فدیہ) کعبہ شریف پہنچایا جائیگا۔ اگر نہیں تو چند مسکینوں کو کھانا کھلانا یا اسکے بقدر روزے رَکھنے ہونگے تاکہ اسکا کفارہ اَدا ہو جائے اور اپنے کیے کی سزا چکھ لے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا، اسے اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا لیکن اب اگر کسی نے ایسا دوبارہ کیا تو اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے

وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ
فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ
لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ
وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ
الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ
وَالْهَدْىَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ

گا۔اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور بدلہ لینے والا ہے۔[۹۵]

سمندر کا شکار (حالتِ احرام میں) تمہارے لیے کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔ جہاں تم ٹھہرو، وہاں بھی اسے کھا سکتے ہو اور سفر کے لیے ساتھ بھی لے جا سکتے ہو (لیکن مت بھولو کہ) خشکی پر شکار احرام کی حالت میں تم پر حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو جس کے پاس تم جمع کیے جاؤ گے۔ (قیامت کے دِن نافرمانیوں کی جواب طلبی ہوگی) [۹۶]

اللہ تعالیٰ نے بیت الحرام (یعنی کعبہ شریف) کو لوگوں کیلئے (صراطِ مستقیم پر) قائم رہنے کا مرکز بنایا اور **ماہِ احترام** اور قربانی کے جانور اور قلادوں کو بھی (اس کام میں معاون بنا دیا ہے) تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے حالات کا علم رکھتا ہے اور ہر شے سے باخبر ہے۔ (اور وہی قانون بناتا ہے، نہ کہ تمہارے بت قانون بناتے ہیں)[۹۷]

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى
الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا
تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ
وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَاۗءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ
وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ

جان رکھو کہ (اگر تم ان احکامات پر سختی سے عمل نہیں کرو گے تو) اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے لیکن معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا بھی ہے۔ (اگر اپنی غلطی کا اقرار کر کے توبہ کرلو اور دوبارہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کرلو)[۹۸]

رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کا ذِمہ تو صرف پیغام کا پہنچا دینا ہے (وہ تم پر کسی قسم کی زبردستی نہیں کریگا) لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر اور چھپے حالات سے خوب واقف ہے۔ (وہ نافرمانی پر تمہیں سزا دیگا)[۹۹]

ان کو بتا دو کہ ناپاک (حرام) اور پاک (حلال) کبھی یکساں نہیں ہو سکتے خواہ ناپاک کی کثرت کتنی ہی اچھی لگے۔ **اے عقل والو! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔**[۱۰۰]

اے ایمان والو! ایسی باتوں کے متعلق نہ پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بُرا لگے اور ہرگز ایسے وقت میں مت پوچھو جبکہ قرآن حکیم نازل کیا جا رہا ہے تو تم پر

عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

وہ کھول دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا (جو پہلے ہو چکا) اللہ تعالیٰ دَرگزر فرمانے والا اور بُردبار ہے۔[۱۰۱]

تم سے پہلی ایک قوم نے سوال کیے تھے پھر انہی کی وجہ سے وہ کافر بن گئے۔ (ان پر عمل نہیں کر سکے۔ اشارہ ہے قوم بنی اسرائیل کی طرف)[۱۰۲]

تشریح: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ:

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے دُنیا میں بہترین زندگی ملتی ہے اور آخرت میں جنت کا قیام ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ملتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دُنیا میں بدترین زندگی ملتی ہے اور آخرت میں جہنم کا ٹھکانہ۔

اللہ تعالیٰ بار بار فرما رہا ہے کہ میری نافرمانی سے بچو اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو۔

بالآخر پہنچنا تو تم نے ہمارے پاس ہی ہے اور ہم نے تمہارے اعمال کا حساب لینا ہے۔ اس حساب کی بنا پر یا تو تمہیں جنت ملے گی یا جہنم اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

اگر ہم اپنے آپ کا اندازہ لگائیں۔ اپنے ماحول کو دیکھیں۔ اپنے حکمرانوں پر نظر ڈالیں اور علماء کی زندگی کو سامنے رکھیں تو احساس یوں ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے زیادہ قریب ہیں۔

ہمارے ایسے رویّے اور اعمال کی وجہ سے ہم دُنیا میں بھی مصیبتیں اُٹھا رہے ہیں اور آخرت کی نعمتیں بھی ضائع کر رہے ہیں۔

آپ خود سوچیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام نہیں کیا۔ نماز کا ترک کرنا ناپسند نہیں فرمایا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ ''نماز ایمان اور کفر میں تمیز کرتی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے سود کھانے اور کھلانے، لکھنے اور گواہ بننے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ میں نے نبیوں کو کتاب اور میزان دے کر بھیجا تا کہ **عدل قائم کیا جائے**۔ (دیکھیں پوری آیات مبارکہ سورۃ الحدید ۵۷، آیت ۲۵)

کیا ہم عدل کر رہے ہیں۔ عدل کا تو یہاں نام ونشان بھی نہیں ملتا تو کیا اس **نافرمانی کا صلہ** ہمیں بہترین زندگی کی صورت میں ملے گا یا بدترین زندگی کی صورت میں۔

اسی طرح اَور بیشمار ہمارے اعمال ہیں جو کہ بالکل اللہ تعالیٰ کے **حکم کے خلاف** اور **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے طریقہ** کے خلاف ہم کرتے جا رہے ہیں

اسکا نتیجہ اس دُنیا میں تو آپکے سامنے ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے اور اپنے اعمال کو **خلوص نیت** سے سیدھے راستے پر لانا چاہیے تا کہ ہم دُنیا اور آخرت میں کامیاب ہوسکیں۔

ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنے رویے کو درست کرے۔ جب تک آپ قرآن کریم سمجھ کر اور احادیث شریف سمجھ کر اس پر عمل نہیں کرینگے ہم اپنے آپ کو صراطِ مستقیم پر نہیں چلا سکتے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ''میں صراطِ مستقیم پر ہوں''۔ (دیکھیں سورۃ ھود ۱۱، آیت ۵۶)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میرا نبی صراطِ مستقیم پر ہے''۔ (دیکھیں سورۃ یٰسین ۳۶، آیت ۴) نبی کا کام تھا اپنی اُمت کو صراطِ مستقیم دکھانا اور اس پر چلانا۔ یہ فرض اس نے اَدا کیا تین طریقوں سے (۱) قرآن حکیم کی تعلیم سے، (۲) اپنی تقریروں، واعظوں اور عملی مثالوں کے ذریعے (یعنی احادیث رسول)، (۳) اپنی زندگی کے ذریعے جو کہ لوگوں کیلئے ایک کھلی کتاب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم عوامی زندگی اور گھریلو زندگی عوام کیلئے بالکل واضح تھی۔ نبی نے جو قوم بنائی، وہ صراطِ مستقیم پر تھی یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وصال کے بعد دُنیا کو صراطِ مستقیم دکھایا۔ جن لوگوں نے انکا راستہ اختیار کیا، وہ کامیاب ہوئے۔ جنہوں نے انکا راستہ اختیار نہیں کیا، وہ ناکام رہے۔ ہم بھی انکا راستہ اختیار نہیں کر رہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے اور صراطِ مستقیم کو پکڑنا چاہیے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ م بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ
وَّلَا حَامٍ لا وَّلٰـكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى
اللّٰهِ الْكَذِبَ ط وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ
قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط اَوَلَوْ كَانَ
اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ج لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ
ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا

ترجمہ◄ (آیات ۱۰۳ سے ۱۰۸) اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام پیدا نہیں فرمائے لیکن یہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ (یہ جانوروں کے نام تھے جو کہ مختلف مقاصد کیلئے مشرکین نے خود رکھے تھے اور جھوٹ بولتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھے گئے ہیں)[۱۰۳]

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) پر نازل فرمائی ہے (یعنی قرآن حکیم) تو وہ کہتے ہیں کہ جو ہمارے باپ دادوں کے پاس تھا (طریقہ زندگی، رسم و رواج)، وہی ہمارے لیے کافی ہے خواہ انکے باپ دادا نہ کوئی علم رکھتے تھے اور نہ ہی ہدایت یافتہ تھے۔[۱۰۴]

اے ایمان والو! **اپنے آپ کی ہی فکر کرو**۔ کسی دوسرے کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں دے سکتی جبکہ تم خود سیدھے راستے پر ہو۔ تم سب اللہ تعالیٰ کے پاس جمع کیے جاؤ گے پھر اللہ تعالیٰ تم ہر ایک کو بتا دیگا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔[۱۰۵]

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ
مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ
فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ
بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا
نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ
شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت آئے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو شہادت کیلئے دو (۲) عدل پسند آدمیوں کا گواہ ہونا ضروری ہے۔ اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت تم پر آ جائے تو دوسری قوم (یعنی دوسرے قبیلے یا غیر مسلم) میں سے دو (۲) گواہ لے لیا کرو۔ اگر تم شک میں ہو تو ان گواہوں کو نماز کے بعد مسجد میں روک لو اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی ذاتی فائدے کے عوض شہادت بیچنے والے نہیں ہیں خواہ کوئی ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (جسکی ہم طرفداری کرنا چاہتے ہوں) اور نہ ہی ہم گواہی کو چھپانے والے ہیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو گناہگاروں میں شمار ہونگے۔ پھر اگر خبر ہو جائے کہ وہ دونوں (گواہ) حق بات دبا گئے تو دو (۲) گواہ انکی جگہ اَور مقرر ہوں، ان لوگوں میں سے جنکا حق مارا گیا ہے (میت کے) قریب تر لوگوں میں سے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم زیادتی نہیں کرنے والے۔ اگر ایسا کرینگے تو بیشک ہم ہی ظالم ٹھہریں گے۔[۱۰۶-۱۰۷]

عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

یہ طریقہ شہادت لینے کا اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ لوگ شہادت حقائق پر دیں (تاکہ شہادت بالکل درست ہو) یا اس طریقے سے شہادت دینے والے یہ خوف رکھیں گے کہ انکی قسموں کے بعد دوسری قسموں سے انکی تردید نہ ہو جائے۔ (اے گواہی دینے والو!) اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کی نصیحت کو دھیان سے سنو۔ **اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔** [۱۰۸]

تشریح: قرآن حکیم اور احادیث شریف کو سمجھ کر ہمیں اپنے رسم و رواج ایسے کر لینے چاہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نقشِ قدم پر ہوں۔ اس وقت ہمارے معاشرے میں بہت سے رسم و رواج ایسے ہیں جو ہم نے یا تو ہندوؤں یا مغربی غیر مسلم قوموں سے لیے ہوئے ہیں یا ہمارے پُرانے باپ دادوں سے لیکن انکا کوئی سراغ قرآن حکیم اور احادیث شریف میں نہیں ملتا۔

پھر ایک اَور بات بھی ہمارے مشاہدے میں ہے کہ ہم نے بہت سی بدعات کو اختیار کر لیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بہترین بات قرآن کریم ہے اور ہدایتوں میں بہترین ہدایت (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کا فرمان ہے اور بدترین چیز وہ ہے جو دِین میں ایجاد کی گئی اور دِین میں ہر نئی بات گمراہی ہے''۔ ([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۳۳) لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ان بدعات کو چھوڑ کر اصلی سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر واپس آ جائیں۔

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے نمازِ فجر پڑھائی۔ جب فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر فرمایا کہ

(۱) ''جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی ہے

(۲) جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی ہے

(۳) جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی ہے''۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے قرآن حکیم کی یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی،

''فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ○ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ''۔ (الحج ۲۲، آیت ۳۰-۳۱) ترجمہ ''**بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔** یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ۔ اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا'' (گویا وہ ہلاک ہو گیا)۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۰۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کبیرہ گناہوں میں سے بہت بڑے گناہ یہ ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہرانا

۲) والدین کی نافرمانی کرنا

۳) جھوٹی قسم کھانا''۔ (یعنی جھوٹی شہادت دینا)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے مچھر کے پَر کے برابر

بھی قسم میں جھوٹ شامل کیا تو قیامت تک کیلئے اسکے دِل پر ایک داغ لگا دیا جاتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۰۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کوئی میرے اس منبر کے پاس اگر جھوٹی قسم کھائے گا (یعنی شہادت دیگا) خواہ وہ سبز مسواک پر ہی ہو تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بناتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۰۳

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا کہ ''کون سا جہاد افضل ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے یعنی **سچی گواہی دینا اور سچی بات کرنا ہے**''۔ (سنن نسائی)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''عنقریب ایسے **حکمران** ہونگے جن میں کچھ اچھی (سچی) باتیں ہونگی اور کچھ بُری (جھوٹی)۔ جس شخص نے انکی اچھی (سچی) باتیں دیکھیں (اور تعاون کیا) وہ بَری ہو گیا۔ جس نے انکی بُری (جھوٹی) باتیں دیکھیں اور ساتھ نہیں دیا، وہ محفوظ ہو گیا لیکن جو بُری (جھوٹی) باتوں پر راضی ہو گیا اور انکی پیروی کی (یعنی وہی بُرے عمل کرنے لگا تو) وہ ہلاک ہو گیا''۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن نہ جھوٹا ہو سکتا ہے نہ خائن''۔ (احمد)

ہمارے ہاں جھوٹ کی بہت بہتات ہے۔ سچ کی بہت قلت ہے۔ یہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔ ہمیں قانونِ فطرت کی طرف آنا چاہیے کہ سچ میں بہت برکت ہے اور جھوٹ میں بہت نقصانات ہیں۔ اگر ہم اپنے کاروبار میں معاملات میں قرض کے لینے دینے میں حکمرانی کرنے میں عدالتی فیصلے کرنے میں سچ پر قائم رہیں تو سچ کی بہت برکت ہے اور ہمارے حالات جو اس وقت تنزل کی طرف جا رہے ہیں، ترقی کی طرف جانا شروع ہو جائیں گے۔

کشف المحجوب میں ہے کہ حضرت حسن بصری حجاج سے ڈر کر حضرت حبیب عجمی کے گھر چھپ گئے۔ حجاج نے حبیب عجمی سے پوچھا کہ یہاں حسن بصری چھپا ہوا ہے۔ حجاج نے پورے گھر میں تلاش کیا لیکن حضرت حسن بصری نہ ملے پھر حجاج چلا گیا۔ اب حضرت حسن بصری باہر نکلے۔ حبیب عجمی سے پوچھا کہ تم نے کیوں بتایا کہ میں یہاں چھپا ہوا ہوں۔ حبیب عجمی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے سچ کی وجہ سے بچایا ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ
قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾
اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ
عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ
الْقُدُسِ قف تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ
وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ
الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِيْ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۰۹ سے ۱۱۵) جس روز اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو جمع فرمائے گا (یعنی قیامت کے روز) تو پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا (لوگوں کی طرف سے) تو وہ عرض کریں گے کہ ہمیں تو کچھ علم نہیں، آپ ہی تمام غیب کی باتوں کو جاننے والے ہیں۔[۱۰۹]

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام)! میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کیں مثلاً

۱) تمہیں رُوحُ القدس (یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام) سے مدد دی
۲) تم کو گہوارے میں اور بڑی عمر میں دونوں وقت بات کرنے کی قدرت عطا فرمائی
۳) الکتاب کا علم عطا فرمایا (یعنی تورات وانجیل)
۴) حکمت عطا فرمائی
۵) تورات اور انجیل عطا فرمائی (یعنی تورات کی سمجھ عطا فرمائی اور نئی کتاب

وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

انجیل نازل فرمائی)

۶) تم مٹی سے بنائے ہوئے پرندے کی صورت کو جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھونک مارتے تھے تو وہ زندہ پرندہ بن جاتا تھا

۷) اللہ تعالیٰ کے حکم سے تم مادرزاد اندھے کو ٹھیک کر دیتے تھے

۸) تم کوڑھی کے مریض کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے درست کر دیتے تھے

۹) تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردے کو زندہ کرتے تھے

۱۰) جب تو بنی اسرائیل کے پاس (نبوت کی) واضح نشانیاں لایا اور انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ تو سراسر جادوگری ہے تو میں نے تجھے ان سے بچایا۔[۱۱۰]

۱۱) میں نے ہی حواریوں کو اشارہ فرمایا کہ مجھ پر اور میرے رسول (علیہ السلام) پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور یا اللہ تعالیٰ! تو گواہ رہنا کہ ہم نے اطاعت قبول کی۔[۱۱۱]

۱۲) یہ واقعہ بھی یاد رہے کہ جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ کیا آپ علیہ السلام کا رَبِّ کریم ہم پر

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ
يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا
وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا
وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى
ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ
السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً
مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ

آسمان سے کھانا نازل کرسکتا ہے؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم واقعی مومن ہو۔ (اللہ تعالیٰ کی قدرتِ بالغہ پر یقین رکھو) [۱۱۲]

حواریوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ کھانا ہم کھائیں تاکہ ہمارے دِل مطمئن ہوں اور ہمیں معلوم ہو کہ آپ علیہ السلام نے جو کچھ ہم سے کہا، وہ سچ ہے اور ہم اس پر گواہ ہونگے۔ [۱۱۳]

اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن حضرت مریم علیہا السلام نے دُعا فرمائی، اے ہمارے رَبِّ کریم! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما جو اوّلین اور آخرین کیلئے خوشی (یعنی عید) کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ بالغہ کی اور میری نبوت کی)۔ ہم کو رزق عطا فرما کیونکہ تو ہی بہترین رازق ہے۔ [۱۱۴]

اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۱۵

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مَیں تم پر رزق نازل کرنے والا ہوں لیکن اسکے بعد جو تم میں سے کفر کریگا (یعنی بے یقینی اور ناشکری کی حالت میں رہیگا) تو اسکو ہم ایسا عذاب دینگے کہ پہلے دُنیا اور آخرت میں کسی کو نہ دیا ہوگا۔[۱۱۵]

تشریح : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا لیکن چند گنتی کے اشخاص کے علاوہ بنی اسرائیل نے انکی نبوت کا انکار کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت سی ایسی نشانیاں دی تھیں جن کو دیکھ کر عام انسان یقین کر لیتا ہے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ یہ نشانیاں ہم نے نمبر وائز لکھ دی ہیں جو کہ تقریباً بارہ بنتی ہیں۔

صرف یہی نہیں کہ بنی اسرائیل نے انکی نبوت کا انکار کیا بلکہ انکو قتل کرنے کی تدبیریں کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی اور بنی اسرائیل انکو قتل نہیں کر سکے جیسا کہ اس آیت شریف سے ظاہر ہے کہ

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۔(المائدۃ۵،آیت۱۱۰)

ترجمہ: ہم نے ہی بنی اسرائیل کے ہاتھ (تمہیں قتل کرنے سے) روک دیے تھے جبکہ تم انکے پاس نبوت کی واضح نشانیاں لے کر آئے لیکن انہوں نے تجھے نبی ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے ان نشانیوں کو کہا کہ (یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں) یہ تو جادوگری ہے۔

انہوں نے اپنے خیال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اوپر اُٹھا لیا اور ہم یقین سے کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ ''وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ''(النساء۵،آیت

۱۵۷) ترجمہ ''انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا''۔

یہودیوں کا ایسا ہی رویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نبوت کی واضح نشانیاں انکو نظر آتی تھیں لیکن اسکے باوجود وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان نہیں لائے بلکہ انکو قتل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو ان سے بچالیا۔

انکی شرارتوں کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہِ یہود! مسلمان ہوجاؤ تو سلامت رہو گے۔ اگر مسلمان نہیں ہوگے تو تمہیں اس سرزمین سے نکال دیا جائیگا کیونکہ جان لو کہ **زمین اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ہے** (لہٰذا حکم اللہ تعالیٰ کا ہی چلے گا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا) (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۸۷۱)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے انکو اپنے زمانے میں تو نہیں نکالا لیکن اس حدیث شریف کے پس منظر میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دَورِ خلافت میں انکو عرب سے نکال دیا اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے زمانے میں یہود کی کمزور ریاست جو فلسطین میں تھی، اسکو فتح کیا اور یہود وہاں سے نکل کر دُنیا کے ہر کونے میں منتشر ہوگئے۔

آج کل بنی اسرائیل کا ایک جگہ جمع ہونا ظاہر کرتا ہے کہ دجال کے آنے کا زمانہ بہت دُور نہیں ہے۔

۝.....۝.....۝

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ
لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ
مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ
عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ
نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ
لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ
رَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ
فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۱۶ سے ۱۲۰) قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری امی (حضرت مریم علیہا السلام) کو **اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی خدا بنا لو** تو وہ جواب دینگے کہ تیری ذات پاک ہے۔ میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ بات کہتا جو مجھے کہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہوتی تو آپکو اسکا علم ضرور ہوتا کیونکہ جو کچھ میرے دِل میں ہے، وہ تو جانتا ہے اور جو تیرے دِل میں ہے، وہ میں ہرگز نہیں جانتا۔ تُو تو تمام علومِ غیب کا جاننے والا ہے۔ [۱۱۶]

میں نے تو انکو اسکے سوا اَور کچھ نہیں کہا جو تو نے مجھے حکم فرمایا، یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرو۔ جو میرا بھی رَبّ کریم ہے اور تمہارا بھی۔ میں اس وقت تک انکا نگران تھا جب تک میں انکے درمیان موجود تھا۔ جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو

وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ
فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ
الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

پھر آپ ہی انکے نگران تھے اور آپ ساری چیزوں کو دیکھنے والے ہیں۔[۱۱۷]

(اے میرے رَبِّ کریم) اگر تو انہیں سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ اگر معاف فرما دے تو آپ غالب اور دانا ہیں۔[۱۱۸]

تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دِن ہے جس میں **سچوں کو** ان کی سچائی نفع دے گی۔ ان کیلئے ایسے باغات ہوں گے جن میں دریا بہہ رہے ہوں گے۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔[۱۱۹]

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، ان پر اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر اقتدار رکھنے والا ہے۔[۱۲۰]

تشریح: آیت نمبر ۱۱۶:

اس آیت مبارکہ کی رُو سے عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث بالکل غلط ہے۔ انہیں چاہیے کہ اس عقیدے کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں اور تمام رسولوں پر بشمول

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور تمام آسمانی کتابوں پر بشمول قرآن حکیم۔ اگر یہ کرلیں تو پھر وہ سچوں میں شامل ہو جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دِن (یعنی قیامت کے دِن) صرف نفع سچ بولنے والوں کو ہی ملے گا اور وہ نفع عظیم نفع ہے۔ نہ ختم ہونے والی جنتیں جس میں سچ بولنے والے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ہمارے معاشرے میں سچ بولنے کی قلت ہے حالانکہ سچ بولنے کے بیشمار فائدے ہیں اور جھوٹ بولنے کے بیشمار نقصان ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ انسان شیطانی کاموں کو زیادہ پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کم پسند کرتا ہے۔ ایسے رویّے کا نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناشکروں کو یہاں بھی مصیبتوں میں رَکھتا ہے اور آخرت میں بھی انکو مصیبتوں میں رَکھے گا۔

اگر آپکو جہنم کا خوف اور جنت کا شوق ہے تو ہر موقع پر سچ بولنے کی کوشش کریں خواہ جان چلی جائے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سچ پر ہی جان دینے کیلئے آگے بڑھتے تھے اور شہید ہو جاتے تھے۔ ہم دُنیاوی فائدوں کی خاطر سینکڑوں جھوٹ بول لیتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دُنیا کی بہترین قوم بن گئے تھے کیونکہ وہ سچ بولنے والے، سچ پر عمل کرنے والے اور سچ پر جان دینے والے تھے اور آج ہم ہیں کہ دُنیا کی پست ترین قوموں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے جھوٹ کی وجہ سے ہے۔ ہم کوئی کام بھی تو سچائی پر نہیں کر رہے۔

ایک شخص **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** کے پاس آیا۔ کہنے لگا کہ میں ایمان تو لے آتا ہوں لیکن میری ایک شرط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پوچھا کہ کیا شرط ہے؟ تو اس شخص نے کہا کہ مجھے عورتوں سے بڑی محبت ہے۔ مجھے اس بات کی اجازت دے دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس بات کی میں اجازت تو نہیں دے سکتا لیکن تم ایک بات مان لو کہ **ہمیشہ سچ بولو گے**۔ اس نے کہا کہ یہ میں کرلوں گا۔ کچھ مدت کے بعد وہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس آیا۔ کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! سچ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری وہ بُرائی بھی چھڑا دی ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حجاج کے ظلم سے بھاگ کر حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو انکے مرید تھے، کے گھر آ کر چھپ گئے۔ حجاج پیچھے آیا اور حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہاں ہیں تو حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ وہ میرے معبد میں چھپا ہوا ہے، تلاش کر لو۔ حجاج بن یوسف نے تین دفعہ تلاش کیا لیکن حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہیں ملے۔ حجاج بن یوسف نے حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا، وہ اندر ہی ہے۔

تین مرتبہ تلاش کرنے کے بعد حجاج بن یوسف واپس چلا گیا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کمین گاہ سے باہر نکلے اور حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری برکت سے مجھے گرفتار ہونے سے بچا لیا۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یا حضرت! میری برکت نے نہیں بلکہ **میرے سچ بولنے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخش دیا**۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو ہم دونوں کو وہ رُسوا کرتا۔ (کشف المحجوب)

؎ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

۝.....۝.....۝

الانعام ٦

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۶۵ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ① هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ
ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۵) اللہ تعالیٰ ہی صحیح تعریف کا حقدار ہے کیونکہ اسی نے (سات [۷]) آسمان اور زمین بنائے اور اسی نے تاریکیوں اور روشنی کا نظام بنایا (روشنی کا راستہ ایک ہی ہے اور تاریکیوں کے راستے بہت ہیں)۔ باوجود اسکے لوگوں (یعنی مشرکین) نے اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے سے انکار کر دیا اور اسکے ساتھ دوسروں کو برابری کا دَرجہ دے دیا۔[۱]

وہ اللہ تعالیٰ تو ایک ہی ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر تمہارے لیے (اس زمین پر) زندگی کی ایک مدت مقرر کی اور پھر ایک دوسری مدت (عالم برزخ اور

تَمْتَرُوْنَ ۝٢ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝٣ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝٤ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰۗؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٥

قیامت میں) مقرر کر دی جو اسی کو معلوم ہے مگر پھر بھی تم شک میں پڑے ہوئے ہو۔ (اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے)[۲]

آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ وہی ایک رَبّ ہے (کوئی دوسرا رَبّ نہیں ہے) وہ تمہاری پوشیدہ چیزوں کو اور ظاہر کو جانتا ہے اور وہ اس بات کا بھی علم رکھتا ہے جو تم عمل کرتے ہو۔[۳]

جب بھی کوئی نشانی (یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی اور تیرے رسول ہونے کی) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے پاس آتی ہے تو اس سے رُوگردانی کر لیتے ہیں۔ (یعنی اسکو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں)[۴]

اب جو حق (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم) آ چکا ہے، وہ اسکو جھٹلاتے ہیں۔ ابھی عنقریب جس چیز کا وہ مذاق اُڑاتے ہیں (اللہ تعالیٰ کے عذاب کا)، اسکے متعلق کچھ خبریں انہیں پہنچیں گی۔[۵]

تشریح : یہ مشرکینِ مکہ کو خطاب ہے کہ آسمانوں اور زمین اور اسکی تمام مخلوقات کو بنانے والا اور اس کائنات کا انتظام کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ بات انکے ماحول سے بھی ثابت ہے لیکن اگر انکے پاس کوئی معجزہ ہم بھیج دیتے ہیں تو اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی بجائے

مذاق اُڑاتے ہیں۔ وہ یہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں کہ کائنات کی تمام چیزیں صرف ایک اللہ تعالیٰ بنا سکتا ہے، اسلئے انہوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے مختلف خدا بنا رکھے ہیں جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ برابری کا دَرجہ دیا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک دفعہ ایک شخص سے پوچھا کہ ''تمہارے کتنے خدا ہیں؟'' اس نے کہا کہ ''پانچ (۵)''۔ پھر پوچھا کہ ''وہ کہاں ہیں؟'' اس نے جواب دیا کہ ''چار (۴) زمین پر ہیں اور ایک (۱) آسمان پر''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ بتاؤ کہ جب تمہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو زمین والوں کو پکارتے ہو یا آسمان والے کو؟'' تو اس نے کہا کہ ''آسمان والے کو''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر چار (۴) زمین والوں کو چھوڑ دو اور صرف آسمان والے کو ہی اپنا رَبّ مانو تو تم مومن ہو جاؤ گے''۔ اس نے کہا کہ ''میں اس پر ایمان لاتا ہوں''۔

یہ ایک نرم دِل مشرک تھا لیکن سخت دِل مشرک ہر نشانی کو جھٹلانے کیلئے تیار رہتے تھے۔

انسانی تاریخ میں عام طور پر مشرکین متکبر ثابت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین مکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''**اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ○**''۔ (یٰس ۳۶، آیت ۸) ترجمہ ''انکی گردنوں میں لوہے کے پٹے پہنے ہوئے ہیں جو کہ ٹھوڑیوں تک ہیں اور انکے سر اوپر اُٹھے ہوئے ہیں۔ (سخت تکبر کی وجہ سے گردنیں اکڑی ہوئیں اور سر اوپر اُٹھے ہوئے)''۔ یہ اتنے سخت متکبر تھے گویا کہ انکی گردن میں ایسی اکڑی ہوئی ہیں جیسے کسی کی گردن میں سریا ڈال دیا ہو کہ اسکی گردن کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک نہیں سکتی۔

اسی رویے کا نتیجہ تھا کہ ایسے سخت متکبرین جنگ بدر اور جنگ اُحد میں قتل ہو گئے اور باقی جو بچے، ان میں اکثریت نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ جو تکبر کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کر سکتے تھے، انکو حجۃ الوداع سے پہلے ایک اعلان کے ذریعے ملک بدر کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جسکے دِل میں ایک رائی کے برابر بھی تکبر ہے، وہ جنت میں نہیں جائے گا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ
فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ
عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ص وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ م
بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝٦ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا
فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ وَقَالُوْا لَوْلَآ
اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ط وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ

ترجمہ◄ (آیات ٦ سے ١٨) کیا انہوں (یعنی مشرکین مکہ) نے غور نہیں کیا کہ ان سے پہلے ہم کتنی ایسی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے زمین پر ایسا اقتدار دیا تھا جو انکو نہیں دیا۔ ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور نیچے دریا بہا دیئے (لیکن انہوں نے ہمارا شکر اَدا نہ کیا اور اپنی نافرمان زندگی پر فخر کرتے رہے) پھر ہم نے انکو انکے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر ڈالا اور انکی جگہ دوسری قوموں کو لے آئے۔[٦]

اے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! اگر ہم تجھ پر ایک ایسی کتاب اُتار دیں جو کہ کاغذ پر لکھی ہو اور یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے اسکو مَس بھی کر لیں تو پھر بھی مشرکین یہی کہیں گے کہ یہ تو جادوگری ہے۔[٧]

یہ (کافر) مطالبہ کرتے ہیں کہ اس رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کیساتھ فرشتہ کیوں نہیں اُترا (انہیں معلوم ہونا چاہیے) کہ اگر ہم فرشتہ اُتار دیں پھر تو

الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿٨﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا
لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَقَدِ
اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ
سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١٠﴾ قُلْ
سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١١﴾ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ
لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ
اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَهٗ

ہم فیصلہ ہی کر دیں (یعنی عذاب کا فیصلہ) اور انہیں کوئی مہلت نہ ملے۔[٨]

(بفرضِ محال) اگر ہم فرشتہ اُتار بھی دیں تو بھی وہ انسان کی صورت میں ہی ہوگا اور ہم پھر انہیں اسی شبہ میں ڈال دیں گے جس میں وہ اَب ہیں۔[٩]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! یاد رکھ کہ تجھ سے پہلے بہت سے رسولوں سے مذاق کیا جا چکا ہے پھر آخر مذاق کرنے والوں پر وہی کچھ مسلّط کیا گیا جسکا وہ مذاق اُڑاتے رہے تھے۔ (یعنی عذاب مسلط کر دیا)[١٠]

ان سے پوچھو کہ کیا تم نے زمین میں چل پھر کر دیکھا ہے کہ **جھوٹے لوگوں کا ہم نے کیا حشر کیا**۔[١١]

ان سے ذرا پوچھو تو کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ کس کا ہے؟ بتا دو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر رحم فرمانا اپنے اوپر لازم فرما لیا ہے

مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿١٣﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ
اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا
تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٤﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ
عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾ مَنْ يُّصْرَفْ
عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾

(اسلئے تمہیں مہلت دی جا رہی ہے) پھر اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دِن جمع فرمائیگا جسکے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ لوگ جو اپنے آپکو نقصان میں ڈال رہے ہیں، وہ (آخرت پر) ایمان نہیں لا رہے۔[۱۲]

جو کچھ (کائنات میں) رات اور دِن میں موجود ہوتا ہے (یعنی ہر وقت)، وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے (کسی بت کا نہیں ہے یا کسی اَور مخلوق کا نہیں ہے)۔ وہ سب کچھ سننے والا اور ہر چیز کا علم رَکھنے والا ہے۔[۱۳]

ان سے کہو کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اَور کو **سرپرست بنالوں** حالانکہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا تو وہ ہے اور وہی ہے جو کھلاتا (پلاتا) ہے اور خود نہیں کھاتا۔ انکو بتادو کہ مجھے تو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں ہی اسکے آگے سرِ تسلیم خم کروں اور ہرگز شرک نہ کروں۔[۱۴]

انکو بتادو کہ میں اس بڑے دِن کے عذاب سے ڈَرتا ہوں کہ اپنے رَبِّ کریم کی نافرمانی کروں۔ (یعنی قیامت کے دِن سے)[۱۵]

جو اس دِن کے عذاب سے بچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرمایا اور

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١٨﴾

دَراصل یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔[١٦]

اور اللہ تعالیٰ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا تمہیں اس سے بچانے والا کوئی نہیں ہے اور اگر وہ تمہیں کوئی خیر عطا فرمائے تو وہی ہر چیز پر قادر ہے (کوئی دوسرا عطا نہیں کرسکتا) وہ اپنے بندوں پر غالب ہے، دانا اور باخبر ہے۔[١٧-١٨]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کافروں (مشرکین) کو ہدایت دے رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا مالک وہی اکیلا مالک ہے۔ نہ کوئی بُت، نہ سورج چاند ستارے، نہ کوئی نبی اور نہ کوئی ولی مالک ہے۔ ساری کائنات کا انتظام اس اکیلے کے ہاتھ میں ہے۔ جو اسکی نافرمانی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اسکو سزا دینے پر پوری قدرت رَکھتا ہے۔ کوئی بُت یا کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کو اس بات سے نہیں روک سکتی کہ وہ کسی کو ہلاک کر دے یا کسی کو رحمت سے نواز دے لیکن اسکا عام طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کے گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہے یا انہیں مہلت دیئے جارہا ہے اور پھر آخرت میں پورا پورا حساب ہوگا۔

ایک دِن ساری کائنات کو فنا کیا جائیگا اور پھر اسے دوبارہ زندہ کیا جائیگا اور ہر ایک انسان سے پورا پورا اسکے اعمال کا حساب لیا جائیگا۔

اگر کوئی ان باتوں پر ایمان لے آئے کہ اس نے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور وہ اسکے مطابق عمل کرے تو یہ اسکے اپنے فائدے میں ہے۔ اگر وہ آخرت کو مانتا بھی ہے لیکن اسکے اعمال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نہیں ہیں تو وہ خود اپنے ہی نقصانات کا ذِمہ دار ہے، اللہ تعالیٰ اس پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ قف شَهِیْدٌۢ
بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۟ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ
مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا
هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝۱۹
اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ
اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا
یُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۹ سے ۳۱) ان سے پوچھو کہ کس کی گواہی سب سے بڑے دَرجے کی ہے؟ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کی۔ وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور یہ کہ یہ قرآن حکیم میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ تمہیں اور جسکو یہ پہنچے خبردار کر دے۔ کیا یقیناً تم (اے مشرکو!) یہ گواہی دے سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ کوئی دوسرا خدا بھی ہے۔ تم (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) کہہ دو کہ مَیں تو یہ گواہی ہرگز نہیں دیتا اور کہہ دو کہ دَراصل وہی ایک ہی رَبِّ کریم ہے اور مَیں اس شرک سے لاتعلق ہوں جو تم اختیار کرتے ہو۔[۱۹]

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (یعنی تورات وانجیل) دی ہے، وہ اس بات (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت) کو اچھی طرح جانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو۔ جنہوں نے اپنے آپکو خسارے میں ڈالا، وہ اس (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر ایمان نہیں لاتے۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ

كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ
﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا
مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى
اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ
مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً
اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ
اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ
يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

پر جھوٹ باندھے یا اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ کو جھوٹا سمجھے۔ ایسے ظالم کبھی کامیاب ہونے والے نہیں ہیں۔[۲۰-۲۱]

جس دِن ہم ان سب کو اکٹھا کرینگے پھر ان سے حساب لیں گے اور پوچھیں گے کہ تمہارے شریک اب کہاں غائب ہو گئے جن کو تم خدا بنایا ہوا تھا۔[۲۲]

اس وقت ان سے کوئی بات نہ بن سکے گی سوائے اسکے کہ وہ کہیں کہ قسم ہے ہمارے رَبّ کی! ہم ہرگز شرک نہیں کیا کرتے تھے۔[۲۳]

دیکھو یہ اس وقت کس طرح اپنے ہی خلاف جھوٹ بولتے ہیں اور جو کچھ شرک انہوں نے گھڑ رکھا تھا، وہ سب وہاں سے غائب ہو جائے گا۔[۲۴]

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمہاری بات تو سنتے ہیں مگر انکے

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ
عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾
وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا
نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ
قَبْلُ ۚ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ

دِلوں پر ہم نے پَردے ڈال دیئے ہیں تا کہ وہ کچھ نہ سمجھیں اور انکے **کان بوجھل** کر دیئے ہیں۔ انکا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی بھی دیکھ لیں، وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ حد یہ ہے کہ جب وہ کافر تمہارے پاس آتے ہیں تو جھگڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو پُرانی داستانیں ہیں۔[۲۵]

وہ (مشرکین) اس (یعنی قرآن حکیم) سے دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں اور خود بھی دُور رہتے ہیں۔ وہ اس حرکت سے خود اپنے آپکو ہلاک کر رہے ہیں لیکن اسکا انہیں شعور نہیں ہے۔[۲۶]

کاش! تم انکی حالت اس وقت دیکھو جب وہ آگ کے سامنے کھڑے ہونگے اور کہیں گے، کاش! ہم پھر واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اپنے رَبِّ کریم کی ہدایات کو نہیں جھٹلائیں گے اور ہم ان پر ایمان لے آئینگے (اور عمل کرینگے)۔[۲۷]

ہرگز نہیں! جس بات کو ہم نے پہلے چھپایا ہوا تھا (یعنی آگ)، اب ان پر ہم نے ظاہر کر دی ہے تو یہ ایسی بات کہہ رہے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر انکو واپس لوٹا بھی دیا جائے تو پھر وہی کچھ کرینگے جن سے انکو منع کیا گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔[۲۸]

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا
وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى
رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى
وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ
حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا
عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ
عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

وہ کہتے ہیں کہ بَس یہی زندگی، ہماری زندگی ہے اور ہم دوبارہ اُٹھائے نہیں جائیں گے۔[۲۹]

کاش! کہ وہ اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے رَبّ کے سامنے کھڑے ہونگے تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا، کیا یہ (دوبارہ زندہ ہونا) سچ نہیں ہے؟ کہیں گے، اے ہمارے رَبّ! یہ بالکل ٹھیک ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائیگا تو اب تم اپنے جھوٹ بولنے کی سزا میں عذاب کا مزہ چکھو۔[۳۰]

نقصان اُٹھایا ان لوگوں نے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات (یعنی آخرت وقیامت) کو جھٹلایا حتیٰ کہ جب وہ گھڑی یکدم ان پر آ جائیگی تو کہیں گے، افسوس! ہم سے اس معاملہ میں غلطی ہوگئی اور وہ اپنی کمروں پر بوجھ اُٹھائے ہوئے ہونگے۔ کیسا بُرا ہوگا وہ بوجھ جو انہوں نے اُٹھا رکھا ہوگا۔[۳۱]

تشریح: مشرکین کے بارے میں ہی بیان چل رہا ہے اور یہ سوال جواب اللہ تعالیٰ اور مشرکین کے درمیان قیامت کے روز ہوگا۔ ان آیات مبارکہ میں زیادہ بحث دوبارہ زندہ اُٹھنے کی ہے

اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ کوئی شخص دوبارہ زندہ اُٹھنے پر ایمان لے آئے لیکن اسکے ساتھ زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ اس ایمان پر دِل میں ایسا شعور ہو کہ انسان جب بھی کوئی کام کرنے لگے تو اسکا دِل اسکو کہے کہ یاد رَکھ! قیامت کے دِن تو نے حساب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اگر اس بات کا ایمان لانے والے کو احساس ہو جائے تو وہ ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کو یاد رَکھے گا، اپنے حساب کتاب کو یاد رَکھے گا اور بُرے کام سے بچ جائیگا اور نیک کام کی طرف اسکا دھیان پلٹ جائیگا۔

یہ شعور انکو ملتا ہے جو نرم دِل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے اور عاجزی کرنے والے ہوتے ہیں۔ **وہ لوگ جو تکبر کرتے ہیں اور اپنی باتوں پر اور اپنے اعمال پر ڈٹے رہتے ہیں**، انکو یہ احساس نہیں ہوتا جیسے کہ ان آیات مبارکہ میں بتا دیا گیا ہے کہ وہ قیامت میں اقرار تو کریں گے کہ ہم سے غلطی ہوئی، اگر ہمیں واپس لوٹا دیا جائے تو ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی نصیحت و ہدایات کو جھوٹا نہیں سمجھیں گے، ان پر عمل کرینگے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر یقین رَکھیں گے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انکو لوٹا دیا جائے تو پھر یہ وہی کرینگے جو یہ پہلے کرتے رہے ہیں۔

ہمارے ہاں اس قسم کے **سخت دِل**، **ضدی** اور **جھوٹے افراد** کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ان لوگوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ان آیات مبارکہ سے نصیحت پکڑیں اور کرپشن چھوڑ دیں، امانت میں خیانت کرنا چھوڑ دیں، رشوت سے جائیدادیں بنانا چھوڑ دیں، اپنی دولت سے سود کمانا چھوڑ دیں اور لوگوں پر بلاوجہ ظلم کرنا چھوڑ دیں لیکن انکا حال ایسا ہے کہ **تکبر نے انکی عقل کو ڈھانپ رَکھا ہے**۔ کان انکے بند ہو چکے ہیں، آنکھیں انکی اندھی ہو چکی ہیں، دِلوں پر انکے پَردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکو ہدایت فرمائے اور توبہ کی توفیق دے کہ اپنے موجودہ رویّے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بندگی کی طرف آ جائیں۔

۝.....۝.....۝

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ
الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾
قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا
يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ
فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰهُمْ
نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ

ترجمہ ◄ (آیات ۳۲ سے ۴۱) (شرک کے متعلق بات جاری ہے)

(لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ) دُنیا ایک کھیل تماشا ہے (یعنی غیر سنجیدہ کام ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ جو دُنیا کی زندگی کو سنجیدگی سے بسر کریگا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کریگا، اسکے لیے کھیل تماشا نہیں ہے) بلکہ آخرت ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہیں (یعنی جو زندگی کو سنجیدگی سے بسر کرتے ہیں)۔ کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں۔[۳۲]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! ہم جانتے ہیں، جو یہ کچھ (کافر) کہتے ہیں، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے لیکن بات یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ کو جھٹلاتے ہیں۔[۳۳]

(تسلی رکھو!) تم سے پہلے بھی رسول جھٹلائے جا چکے ہیں مگر انہوں نے صبر سے کام لیا، ان اذیتوں پر اور جھٹلائے جانے پر حتیٰ کہ ہماری مدد انکو پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ کے اصولوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ پچھلے رسولوں کیساتھ جو کچھ ہوا، اسکی خبریں تمہیں پہنچ

مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ
اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِىَ نَفَقًا فِى
الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ
شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؘ
وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾
وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ
اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

چکی ہیں (رسولوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے)[۳۴]

اگر انکی بے رُخی تمہارے لیے نا قابل برداشت ہے تو اگر تم میں طاقت ہے تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو یا آسمان میں سیڑھی لگا لو اور انکے پاس کوئی معجزہ (نشانی) لانے کی کوشش کرو۔ (بات کو سمجھو)۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سب کو ہدایت دے دیتا لہٰذا نادان مت بنو۔[۳۵]

تمہاری بات کا جواب تو وہ دینگے جو غور سے سننے والے ہیں۔ (باقی لوگ جو مُردوں کی طرح بہرے ہیں، وہ تمہاری بات پر کوئی دھیان نہیں دینگے) ان مُردہ دِل لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ (بہرے ہی) قیامت کے دِن اُٹھائے گا پھر اسی کی طرف (حساب کیلئے) بلائے جائینگے۔[۳٦]

یہ لوگ (یعنی کافر) کہتے ہیں کہ اس نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر کوئی معجزہ نازل کیوں نہیں ہوتا؟ انکو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر پوری قدرت رکھتا ہے کہ کوئی معجزہ (نشانی) نازل فرما دے لیکن (نہ نازل کرنے کی حکمت) اکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ
يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ط مَا فَرَّطْنَا
فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي
الظُّلُمٰتِ ط مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ط وَمَنْ يَّشَاْ
يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ
اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ
تَدْعُوْنَ ج اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ

جانتے۔[۳۷]

زمین پر چلنے والا ہر جانور اور ہوا میں اپنے پَروں سے اُڑنے والا ہر پرندہ، یہ سب تمہاری طرح کی قومیں ہیں۔ہم نے کسی چیز کو لوحِ محفوظ میں دَرج کرنے سے نہیں چھوڑا۔ یہ سب بالآخر اپنے رَبِّ کریم کے پاس جمع کیے جائینگے۔[۳۸]

جن لوگوں نے ہماری آیات مبارکہ کو جھٹلایا، وہ بہرے اور گونگے ہیں اور وہ جہالت کے اندھیروں میں رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے، گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔[۳۹] (اللہ تعالیٰ ہدایت انہی کو دیتا ہے جو آنکھیں کھلی رَکھتے ہیں، کان کھلے رَکھتے ہیں اور **اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتے رہتے ہیں اور جو کچھ وہ دیکھتے اور سنتے ہیں، اس پر غور وفکر کرتے ہیں**)

ان سے پوچھو کہ کیا تم نے کبھی ایسا کیا ہے کہ جب تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب آئے یا کوئی مصیبت کی گھڑی آئے تو تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اَور

فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾

خدا کو پکارا ہو؟ ذرا بتاؤ اگر تم واقعتاً سچے ہو۔نہیں! بلکہ تم اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو۔ پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو دُور کر دیتا ہے۔ مصیبت کے وقت تم اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو بھول جاتے ہو۔[۴۰-۴۱]

تشریح: آیت نمبر۳۲:

دُنیا، امورِ دُنیا اور آخرت میں فرق:

(۱) امورِ دُنیا:

دُنیا کے جو کام اللہ تعالیٰ نے حلال قرار فرمائے ہیں، **وہ حق ہیں** اور آخرت میں انکا **وَزن** ہوگا اور انکا اَجر ملے گا۔ جو کام حرام ہیں، وہ **باطل** ہیں۔ انکا آخرت میں **کوئی وزن نہیں** ہوگا۔ نہ ہی اس دُنیا میں انکا فائدہ ہوگا، اسلئے یہ کام مستحق سزا ہے، یہ دُنیا ہے اور کھیل تماشا ہے کیونکہ کھیل تماشے میں آپکو کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ وقت ضائع کر کے آپ گھر آ جاتے ہیں۔

(۲) دُنیا:

حرام کاموں کو کرنا دُنیا ہے۔ یہ کام باطل ہیں اور کھیل تماشا ہیں اور بے وزن ہیں
حلال کاموں کو حرام طریقے سے کرنا بھی دُنیا ہے اور کھیل تماشا ہے۔
حلال کاموں کو حلال طریقے سے کرنا حق ہے اور اسکا **وَزن** ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے طریقے پر کرنا بہترین طریقہ ہے۔
ہر حق کا وَزن ہے اور کسی بھی باطل کا کوئی وَزن نہیں ہے۔

(۳) آخرت:

جو کام حلال ہے اور حلال ہی طریقے سے کیا جاتا ہے (طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر) یہ آخرت ہے۔ اسکا وَزن ہوگا۔ وہ اس دُنیا میں بھی فائدہ مند ہے اور

آخرت میں بھی فائدہ مند ہوگا لہٰذا یہ کھیل تماشا نہیں ہے۔

اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان پر لازم ہے اور یہ بہترین عمل ہے اگر یہ اُمت میں مسلسل جاری رہے تو اُمت سیدھے راستے پر رہتی ہے۔ اگر یہ عمل اُمت کے لوگ چھوڑ دیں تو اُمت بے راہ ہو جاتی ہے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر لعنت فرمائی کیونکہ انہوں نے **بُرائیوں پر ایک دوسرے کو روکنا چھوڑ دیا تھا**۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''**لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ ۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝**''۔ (المائدۃ ۵، آیات ۷۸-۷۹) ترجمہ ''بنی اسرائیل کے کافروں (وہ لوگ جو تورات میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں کرتے تھے) پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانوں سے لعنت کی گئی اسلئے کہ وہ نافرمانیاں کرتے ہیں اور حدود اللہ سے تجاوز کرتے۔ **یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے روکتے نہیں ہیں**۔ یقیناً بہت بُرا رویہ ہے جو انہوں نے اختیار کیا ہوا ہے''۔

اے ایمان والو! جان لو کہ اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر مومن پر فرض ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو تم میں سے بُرا کام دیکھے تو اسے **ہاتھ** سے روک دے۔ اگر اسکی طاقت نہیں رکھتا تو **زبان** سے روک دے۔ اگر اسکی طاقت بھی نہیں رکھتا تو **دِل** سے اسکو بُرا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۹۰۸)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ ''حدود اللہ (اللہ تعالیٰ کے احکامات) پر قائم رہنے والے اور ان پر عمل نہ کرنے والوں کی مثال اس قوم جیسی ہے جو قرعہ اندازی کر کے سمندر میں ایک کشتی میں سوار ہوئی۔ بعض اوپر کی منزل پر بیٹھے اور بعض نیچے کی منزل پر۔ جو لوگ نیچے تھے، وہ پانی لینے کیلئے اوپر جاتے اور اوپر والوں پر پانی گرا دیتے تھے۔ اوپر والوں

نے کہا کہ ہم تمہیں پانی لینے کی اجازت نہیں دیتے کیونکہ تم ہمیں تکلیف دیتے ہو۔اس پر نیچے والوں نے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے، ہم نیچے سے کشتی میں ایک سوراخ کر لیتے ہیں، اس میں سے پانی لے لیں گے۔اگر اوپر والے انکے ہاتھ پکڑ کر انہیں سوراخ کرنے سے روک دیں گے تو سب محفوظ رہیں گے ورنہ سب کے سب غرق ہو جائینگے''۔(ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۹۹۴)

نوٹ: اوپر والے لوگ علماء باعمل اور صالح حکمران ہوتے ہیں۔

اگر اوپر والے لوگ خود ٹھیک نہ ہوں اور صراطِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہوں تو پھر ساری قوم صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتی ہے کیونکہ صراطِ مستقیم پر قوم کو چلانے کیلئے ضروری بات ہے کہ اچھے کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور بُرے کام کرنے والوں کو سزا دی جائے لیکن ہمارے موجودہ حالت یہ ہے کہ اوپر والے خود صراطِ مستقیم سے بہت دُور نکل گئے ہیں تو وہ دوسروں کا ہاتھ کیسے پکڑ سکتے ہیں۔

علماء کے وعظ اور تقریریں اور دَرس کی مجلسیں ایسی ہوتی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○**''۔(الصّف ٦١، آیات ۲-۳) ترجمہ ''اے ایمان لانے والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہیں جو تم خود نہیں کرتے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی ناپسندیدہ بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے''۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک زمانہ آئے گا کہ تمہارے حاکم بُرے ہوں گے۔تم ان سے عداوت رَکھو گے اور وہ تم سے عداوت رَکھیں گے۔تم ان پر لعنت بھیجو گے اور وہ تم پر لعنت بھیجیں گے''۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ ''کیا ہم انکو پھینک دیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''نہیں! جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں''۔(ماخذ از مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۵۰۰)

○.....○.....○

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ
بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْ لَآ اِذْ
جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا
نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ
شَيْءٍ ط حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ
بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ط وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ

ترجمہ◄ (آیات ۴۲ سے ۵۴) (مشرکین کے بارے میں بات چل رہی ہے)

تم سے پہلے ہر قوم میں ہم نے رسول بھیجا اور قوم کو **تکلیفوں** اور **مصیبتوں** میں ڈالا تا کہ وہ ہمارے سامنے عاجزی کریں۔[۴۲] (تا کہ ہم پر یکسو ہو کر ایمان لائیں)

پھر ایسا ہوا کہ جب ان پر مصیبتیں اور تکلیفیں آئیں تو انہوں نے عاجزی اختیار نہیں کی بلکہ انکے دِل اَور زیادہ سخت (یعنی مغرور) ہو گئے اور جو وہ بُرائیاں کرتے تھے، شیطان نے انکو ان کیلئے مزید خوشنما بنا دیں۔[۴۳]

پھر جب انہوں نے ہماری نصیحتوں کو بالکل ہی بھلا دیا تو ہم نے ہر نعمت کے دروازے ان پر کھول دیئے (تا کہ وہ تنگدستی اور خوشحالی دونوں حالتوں میں اچھی طرح آزمائے جائیں) اور یہاں تک کہ جو نعمتیں انہیں دی گئیں تھیں، اس پر اِترانے (یعنی تکبر کرنے) لگے تو ہم نے یکدم انکو پکڑ لیا اور وہ سخت مایوس ہو گئے۔[۴۴]

وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ
بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ
يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ
بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ
فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

پھر ہم نے انکی جڑ کاٹ کر رکھ دی جنہوں نے ظلم کیا (ہماری نافرمانی کی) اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رَبّ تعالیٰ ہے۔[۴۵]

ان سے پوچھو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت (یعنی سننے کی صلاحیت) اور بصارت (یعنی دیکھنے کی صلاحیت) کو ختم کر دے اور تمہارے دِلوں (دِل و دماغ) پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کون سا رَبّ ہے جو انکو واپس لا سکے؟ دیکھو ہم کس کس طرح اپنی ہدایات انکو سمجھاتے ہیں لیکن پھر بھی یہ کس طرح منہ موڑے رہتے ہیں۔[۴۶] (یعنی مشرکین مکہ)

ان سے پوچھو کہ کبھی تم نے غور کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً یا اعلانیہ تم پر عذاب آ جائے تو کیا ظالموں (یعنی گناہگاروں، مشرکوں) کے علاوہ کوئی اَور قوم ہلاک ہوگی؟ (یعنی ظلم ہی انکے عذاب کی وجہ بنتا ہے۔ جس قوم میں عدل ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں آتا)[۴۷]

ہم رسولوں کو صرف اسلئے بھیجتے ہیں کہ وہ (نیکوں کو اچھی زندگی کی) بشارت دیں اور (بُروں کو بُری زندگی یعنی جہنم سے) ڈرائیں۔ یاد رکھو جس نے ہماری باتوں (یعنی حکموں) کو مان لیا اور اپنے اعمال درست کر لیے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ
الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ
عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ
لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا
تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ
يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ
وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ

کوئی رَنج۔[۴۸]

اسکے برعکس جن لوگوں نے ہماری ہدایات (حکموں) کو ماننے سے انکار کیا تو انکے لیے جو نافرمانیاں وہ کرتے تھے، اسکی وجہ سے سخت عذاب ہوگا۔[۴۹]

انکو بتا دو کہ میں نہ تو یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں، نہ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ مجھے غیب کا علم ہے اور نہ ہی میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اس وحی پر عمل کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ ان سے کہہ دو! بھلا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ **کیا تم سوچتے نہیں**؟[۵۰]

اور تم ایسے لوگوں کو اس (قرآن کریم) کے ذریعے خبردار کر دو جو کہ خوف بھی رَکھتے ہیں کہ انکے رَبّ تعالیٰ کے سامنے اکٹھے ہونا ہے اور وہاں ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مددگار ہوگا، نہ کوئی سفارشی۔ ایسی نصیحت سے بہت ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتے رہیں۔[۵۱]

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ
وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا
مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ
فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ
بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذَا
جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ

اور جولوگ اپنے رَبِّ کریم کو **رات دِن** پکارتے ہیں، وہ اسی کی رَضا چاہتے ہیں۔ **انہیں اپنے سے دُور نہ کرو۔** (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) انکے حساب میں سے تم پر کوئی بوجھ نہیں ہے اور نہ تمہارے حساب میں سے ان پر کوئی بوجھ ہے (تم اپنے حساب کے ذِمہ دار ہو، وہ اپنے حساب کے ذِمہ دار ہیں) اگر تو انکو اپنے سے دُور کردیگا تو پھر تمہارا حشر بھی ظالموں کیساتھ ہوگا۔[۵۲] (معلّم اگر اپنے شاگردوں سے پیار نہیں کریگا تو اسکا یہ رویہ ظلم تصور کیا جائیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اُمت کے معلّم ہیں۔[نسائی])

ہم نے اس طریقہ سے بعض لوگوں کو بعض لوگوں سے آزمایا ہے (یعنی بُرے لوگوں کو اچھے لوگوں سے اور اچھے لوگوں کو بُرے لوگوں سے) اور وہ (بُرے لوگ) کہتے ہیں کہ کیا یہ ہیں وہ لوگ (اچھوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں) کہ جن پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوئی؟ (کیا وہ جانتے نہیں کہ) **اللہ تعالیٰ شاکرین کا علم رکھتا ہے** (اور وہ شاکرین کو ہی اپنی رحمت سے نوازتا ہے اور بُرے لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا

عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا ۢ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

نہیں کرتے، اسلئے ہم ان پر مہربانی نہیں کرتے)[۵۳]

جب اہلِ ایمان جو ہماری ہدایات پر ایمان لا چکے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کے پاس آئیں تو ان پر سلامتی بھیجا کرو (کیونکہ) **اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر مخلوق پر رحم فرمانا لازم فرما لیا ہے** یہاں تک کہ تم میں سے اگر کوئی جہالت (لاعلمی، بلا ارادہ) کی وجہ سے بُرائی کر بیٹھے لیکن پھر **توبہ** کر لے اور اپنے عمل کو درست کر لے تو ہم اس پر رحم فرمانے والے اور بخشنے والے ہیں۔[۵۴]

تشریح: (مشرکین کے بارے میں ہی بات چل رہی ہے) اللہ تعالیٰ ہر انسان اور ہر قوم کو آزماتا ہے۔ کبھی انکو اپنی نعمتیں عطا فرما کر اور کبھی ان کو نعمتوں سے محروم کر کے۔

انسان اگر مصیبت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو یاد کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے۔ اگر ایک انسان مصیبت میں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے لیکن مصیبت ٹل جانے پر بُرائیوں کی طرف اور شرک کی طرف لوٹ آتا ہے تو وہ شیطان کا بندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں پورا ریکارڈ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بندہ مصیبت اور اَمن ہر وقت اللہ تعالیٰ ہی کو یاد کرتا ہے۔ شیطان کا بندہ مصیبت کے وقت تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے لیکن مصیبت ٹل جانے کے بعد وہ پھر بُرائیوں اور شرک کی طرف لوٹ آتا ہے۔

قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ یہ ریکارڈ (Record) اچھے اور بُروں کے سامنے رَکھ دیگا اور فرمائیگا کہ تم آج اپنا حساب خود کر لو، ہم کسی پر ظلم کرنے والے نہیں ہیں۔

ہر انسان کا حساب علیحدہ علیحدہ ہوگا۔ کوئی ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى**''۔(فاطر ۳۵، آیت ۱۹)

ترجمہ ''اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائیگا''۔

تعلیم اور تبلیغ کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو فرمایا کہ ایمان والوں کو اپنے سے دُور نہ کرو یعنی انکی غلطیوں کو معاف کرو، ان سے پیار کرو۔ (دیکھیں سورۃ الانعام ٦، آیت ٥٢)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔ (نسائی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''تم اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے نرم دِل ہو۔ اگر تم تُرش رُو ہوتے تو یہ ایمان والے تم سے بھاگ جاتے''۔ (دیکھیں سورۃ آلِ عمران ٣، آیت ١٥٩)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انکو نصیحت فرمائی کہ ''فرعون سے نرم بات کرنا''۔ (دیکھیں سورۃ طٰہٰ ٢٠، آیت ٤٤)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کریگا''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ١٧٥٤) قرآن کریم کی ان آیات مبارکہ اور احادیث شریف سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ استاد اور مبلغ کو نرم زبان، نرم دِل ہونا چاہیے اور اسکے رویہ میں پیار محبت اور خلوص ظاہر ہوتا ہو۔ ایسے رویہ سے طالبعلم شوق سے علم سیکھتا ہے اور شوق سے تربیت حاصل کرتا ہے۔ اگر سختی کی جائے تو رَدِّ عمل بھی سخت ہوتا ہے اور پھر سارے ماحول میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے پھر سیکھنے اور تربیت حاصل کرنے کا شوق جاتا رہتا ہے اور معلّم پھر اپنے مقصد میں فیل ہو جاتا ہے۔

○.....○.....○

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ
قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ
اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ
مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ
الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ
مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ

ترجمہ ◄ (آیات ۵۵ سے ۶۴) اس طرح ہم اپنی ہدایات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ جرم کرنے والوں کا طریقہ واضح ہو جائے۔[۵۵]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! انکو بتا دو (یعنی اہلِ مکہ اور دُنیا کے تمام مشرکوں کو) کہ مجھے تو ان چیزوں کو جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے علاوہ، انکی بندگی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ صاف کہہ دو کہ میں **تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چلوں گا**۔ اگر میں نے ایسا کیا تو نافرمان بن جاؤنگا اور مجھے کوئی ہدایت نہیں ملے گی۔[۵۶]

انکو بتا دو کہ میں تو اپنے رَبِّ کریم کی طرف سے بھیجی ہوئی واضح ہدایت پر قائم ہوں اور تم اسے جھٹلا رہے ہو۔ میرے اختیار میں تو وہ چیز ہے نہیں جسکی تم جلدی مچا رہے ہو (یعنی عذاب)۔ فیصلے کا سارا اختیار تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی سچا فیصلہ کرنے والا ہے اور وہ سب سے بہترین فیصلہ کرتا ہے۔[۵۷]

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ
لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ
وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي
ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ
مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى
اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ

انکو بتادو کہ اگر وہ چیز میرے اختیار میں ہوتی جسکی تمہیں جلدی ہے تو میرے اور تمہارے درمیان ابھی تک فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔[۵۸]

غائب کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اسکے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ ہر چیز کا علم رَکھتا ہے جو خشکی پر ہے اور جو سمندر میں ہے حتیٰ کہ ایک پتا بھی نہیں گرتا لیکن اسکا بھی اسکو علم ہوتا ہے اور نہ ہی ایک دانہ زمین کی تاریکیوں میں موجود ہو اور اسکو اسکا علم نہ ہو۔ یقین جانو کہ خشک وتَر سب ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ (یعنی لوحِ محفوظ میں)[۵۹]

وہی تو ہے جو رات کو روحیں قبض کرتا ہے (وقتی موت دیتا ہے) اور دِن کو جو تم کرتے ہو، اسکا وہ علم رَکھتا ہے۔ پھر وہ دِن نکلتے ہی تمہیں جگا اُٹھاتا ہے تا کہ تم اپنی مقرر مدت (زندگی کی) پوری کرسکو پھر اسکے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہاں

وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ
رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ ط اَلَا لَهُ
الْحُكْمُ قف وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ
يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ
تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ج لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ
مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ
كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾

وہ تمہیں بتادیگا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔[٦٠]

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پورا غلبہ رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے (فرشتے) مقرر کر کے بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب تم کو (مکمل) موت آ جاتی ہے تو اسکے بھیجے ہوئے اسکی جان نکال لیتے ہیں اور وہ غلطی نہیں کھاتے۔[٦١]

پھر سب کے سب اپنے آقائے حق (سچے خدا) کی طرف واپس لائے جائینگے۔خبردار! فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔[٦٢]

ان سے پوچھو کہ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں تمہیں کون بچاتا ہے۔تم اس وقت گڑگڑا کر اور خفیہ دُعائیں مانگتے ہو اور **وعدہ** کرتے ہو کہ اگر اس سے نجات مل جائے تو ہم تیرا شکر اَدا کرینگے۔[٦٣]

انکو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ جب اس مصیبت سے تمہیں اور دوسری ہر قسم کی تکلیف سے نجات دیتا ہے **تو تم پھر شرک کرنا شروع کر دیتے ہو**۔(اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں نہیں

کرتے جیسا کہ تم نے وعدہ کیا تھا)[٦٤]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مشرکین مکہ کو واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ جنکی تم بندگی کرتے ہو، مجھے انکی بندگی سے منع کیا گیا ہے۔ اہلِ مکہ اللہ تعالیٰ کیساتھ بندگی میں شریک کرتے تھے بتوں کو، سورج چاند اور ستاروں کو، اور اسکے علاوہ اَور بہت سی چیزوں کو مثلاً فرشتوں کو بیٹیاں بنا کر پوجتے تھے، سفر میں جنات کی پناہ مانگتے تھے اور سب سے بڑی یہ چیز ہے کہ **ہر بندگی کا مرکز انکا اپنا نفس ہوتا تھا** (یعنی اپنی خواہشات)۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جہاں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے رات کو قیام فرمایا، بارش ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعلیم کیلئے) فرمایا کہ ''جس نے یہ کہا کہ فلاں ستارے نے بارش برسائی، اس نے شرک کیا''۔

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ:

ہم نے تحریکِ پاکستان کے وقت نعرہ لگایا، ''پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ'' گویا کہ پاکستان اسلئے بنایا جا رہا ہے کہ ہم مشرکین کیساتھ نہیں رہنا چاہتے، ہم آزاد ماحول میں اپنے دِین پر عمل کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس میں کسی مشرک حکومت کی دَخل اندازی نہ ہو سکے لیکن افسوس ہے کہ حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد ہم نے اس طرف توجہ بالکل نہیں کی۔ **جو حکمران آیا، اپنی خواہشات پر حکومت چلاتا رہا**۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کا کوئی ادارہ قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے **مطابق** نہیں چل رہا۔ نظامِ تعلیم تو سو فیصد مغربی نظام ہے۔ سکول اور یونیورسٹیز کا کلچر بھی مغربی بن چکا ہے اور پورے ملک کا کلچر آہستہ آہستہ مغربی کلچر میں ڈھلتا جا رہا ہے۔ ابھی بھی وقت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور اپنی زندگیوں کو قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق بسر کریں۔ کسی دانشور نے سچ کہا ہے کہ

Its never too late to mend.

اصلاح کرنے میں کبھی دیر نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''**لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○**'' (الزمر ۳۹، آیت ۵۳) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہرگز نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ تو سب گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم فرمانے والا ہے''۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے تو جب عذاب کے آثار دیکھے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو ٹال دیا پھر وہ قوم ایک مدت تک اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گزارنے کے بعد اپنے وقت پر آخرت کو رُخصت ہوگئی۔

اب ذرا غور کریں کہ ہمارے سامنے کتنے عذاب اس وقت موجود ہیں اور کتنے ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہم ان سے سبق حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کر کے اپنے اعمال کی اصلاح کریں۔ کتنی رحم فرمانے والی وہ ذات ہے جو اَب بھی ان عذابوں کیساتھ رحم کر رہی ہے، مدد بھی کر رہی ہے لیکن ہم ہیں کہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے آپکو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ **جو قوم خود اپنے آپکو بدلنے کی کوشش نہیں کرتی، ہم اسکو بدلنے میں مدد نہیں دیتے۔**

وہ تو مدد کرنے کیلئے ایسے تیار ہے جیسے بجلی کی رَو۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''اگر تم ایک قدم اللہ تعالیٰ کی طرف آؤ گے تو وہ دس قدم تمہاری طرف آئیگا یعنی دَس گنا تمہیں مدد پہنچائے گا۔ اگر تم چل کر اسکی طرف آؤ گے تو وہ بھاگ کر تمہاری طرف آئیگا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
رہ دکھلائیں کسے، کوئی رَہروِ منزل ہی نہیں

.....

آج بھی جو ہو ابراہیم کا ایماں پیدا

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

.....

؎ کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے محبت تو رکھتے ہیں لیکن یہ صرف جذباتی محبت ہے۔ صحیح محبت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقش قدم پر چلا جائے جو کہ قرآن کریم اور احادیث شریف میں موجود ہے۔

قرآن شریف اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو سمجھنے کیلئے عربی زبان کا جاننا ضروری ہے۔ علماء کا فرض ہے کہ مدارس میں ہر بچے کو عربی زبان سکھائیں اور حکمران کا یہ فرض ہے کہ وہ سکول، کالج، یونیورسٹیز میں عربی کو لازمی مضمون کے طور پر کم از کم بی-اے کی سطح تک شامل کریں۔ یہ ایک عام فہم بات ہے کہ جس کتاب کا آپ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں، سب سے پہلے اسکی زبان آنی چاہیے مثلاً ڈاکٹر بننے کیلئے چونکہ سب کتابیں انگلش میں ہیں، اسلئے ہر طالب علم کو انگلش زبان کی ضروری دسترس حاصل ہونی چاہیے۔ اسکے بغیر وہ ڈاکٹر نہیں بن سکتا۔

اسی طرح قرآن حکیم کو سمجھنے کیلئے جب تک قرآن کریم کی زبان پر ہم دسترس حاصل نہیں کریں گے تو قرآن کریم سمجھ نہیں آئے گا۔ قرآن کریم ایک کتابِ ہدایت اور کتابِ شفا ہے۔ اگر قرآن کریم بغیر عربی کے پڑھ رہے ہیں تو نہ آپ کو ہدایت حاصل ہوتی ہے اور نہ آپ روحانی بیماریوں سے شفا حاصل کر سکتے ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اندھیرے میں چل پھر رہے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے کا علم نہیں ہے۔

جب تک سیدھے راستے کا علم نہیں ہوگا تو اس پر ہم سفر کیسے کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہماری یہ زندگی جو مسافرانہ زندگی ہے، اندھیرے میں گزر رہی ہے اور اسکے نتائج آپکے سامنے ہیں۔ کوئی حکومت صراطِ مستقیم پر نہیں چل رہی۔ جب ہم صراطِ مستقیم کی کتاب کو ہی نہیں سمجھ رہے تو صراطِ مستقیم کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ ہم نماز میں پڑھتے ہیں ''**اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ**''۔ کبھی آپ نے سوچا کہ قرآن کریم کو سمجھنے کے بغیر صراطِ مستقیم پر ہم کبھی بھی چلنے کے قابل نہیں ہو سکتے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا
مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ
شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ
نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ
قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ
﴿٦٦﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِذَا
رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ
عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا
يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ

ترجمہ ◄ (آیات ٦٥ سے ٧٣) اللہ تعالیٰ یہ طاقت رکھتا ہے کہ تم پر عذاب اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا تم کو گروہ گروہ کر کے آپس میں لڑا دے۔ دیکھو! ہم کس طرح مختلف طریقوں سے تمہیں نصیحت کرتے ہیں تا کہ تم عقل سے کام لو۔[٦٥]

تمہاری قوم (یعنی قریش) نے اس (یعنی قرآن حکیم) کو ماننے سے انکار کیا حالانکہ وہ (قرآن کریم) بالکل حق ہے۔ انکو بتا دو میں تمہارا وکیل نہیں ہوں۔ (تم اپنے ایمان اور اعمال کے خود ذِمہ دار ہو۔ میرا کام صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور بس!)[٦٦]

(عقل سے کام لو!) ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور (تم تو عذاب کے جلدی آنے کا مطالبہ کرتے ہو۔ جب وہ آئیگا تو ایمان نہ لانے کے)

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ
حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ
﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا
وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ
نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا
يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ
لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

انجام کا تمہیں بالآخر پتہ چل جائیگا۔ (کہ عذاب کیا چیز ہوتی ہے)[٦٧]

جب تم انکو دیکھو کہ ہماری ہدایات کا مذاق اُڑا رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جایا کرو جب تک کہ وہ کسی اَور اچھی بات میں نہ لگ جائیں۔ اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو جب تمہیں یاد آئے تو ان ظالمین کے پاس مت بیٹھو۔[٦٨]

انکے حساب میں سے کسی چیز کی ذِمہ داری فرمانبردار لوگوں پر نہیں ہے لیکن انکو نصیحت کرنا تم پر لازم ہے۔[٦٩]

جو لوگ اپنے دِین کو کھیل تماشا (یعنی غیر سنجیدہ) بناتے ہیں، انکا پیچھا چھوڑ دو۔ انکو دُنیا کی زندگی نے فریب میں مبتلا کیا ہوا ہے لیکن اس قرآن حکیم کے ذریعے انکو نصیحت کرتے رہو تا کہ وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے گرفتار نہ ہو جائیں۔ پھر انکا اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا۔ اگر وہ ہر چیز فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹنا چاہیں گے تو وہ بھی قبول نہ کیا جائیگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خود

يَكْفُرُوْنَ ۝٧٠ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا
اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ
حَيْرَانَ ص لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى
ائْتِنَا ط قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ط وَاُمِرْنَا
لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٧١ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاتَّقُوْهُ ط وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝٧٢ وَهُوَ

اپنے اعمال کے نتیجہ میں پکڑے جائینگے اور انکے لیے کھولتا ہوا پانی ہوگا اور دَردناک عذاب کیونکہ وہ (اللہ تعالیٰ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور قرآن حکیم کو) ماننے سے انکار کرتے تھے۔[۷۰] (کفر کرتے تھے) (یہ مشرکین کے بارے میں کہا جارہا ہے)

انکو بتاؤ (کیا تم عقل نہیں رَکھتے) کہ ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان سے اپنی حاجات (دُعائیں) مانگیں جو نہ ہمیں نفع پہنچانے کے قابل ہیں اور نہ نقصان دینے کے (اگر ہم ایسا کریں تو گویا کہ) پھر تو ہم اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بعد اپنی ایڑیوں پر اُلٹے پھر گئے اور اُلٹے بھی اس طرح پھرے جیسے شیطان کسی کو (جنگلوں اور صحراؤں میں) بھٹکا ہوا چھوڑ دے اور وہ پریشان پھر رہا ہو جبکہ اسکے ساتھی اسے پکار رہے ہوں کہ اِدھر آؤ، یہ ہے سیدھی راہ ہمارے پاس۔ (ایسی ہی حالت ہے تمہاری اے مشرکین مکہ)

انکو بتادو کہ **صحیح رہنمائی تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے** (نہ کہ وہ ہدایت جو تمہارے آباؤ و اجداد کرتے رہیں ہیں اور نہ ہی کوئی دوسری مخلوق جیسے شیطان) ہمیں (یعنی مومنین کو) تو حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے رَبِّ کریم کی

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَیَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ۚ۬ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۷۳

فرمانبرداری تسلیم کرلیں۔[۷۱]

اور یہ کہ نماز قائم کریں اور نافرمانی سے بچیں۔ (مت بھولو) کہ تم نے اسی کے پاس اکٹھے ہونا ہے۔[۷۲]

وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ (یعنی سچائی کی بنیادوں پر) پیدا فرمایا۔ (جہاں تک عذاب کا تعلق ہے جسکی تم جلدی مچا رہے ہو) تو جس دِن وہ کہے گا، ''ہو جا'' تو وہ فوراً ہو جائیگا۔ اسکی ہر بات سچی ہے۔ بادشاہت اسی کی ہوگی جس دِن صور پھونکا جائیگا۔ وہ ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہ کامل دانا ہے اور ہر چیز سے باخبر ہے۔[۷۳]

تشریح: (بات مشرکینِ مکہ کے بارے میں ہی چل رہی ہے)

مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی توحید سے انکار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو نبی ماننے سے انکار کیا۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب ماننے سے انکار کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھی بھیجے جیسے مکہ کا قحط، جنگِ بدر، اُحُد اور احزاب وغیرہ

آج کل گروہ بندی جسکا ذِکر قرآن کریم کی آیات مبارکہ ۶۵، سورۂ انعام ۶ میں بیان ہوا ہے، ہمارے لیے بہت بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک قسم کا عذاب ہے۔ کچھ گروہ بندی سیاست کی وجہ سے ہے لیکن زیادہ گروہ بندی مذہبی فرقوں کی وجہ سے ہے۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''**سخت جھگڑالو، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے**''۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم حدیث ۳۵۸۷) اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت کی توفیق عطا فرمائے [آمین]

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا
اٰلِهَةً ج اِنِّيْٓ اَرٰكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٤﴾
وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ
عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ج قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ
اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ
بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ
يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾

ترجمہ◄ (آیات ۷۴ سے ۷۸) (سیدنا حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے والد آزر سے کہا کہ کیا تم لوگوں نے **بتوں** کو رَبّ بنا رکھا ہے؟ مَیں تو تم لوگوں اور تمہاری قوم کو واضح گمراہی میں دیکھتا ہوں۔[۷۴]

ہم نے (سیدنا حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کا **نظامِ بادشاہت** (کہ یہ کس کا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا ہے یا کسی اَور کا) دکھایا تا کہ اس (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام) کا یقین پختہ ہو جائے۔[۷۵]

چنانچہ جب رات طاری ہوئی تو اس نے ایک تارا دیکھا۔ کہا! یہی میرا رَبّ ہے مگر جب وہ ڈوب گیا تو کہنے لگے کہ ڈوب جانے والوں کو میں پسند نہیں کرتا (یعنی یہ رَبّ نہیں ہوسکتا)[۷۶]

پھر جب چاند چمکتا دیکھا تو کہا، یہی میرا رَبّ ہے لیکن جب وہ ڈوب گیا تو کہا، اگر میرا رَبِّ کریم مجھے ہدایت نہ بخشے تو مَیں تو گمراہ ہو جاؤنگا۔[۷۷]

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾

پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ ہے میرا رَبّ، یہ سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو (سیدنا حضرت) براہیم (علیہ السلام) کہنے لگے، اے میری قوم! میں ان سب سے لاتعلق ہوں جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو۔

(یعنی تمام غیر اللہ اشیاء جن کو انہوں نے خدا بنایا ہوا تھا۔ بت، سورج، چاند، ستارے وغیرہ)[۷۸]

تشریح: **سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام** نے یہاں اپنی قوم کو منطق سے سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ رَبِّ کریم کون ہوسکتا ہے مثلاً آپ علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ تم بتوں کو پوجتے ہو جن کو تم نے اپنے ہاتھوں سے پتھروں سے تراش تراش کر بنایا ہے۔ نہ وہ دیکھنے والی آنکھیں رَکھتے ہیں، نہ سننے والے کان رَکھتے ہیں، نہ بولنے والے ہونٹ رَکھتے ہیں، نہ وہ چل سکتے ہیں، نہ وہ اُٹھ بیٹھ سکتے ہیں، نہ وہ تمہارا کوئی نقصان کر سکتے ہیں، نہ وہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ تمہارے رَبّ بن جائیں؟ ذرا غور تو کرو کہ تم اور تمہاری قوم غلط راستے پر ہیں۔

یہ تمہارے رَبّ نہیں ہوسکتے۔

پھر **سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام** نے انسان کے ماحول سے اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی کہ دیکھو! یہ سورج، چاند، ستارے جو نکلتے ہیں اور ڈوبتے ہیں، یہ بھی رَبّ نہیں ہوسکتے، انکو رَبّ سمجھنا بھی بڑی سخت غلطی ہے کیونکہ رَبّ تو ہمیشہ زندہ و جاوید رہنے والا ہے۔ پھر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میری بات مانو اور ان ارباب کو جن کو تم نے صحیح رَبّ سمجھا ہوا ہے، چھوڑ دو۔ ایک رَبِّ کریم کے سوا کوئی دوسرا رَبّ نہیں ہوسکتا۔ تمہارے سامنے کی بات ہے کہ ایک ملک کے دو بادشاہ نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح ایک کائنات کے ایک رَبّ سے زیادہ رَبّ نہیں ہوسکتے۔

جیسے ہم اپنی ہر حاجت کیلئے اپنے بادشاہ کے پاس جاتے ہیں اور وہ ہماری بات

سنتا ہے اور ہماری حاجت کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسی طرح کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ اکیلا رَبِّ کریم ہے جسکے پاس ہمیں ہر حاجت پیش کرنی چاہیے۔ اسکے لیے یہ درست ہے کہ ہم ایک دوسرے کو وسیلہ بنا سکتے ہیں۔ بادشاہ کو، وزیر کو، افسر کو حاجت کیلئے کہہ سکتے ہیں لیکن بادشاہ سے، وزیر سے، افسر سے کام کروانا اس رَبِّ کریم کا ذمہ ہے جو رَبّ العالمین ہے۔

ہم کسی دُنیاوی وسائل پر بھروسہ نہیں کر سکتے کیونکہ تمام وسائل اسی کے کنٹرول میں ہیں۔ وہ اجازت دے گا تو وہ وسائل ہمارے لیے منافع بخش ہونگے۔ اگر وہ اجازت نہیں دیگا تو وہ وسائل ہمارے لیے نقصان دہ ہونگے۔

یہ تمام رَبّ جو تم لوگوں نے بنائے ہوئے ہیں، یہ تو وسیلہ بھی نہیں بن سکتے کیونکہ یہ نہ تو کھاتے پیتے ہیں، نہ آپکی بات سنتے ہیں اور نہ آپکو جواب دے سکتے ہیں۔

اس لیے انکو رَبّ ماننا یا رَبّ کا شریک بنانا اور انکو اپنی حاجات کیلئے **وسیلہ** بنانا سراسر رَبّ العالمین کی ہدایات کیخلاف ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے جو تم لوگ کر رہے ہو اور اللہ تعالیٰ اسکو ظلم عظیم کہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ **مجھ تک بغیر کسی وسیلہ کے پہنچو**

حضرت قطن بن قبیصہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''پرندے کے نام سے کنکری پھینک کر اور پرندہ اُڑا کر فال لینا بت پرستی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۳۷۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''شگون لینا شرک ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۳۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو کسی نجومی کے پاس جائے اور اس سے کوئی بات پوچھے تو اسکی چالیس دِن کی نمازیں قبول نہیں کی جاتیں''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۳۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے علم نجوم کا ایک حصہ حاصل کیا، اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا۔ نجومی کاہن ہے۔ کاہن جادوگر ہے اور جادوگر کافر ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۳۹۹)

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿٧٩﴾ ج
وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ط قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ
هَدٰىنِ ط وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ
رَبِّیْ شَیْئًا ط وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ط اَفَلَا
تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا
تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ
عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ط فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ج

ترجمہ◄ (آیات ۷۹ سے ۸۳) (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے سب کی طرف سے اپنا منہ موڑا اور) اس ذاتِ مقدس کی طرف یکطرفہ ہوکر رُخ کرلیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں ہرگز کسی کو اسکا شریک نہیں ٹھہراتا۔[۷۹]

اسکی قوم جھگڑنے لگی۔ اس نے کہا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے معاملے میں مجھ سے جھگڑتے ہو جبکہ وہ مجھے ہدایت دے چکا ہے۔ میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے نہیں ڈرتا مگر یہ کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے (میں اسی پر راضی ہوں)۔ میرا ربّ کریم تمام چیزوں کا علم رَکھنے والا ہے۔ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کروگے۔[۸۰]

میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیوں ڈَروں جبکہ تم اللہ تعالیٰ کیساتھ انکو شریک بناتے ہوئے نہیں ڈَر رہے جسکی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند (ثبوت) نازل نہیں فرمائی۔ مجھے بتاؤ اگر تم واقعتاً علم رَکھتے ہو کہ ہم دونوں میں سے کون **اَمن** کا مستحق ہے؟[۸۱]

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا
اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ
مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى
قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ
حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

اَمن اور ہدایت کے مستحق تو وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان لائیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے آلودہ نہیں کرتے۔[۸۲]

یہ تھی ہماری بحث جو ہم نے (سیدنا حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو انکی قوم کے مقابلہ میں سکھادی۔ ہم جسکو چاہتے ہیں، بلند دَرجات عطا فرماتے ہیں۔ **یقیناً تیرا رَبّ کریم حکمت والا اور علم والا ہے**۔[۸۳] (کامیاب حکمرانی کیلئے یہ دو بنیادی اوصاف نہایت ضروری ہیں)

تشریح: یہ ایک آفاقی سچائی (Universal Truth) ہے کہ جو شخص یا قوم حق پر ہوتی ہے، وہ زیادہ بحث میں نہیں اُلجھتی، اسلئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ ''**خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝**''۔ (الاعراف ۷، آیت ۱۹۹) ترجمہ ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! نرمی و دَرگزر کا طریقہ اختیار کرو، معروف کی تلقین کیے جاؤ اور جاہلوں سے نہ اُلجھو''۔ (یعنی بحثوں میں نہ پڑو)

جو حقیقت کا علم نہیں رَکھتا، وہ جاہل ہے اور جاہل ہمیشہ بحث و مباحثہ میں اُلجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی حالت سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی تھی۔ باوجود بحث و مباحثہ کے، وہ حقیقت کو پہچان نہیں سکے اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام انکو جہالت کی حالت میں ہی چھوڑ کر ہجرت فرما گئے۔

بحث ومباحثہ سے بالآخر کوئی فائدہ نہیں نکلتا بلکہ اسکے نقصانات بہت نکلتے ہیں جبکہ مشاورت کے بہت فائدے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر دو شخص بحث میں اُلجھ جائیں تو جو خاموش رہے گا اور بحث سے بچے گا تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے جنت کے کنارے ایک درخت لگائے گا''۔(ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص باوجود حق پر ہونے کے بحث میں نہیں اُلجھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کے بیچوں بیچ درخت لگائے گا'' (ترمذی)

مشاورت کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو قرآن کریم میں فرمایا تھا۔(دیکھیں سورۃ آلِ عمران ۳، آیت ۱۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بسا اوقات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

یاد رہے کہ بحث ومباحثہ اَور چیز ہے، مشاورت اَور چیز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب تمہارے حکمران اچھے ہوں، تمہارے مالدار سخی ہوں اور تم اپنے کام باہمی مشورے سے کرو تو تمہارا زندہ رہنا مر جانے سے بہتر ہے۔

جب تمہارے حکمران شریر لوگ ہوں، تمہارے مالدار بخیل ہو جائیں اور تمہارے کام عورتوں کی تحویل میں ہوں تو اس وقت مر جانا زندہ رہنے سے بہتر ہے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۵۱۳۴)

○.....○.....○

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ
وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ
وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ
وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى
وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾
وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا

ترجمہ◄ (آیات ۸۴ سے ۹۲) ہم نے (سیدنا حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو (حضرت) اسحٰق (علیہ السلام) اور (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) عطا فرمائے۔ ہر ایک کو ہدایت دی اور اس سے پہلے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو ہدایت فرمائی اور ہم نے (سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت) داؤد (علیہ السلام) (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) (حضرت) ایوب (علیہ السلام) (حضرت) یوسف (علیہ السلام) (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اور (حضرت) ہارون (علیہ السلام) کو ہدایت فرمائی۔ ہم اچھے لوگوں کو اسی طرح انعام دیا کرتے ہیں۔[۸۴]

اور (سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی حضرت) زکریا (علیہ السلام)، (حضرت) یحییٰ (علیہ السلام)، (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) اور (حضرت) الیاس (علیہ السلام) کو ہدایت عطا فرمائی۔ یہ سب لوگ، نیک لوگ تھے۔ [۸۵]

اور ہم نے (حضرت) اسماعیل (علیہ السلام) (حضرت) یَسَعَ (علیہ السلام) (حضرت) یونس (علیہ السلام) (حضرت) لوط (علیہ السلام) کو بھی ہدایت

فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ
مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا
هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ
قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى

عطا فرمائی۔ ہم نے ان تمام نبیوں کو تمام جہانوں کے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی[۸۶]

اور انکے آباؤ واجداد اور انکی اولاد اور انکے بھائی بند کا انتخاب کیا اور ہدایت دی انکو صراطِ مستقیم کی۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے، ہدایت فرماتا ہے۔ اگر یہ لوگ شرک کرتے تو جو انہوں نے (نیک) اعمال کیے تھے، وہ ضائع ہو جاتے۔[۸۷-۸۸]

یہ لوگ تھے جن کو ہم نے **الکتاب** اور **حکمت** اور **نبوت** عطا فرمائی تھیں۔

اب اگر یہ لوگ (یعنی مشرکینِ مکہ) اس کتاب (یعنی قرآن حکیم) کو نہیں مانتے تو نہ مانیں۔ ہم نے ایک اَور قوم کو یہ نعمت سونپ دی ہے جو اسکے منکر نہیں ہیں۔ (ہم تمہارے محتاج نہیں ہیں۔ ہم نے یہ نعمت انصار کو دے دی ہے)[۸۹]

یہ گروہِ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پر تھے،

لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ
اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا
وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا
وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ
وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ

انہی کے راستے پر تم بھی چلو اور اپنی قوم سے کہہ دو کہ مَیں اس تبلیغ کے کام پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔ **یہ قرآن حکیم کتابِ نصیحت ہے اور تمام دُنیا کیلئے ہے۔** (تم نصیحت مانو یا نہ مانو، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ تمہارے اپنے فائدے کے لیے ہے۔ اگر تم کچھ عقل رَکھتے ہو)[۹۰]

ان لوگوں نے جب یہ بات کہی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں فرمایا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسی کہ قدر کرنی چاہیے تھی۔ ان سے پوچھو کہ جو کتاب (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) لائے تھے اور وہ تمام انسانوں کے لیے نور اور ہدایت تھی جسے تم لوگوں (خاص طور پر یہودی اور نصاریٰ کے علماء) نے پارہ پارہ کر رَکھا ہے اور تم اس میں سے کچھ ظاہر کرتے ہو اور کچھ چھپا جاتے ہو اور جسکے ذریعے تمہیں وہ (یعنی تم لوگوں کو جن میں کچھ لوگ اہلِ مکہ بھی تھے اور مدینہ طیبہ کے یہود و نصاریٰ بھی) علم دیا گیا جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تم سے پہلے تمہارے باپ دادا۔ آخر اس کتاب (یعنی تورات) کا نازل کرنے والا کون ہے؟ تم کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اسے نازل فرمایا تھا اور پھر انکو چھوڑ دو کہ وہ اپنی دلیل بازیوں میں کھیلتے رہیں۔[۹۱]

اور یہ کتاب (یعنی قرآن حکیم) ہم نے ہی نازل فرمائی اور یہ بہت بابرکت

يَلْعَبُوْنَ ﴿٩١﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٩٢﴾

ہے۔ پہلی کتابیں جو موجود ہیں (یعنی تورات اور انجیل) انکی تصدیق کرنے والی ہے اور یہ قرآن حکیم اسلئے نازل کیا گیا ہے تاکہ تُو اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اُمّ القریٰ (یعنی مکہ مکرمہ Capital of The World) اور اسکے اطراف میں رہنے والوں کو (اس کتاب کے نہ ماننے کے انجام سے) خبردار کر دے۔ جو لوگ آخرت پر ایمان رَکھتے ہیں، وہ اس کتاب پر بھی ایمان لے آتے ہیں اور ایسے لوگ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔[۹۲]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اے اہل مکہ! تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی اولاد سے ہو بذریعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے لیکن تم نے دِینِ ابراہیم کو چھوڑ کر کئی رَبّ بنا لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کیساتھ تم انکو شریک کرتے ہو جو کہ ظلم عظیم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا رَبّ تو ایک ہی رَبّ تعالیٰ ہے۔

اہل مکہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو بھی بتا دیا کہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہی اولاد سے ہو جس میں بہت سے نبی بھیجے گئے اور تورات اور انجیل تم پر نازل کی گئی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دِین تھا لیکن تم بھی اس پر عمل نہیں کر رہے۔

لہٰذا مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہو۔ اب یہ رسول بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں تو یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ کا نبی مان لو۔ ان پر جو کتاب نازل ہوئی ہے، اس پر ایمان لے آؤ یعنی قرآن حکیم۔ یہ کتاب اسی اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے جس نے یہود و

نصاریٰ پر تورات وانجیل بھیجی تھیں۔ یہ کوئی غیر نہیں ہیں بلکہ تمہاری ہی نسل سے ہیں اور قرآن حکیم بھی کوئی اجنبی کتاب نہیں ہونی چاہیے۔ یہ پہلی کتابوں (یعنی تورات وانجیل) کی تصدیق کرتی ہے۔

مشرکین مکہ تو فتح مکہ کے بعد اکثر اسلام لے آئے اور قرآن کریم کو تسلیم کرلیا۔ جو ایمان نہیں لائے، وہ مکہ مکرمہ چھوڑ کر عرب سے باہر چلے گئے لیکن یہود ونصاریٰ ابھی تک دُنیا میں موجود ہیں اور ان میں سے بہت کم ہیں جو اس نبی اور قرآن حکیم پر ایمان لے آتے ہیں حالانکہ یہود ونصاریٰ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی نسل سے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''یہود ونصاریٰ میں سے جس نے بھی میرا نام سنا اور وہ مجھ پر ایمان لائے بغیر فوت ہوگیا تو وہ جہنمی ہوگا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

یہ دِین، دِینِ اسلام ساری دُنیا کیلئے مبعوث ہوا ہے۔ ''**قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا**''۔ (سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا، تم اعلان فرما دو کہ اے ''تمام دُنیا کے'' انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔ اس وقت ساری دُنیا میں زیادہ آبادی ان لوگوں کی ہے جنکا سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا ملتا ہے مثلاً مسلمان، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذریعے سے اور یہود ونصاریٰ بنی اسرائیل کے ذریعے سے لیکن افسوس ناک بات ہے کہ ایک ہی جدِ امجد پر ایمان لانے والے آپس میں دست و گریباں ہیں حالانکہ ان تینوں کو مل کر دُنیا سے شرک کو ختم کرنا چاہیے تھا۔ یہ منشاء ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک کہ وہ یہ شہادت نہ دے لیں، ''**اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ (اَشْهَدُ) اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ**''۔ پھر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ اَدا کریں۔ جب وہ ایسا کرلیں تو انہوں نے اپنی جانوں اور اموال کو مجھ سے محفوظ کرلیا اور انکا حساب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۰)

○.....○.....○

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ
اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ
سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ
الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ
تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى
اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٩٣﴾
وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ
وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى

ترجمہ ◄ (آیات ۹۳ سے ۹۸) اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بات کہے یا وہ یہ کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر وحی نہیں آتی یا جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز (یعنی قرآن حکیم) کے مقابلہ میں کہے کہ مجھ پر بھی ایسی چیز نازل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔ کاش تم ایسے ظالموں کو اس وقت دیکھو جبکہ وہ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے ہاتھ بڑھا کر کہہ رہے ہوں گے کہ لاؤ نکالو اپنی جان، آج تمہیں ان باتوں کی سزا ذِلت کے عذاب سے دی جائے گی جو تم اللہ تعالیٰ پر ناحق کرتے تھے اور اس کی ہدایات کے مقابلے میں **تکبر** اختیار کرتے تھے۔ (یعنی مانتے نہیں تھے)[۹۳]

(آخرت میں اللہ تعالیٰ فرمائیگا) اب تم ویسے ہی اکیلے ہمارے پاس آ گئے ہو جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا فرمایا۔ جو کچھ ہم نے تمہیں دُنیا میں دیا تھا، وہ

مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ
شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ
تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ
الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ
الْاِصْبَاحِ ؕ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ
الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ

سب پیچھے رہ گیا ہے اور اب ہم تمہارے ساتھ ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا خیال تھا کہ وہ تمہارے کام آئیں گے۔ تمہارے آپس میں سب رابطے ٹوٹ گئے اور وہ سب تم سے غائب ہو گئے ہیں جن کا تم دعویٰ رکھتے تھے۔ (کہ وہ تمہاری مدد کرینگے)[۹۴]

دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی زندہ کو موت دیتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ کرتا ہے۔ یہ سارے کام تو اللہ تعالیٰ کرتا ہے، تم کدھر کی جھوٹی سوچ رکھتے ہو۔[۹۵]

صبح کا پھاڑنے والا بھی وہی ہے (پو پھٹنے کا حکم اور نظام اسی کا ہے) اور اسی نے **رات کو سکون کا وقت بنایا** اور سورج اور چاند کے حساب مقرر فرمائے۔ یہ سب اسی زبردست اور علم والے کے مقرر کیے ہوئے اندازے ہیں۔[۹۶]

وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم اندھیرے میں خشکی

ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿٩٨﴾

اور سمندر میں راستہ تلاش کرسکو۔ ہم نے یہ نشانیاں ان لوگوں کیلئے جو علم (علمِ باری تعالیٰ) حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہیں، تفصیل سے بیان فرمادی ہیں۔[۹۷]

وہی تو ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا فرمایا پھر ہر ایک کیلئے ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک سونپے جانے کی جگہ (یعنی قبر کی جگہ) جو لوگ غور وفکر کرنا چاہتے ہیں، ان کیلئے ان آیات مبارکہ کی تفصیل ہم نے بیان فرمادی ہے۔[۹۸]

تشریح : یہ تمام آیات مبارکہ **شرک کے رَدّ میں** بیان فرمائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذرا اپنے ماحول سے سیکھنے کی کوشش کرو کہ کائنات کی ہر چیز کا پیدا فرمانے والا اور اسکو فنا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی دوسری ذات نہیں ہے حتیٰ کہ تخلیقِ کائنات اور تنظیمِ کائنات میں نبیوں کا بھی کوئی حصہ نہیں ہے جو کہ پوری کائنات میں بلند ترین ہستیاں ہیں کائنات کی تخلیق میں کوئی مخلوق شریک نہیں ہے، نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ارادے کو کوئی مخلوق بدل سکتی ہے۔

اے لوگو! ذرا غور کرو کہ تم نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیا ہے اور اسکے ساتھ شریک کرلیا ہے۔ سورج، چاند، ستاروں کو بھی تم نے خدا بنا رکھا ہے۔ نبیوں، ولیوں کو بھی خدا کا دَرجہ دے دیا ہے اور اس زمانے میں بھی جبکہ ہر چیز کا علم اپنی انتہاء کو پہنچ رہا ہے، مزاروں پر جا کر ان مردہ ہستیوں سے بھی مانگتے ہو اور اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہو کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، انکے پاس کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ تمہیں کچھ عطا کرسکیں یا تمہیں کسی چیز سے محروم کرسکیں۔ پھر ایک کثیر تعداد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور انکی والدہ محترمہ کو رَبّ بنا دیا اور یہی نہیں بلکہ حد تو یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھوں سے پتھروں کو تراش کر

ایک شکل بنا کر کہہ دیا کہ یہ میرا خدا ہے، یہ مجھے رزق دیتا ہے، مجھے بیماری سے شفا دیتا ہے، یہ مجھے اولاد عطا کرتا ہے وغیرہ وغیرہ

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنی چند ایک تخلیق کا ذِکر کرتا ہے کہ ذرا غور کرو کہ تمہاری زراعت کا انتظام کرنے والا میں ہوں۔ سورج، چاند، ستاروں کو بنا کر تمہاری رات اور دِن کا معمول بنانے والا میں ہوں۔ تمہیں زندگی مَیں ہی دیتا ہوں۔ ایک معمولی قطرے سے میں نے تمہیں پیدا کیا اور موت بھی تمہیں میں ہی دیتا ہوں اور تمہیں دوبارہ زندہ بھی میں نے ہی کرنا ہے۔ رات کو راستہ تلاش کرنے کیلئے ستاروں کا نظام ہم نے تمہیں دیا اور تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا۔ اس پر تم ذرا بھی غور نہیں کرتے اور اپنے خودساختہ شریکوں سے تم زرق مانگتے ہو، اولادیں مانگتے ہو، شفا مانگتے ہو، زندگی مانگتے ہو حالانکہ سب کچھ کرنے والا میں ہی ہوں۔ کیا تمہاری آنکھیں بند ہیں۔ یہ کائنات کا نظام کیا تمہارے سامنے اس بات کا ثبوت نہیں دے رہا کہ میرے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو اس تمام نظام کو بنائے اور مسلسل اسکا انتظام کرے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابوجہل فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ سے بھاگ گئے اور ساحل سمندر پر ایک کشتی میں حبشہ جانے کیلئے سوار ہوئے۔ جب کشتی سمندر کے درمیان پہنچی تو بہت خطرناک طوفان آ گیا۔ لوگوں نے اپنے اپنے خداؤں کو پکارنا شروع کر دیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی عزیٰ، لات اور منات سے دُعائیں کرنی شروع کیں تو چند آدمیوں نے اسکو کہا کہ ایسے موقع پر عزیٰ اور لات ومنات مدد نہیں کرتے، صرف وہ مدد کرتا ہے جو آسمانوں میں خدا ہے۔ اس ایک خدا کو پکارو تو ہم سب بچ جائیں گے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت اللہ تعالیٰ کو خلوص سے پکارا کہ تیرے سوا اَور کوئی دوسرا خدا نہیں ہے جو ہمیں بچالے۔ طوفان تھم گیا۔ کشتی ساحل پر جا لگی اور آپ اسی کشتی میں واپس ہوئے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس جا کر ایک خدا پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور قرآن حکیم پر ایمان لاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اس بات کا علم دے دیا گیا تو اس وقت جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ (حضرت) عکرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آ

رہا ہے اور وہ اسلام قبول کرلے گا لیکن تم نے اسکے باپ ابوجہل کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔

تھوڑی دیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابوجہل آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ یہی حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابوجہل بعد میں بڑی بڑی جنگوں میں شامل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کیا (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی) حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ''مجھے ایسا عمل بتائیں جس پر عمل کر کے میں جنت میں جاؤں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

۱) ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ

۲) فرض نمازوں کو اَدا کرو

۳) مقررہ زکوٰۃ کو اَدا کرتے رہو

۴) رمضان کے روزے رَکھو (حج ابھی فرض نہیں ہوا)''۔

یہ سن کر دیہاتی نے کہا کہ

''اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس میں نہ تو زیادتی کروں گا اور نہ کمی کروں گا''۔

جب وہ واپس ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ کسی جنتی کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے''۔

([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''خالق کائنات فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ زمانہ بُرا ہے کیونکہ زمانہ تو میں خود ہوں۔ اقتدار اور اختیار میرے دست قدرت میں ہے اور شب و روز کو میں ہی تبدیل کرتا ہوں''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۹)

۝.....۝.....۝

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ج فَاَخْرَجْنَا بِهٖ
نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ
مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ج وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا
قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ
وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ط اُنْظُرُوْٓا اِلٰى
ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٩٩﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ

ترجمہ ◄ (آیات ۹۹ سے ۱۰۸) (شرک کے رَدّ میں بیان جاری ہے)

وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی نازل فرمایا اور پھر اسکے ذریعے ہر قسم کی نباتات پیدا فرمائیں پھر اس سے ہرے بھرے کھیت اور درخت پیدا فرمائے پھر ان سے تہ بَر تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے کھجوروں کے گچھے کے گچھے پیدا فرمائے جو بوجھ سے جھکے رہتے ہیں اور انگور، زیتون اور انار کے باغات پیدا فرمائے جنکے پھل ایک دوسرے سے مشابہہ بھی ہیں اور جدا جدا بھی ہیں۔ یہ درخت جب پھل لاتے ہیں تو ان میں پھل آنے اور انکے پکنے کی حالت پر غور کرو۔ ان چیزوں میں نشانیاں ہیں (توحید کی) ان لوگوں کیلئے جو ایمان لانا چاہتے ہیں۔[۹۹]

(یہ سب کچھ کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کے باوجود لوگوں نے دوسری چیزوں کو بھی اس کا شریک بنا دیا ہے مثلاً) جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو پیدا فرمایا اور لوگوں نے اپنی جہالت سے اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور بیٹیاں بنا دیں (مثلاً ملائکہ کو بیٹیاں اور حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کو بیٹے)۔ اللہ تعالیٰ پاک اور بالاتر ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔[۱۰۰]

وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍ ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ
سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ
صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ
خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى شَيْءٍ
وَّكِيْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز وَهُوَ يُدْرِكُ
الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ قَدْ جَآءَكُمْ
بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ
عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝

وہ تو اکیلا آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ اسکا کوئی بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ اسکی کوئی بیوی ہی نہیں ہے۔ اس نے تو ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے (اور وہ خود کسی سے پیدا نہیں ہوا) اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔[۱۰۱]

یہ ہے اللہ تعالیٰ ان صفات کا مالک جو تمہارا رَبِّ کریم ہے۔ اسکے سوا کوئی اَور رَبّ نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے تو اسی کی ہی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔[۱۰۲]

نظریں اسکو نہیں دیکھ سکتیں لیکن وہ نظروں کو دیکھ لیتا ہے اور وہ نہایت ہی باریک بیں اور باخبر ہے۔[۱۰۳]

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے واضح نشانیاں آ

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ
وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ
اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا
جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ
بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

چکی ہیں۔ جوان نشانیوں کوغور سے دیکھے گا تو اسکا فائدہ اسی کو ہوگا اور جوانکواندھوں کی طرح دیکھے گا تو اسکا نقصان بھی اسی کو ہوگا اور (اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) انکو بتا دو کہ میں تمہارا محافظ تو نہیں ہوں (کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہاری حفاظت کا ذِمہ لوں)[١٠٤]

ہم اس طرح لوگوں کیلئے نشانیاں بیان کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ (یعنی مشرک) کہیں کہ تم کسی سے پڑھ آئے ہو اور تا کہ جولوگ **علم** والے ہیں، انکے لیے ہم **حقیقت کو روشن** کردیں۔[١٠٥]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اس وحی پر عمل کیے جاؤ جو تم پر تمہارے رَبّ کریم کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اَور رَبّ نہیں ہے اور مشرکین کی پرواہ نہ کرو (ان سے خوف مت کھاؤ)[١٠٦]

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تم کو انکا محافظ مقرر نہیں فرمایا اور نہ ہی تم انکے وکیل ہو (کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں تم انکی طرف سے اللہ تعالیٰ کیساتھ جھگڑو)[١٠٧]

اللّٰهِ فَيُسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٨﴾

جولوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں، انکو گالی مت دو۔ ورنہ وہ دُشمنی میں جہالت سے اللہ تعالیٰ کو گالی دینگے۔

اس طرح ہم نے ہر قوم کیلئے انکے اعمال خوشنما بنا دیے ہیں۔ پھر آخر کار وہ اپنے رَبّ کی طرف پلٹ آئینگے تو ہم انکو جو کچھ وہ کرتے تھے، اسکی حقیقت کھول کر بیان کردینگے۔[۱۰۸]

تشریح: انسان اور جنات کیلئے شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے اور اسکی بخشش ہرگز نہیں رَکھی گئی۔ اسکے سوا باقی تمام گناہ بخشے جاسکتے ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○**''۔(النساء۴، آیت ۴۸) ترجمہ ''یاد رَکھو کہ.....! اللہ تعالیٰ صرف شرک کی مغفرت نہیں فرماتا، باقی جس گناہ کی بھی چاہے، معافی دے دے۔ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کیا تو اس نے بہت بڑا جھوٹ باندھا اور بڑا گناہ کمایا''۔ دوسری جگہ ارشادِ رَبانی ہے کہ ''**اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ**''۔(لقمٰن۳۱، آیت ۳۱) ترجمہ ''یقیناً شرک بڑا بھاری ظلم ہے''۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پوچھا کہ ''اے (حضرت) معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کے کون سے حقوق اللہ تعالیٰ پر ہیں؟'' حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ''اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں''۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا

حق رَبّ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو شخص شرک کا ارتکاب نہ کرے، اسکو عذاب نہ دے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے قبیلہ بنوخثعم کی طرف ایک لشکر روانہ کیا۔ وہاں چند لوگوں نے سجدہ کر کے پناہ مانگی تو مسلمانوں نے انہیں جلد ہی قتل کر دیا۔ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو پہنچی تو ان کیلئے نصف دیت اَدا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ''**میں ایسے ہر مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے**''۔ عرض کیا گیا کہ ''کیوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ مشرک سے اتنی دُور رہے کہ دونوں کو ایک دوسرے کی آگ دکھائی نہ دے''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۴۶۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے''۔ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دِن تین (۳) رجسٹر ہونگے:

(۱) وہ رجسٹر جسکی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہ ہوگی

(۲) وہ رجسٹر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہیں چھوڑے گا

(۳) وہ رجسٹر جسکے گناہ کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائیگا

۱) پہلے سے مراد وہ رجسٹر ہے جس میں بندے نے اپنی جان پر خود ظلم کیا مثلاً روزہ نماز وغیرہ ترک کر دیا۔ اس رجسٹر والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ چاہے معاف فرمادے، چاہے سزا دے۔

۲) وہ رجسٹر جس میں بندوں نے دوسرے پر ظلم کیا۔ اسکا بدلہ دلوایا جائیگا۔

۳) جن لوگوں نے شرک کیا، اللہ تعالیٰ انکو کبھی معاف نہیں فرمائیگا''۔ [مسند احمد]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بڑے گناہوں میں سے یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا

(۲) والدین کی نافرمانی کرنا
(۳) ناحق کسی کو قتل کرنا
(۴) جھوٹی قسم کھانا
(۵) جھوٹی گواہی دینا''۔ [مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۴۵]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان نے مجھے جھٹلایا، یہ اسکے لیے مناسب نہ تھا۔ مجھے بُرا بھلا کہا یا گالی دی اور یہ بات اسکے لیے درست نہ تھی۔ جھٹلانے سے مراد یہ ہے کہ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد مجھے دوبارہ زندہ نہیں کرے گا جس طرح کہ پہلے مجھے پیدا کیا تھا حالانکہ پہلی بار پیدا کرنا دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ مشکل تھا۔ گالی دینے سے مراد یہ ہے کہ اس نے مجھ پر بہتان باندھا کہ میں نے اپنے لیے بیٹا بنالیا (مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام) حالانکہ میں اکیلا ہی ہوں۔ بے نیاز ہوں۔ نہ جنتا ہوں نہ جنا گیا ہوں۔ نہ میرا کوئی ہمسر ہے''۔ ([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۸)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ ایک سواری پر سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے (حضرت) معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق اور بندوں کے کون سے حقوق اللہ تعالیٰ پر ہیں؟'' میں نے عرض کیا کہ ''اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہی زیادہ جاننے والے ہیں''۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق رَبّ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو شخص شرک کا ارتکاب نہ کرے اللہ تعالیٰ اسکو عذاب نہ دے گا''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو امانتدار نہیں، وہ کامل ایمان والا نہیں اور جو عہد کو پورا نہیں کرتا، وہ پورا دِیندار نہیں''۔ ([بیہقی] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۳۰)

۝.....۝.....۝

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٩﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١٠﴾ ع

ترجمہ◄ (آیات ۱۰۹ سے ۱۱۰) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر کوئی نشانی (معجزہ) ہمارے پاس آ جائے تو ہم اس پر ایمان لے آئینگے۔ ان سے کہہ دو کہ نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور تمہیں کیسے سمجھایا جائے۔ (اے جماعتِ مومنین!) کہ اگر کوئی نشانی (معجزہ) آ بھی جائے تو یہ ایمان نہیں لائینگے۔[۱۰۹]

ہم نے انکے دِل اور نگاہوں کو ایسے اُلٹا دیا ہے جیسے یہ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے تھے۔ ہم انہیں اسی گمراہی میں چھوڑے دیتے ہیں۔[۱۱۰]

تشریح : مشرکین کے بارے میں بیان جاری ہے۔ وہ بار بار معجزات کا اِصرار کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ نشانی (معجزہ) اگر کوئی ہم بھیج بھی دیں تو یہ ایمان ہرگز نہیں لائینگے کیونکہ انکے دِل اسی طرح ضدی اور جاہل ہیں جیسے اسلام کے شروع میں تھے۔ ان میں کہیں کوئی خیر نظر نہیں آتی۔

یہ زندگی کا مشاہدہ ہے کہ جو انسان کسی فیصلے پر آنے کیلئے تیار نہیں ہوتا، وہ بڑے بڑے اعتراضات لگاتا ہے اور جب اسکے ان تمام اعتراضات کا تسلی بخش جواب دے دیا جاتا ہے تو بھی وہ اپنی ابتدائی رائے بدلنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔

ان آیات مبارکہ میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ مسلمان بھی چاہتے تھے کہ کوئی ایسی نشانی آ جائے کہ یہ مشرکین ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ تم لوگوں کو کیسے سمجھایا جائے کہ یہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دو یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے نو نشانیوں کے بارے میں سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**نو** واضح نشانیاں یہ ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ
۲) زِنا کا ارتکاب نہ کرو
۳) چوری مت کرو
۴) اس جان کو قتل مت کرو جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے مگر حق کیساتھ اور کسی کو قتل کرانے کیلئے بادشاہ کے پاس مت لے جاؤ
۵) جادو نہ کرو
۶) سود مت کھاؤ
۷) نیک عورتوں پر الزام تراشی نہ کرو
۸) لڑائی کے دِن پیٹھ مت دکھا کر بھاگو
۹) تمہارے لیے خصوصی حکم یہ ہے کہ تم ہفتہ کے دِن حد سے تجاوز نہ کرو''۔ (دُنیا کے کاروبار کو بند کردو۔ ہفتہ کے روز چھٹی کرو)

یہ باتیں سن کر ان دو شخصوں نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دست اور قدم مبارک کو بوسہ دیا اور کہنے لگے کہ ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نبی ہیں''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ان سے پوچھا کہ ''تمہیں اسلام لانے میں کون سی چیز مانع ہے؟''۔ انہوں نے کہا کہ ''حضرت داؤد علیہ السلام نے رَبّ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمیشہ میری اولاد میں سے ہی نبی پیدا فرمانا۔ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لے آئینگے تو ہمیں یہ خوف ہے کہ یہودی ہمیں مار ڈالیں گے''۔ ([ترمذی، ابوداؤد، نسائی] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۵۱)

اسی طرح مشرکین مکہ دِل سے تو جانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور قرآن کریم بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے لیکن قبائلی تعصب ان پر غالب تھا، اسلئے وہ ایمان نہ لانے کے بہانے بناتے تھے اور عجیب عجیب معجزات کے مطالبے کرتے تھے۔

؎ اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ط وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۱۱ سے ۱۱۷) (یہ مشرکین بار بار نشانی یعنی معجزہ مانگتے ہیں) اگر ہم ان پر فرشتے بھی نازل کر دیتے اور مُردے بھی ان سے باتیں کرتے اور دُنیا کی ہر چیز انکے سامنے لا کر رَکھ دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا لیکن ان میں سے اکثر جاہل لوگ ہیں۔ (انکی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انکو ایمان کی توفیق نہیں دے رہا)[۱۱۱]

(یہ دَراصل شیطانی گروہ ہیں) اسی طرح ہم نے شیطان صفت انسانوں کو اور شیطان صفت جنات کو ہر نبی کا دُشمن بنایا ہے۔ یہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور جھوٹی باتیں ایک دوسرے کو منتقل کرتے رہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ وہ ایسا نہ کریں (کہ تمہاری مخالفت نہ کریں بلکہ ایمان لے آئیں) تو وہ ایسا نہ کرتے۔ تم انکو چھوڑ دو اور جو کچھ وہ جھوٹ گھڑتے ہیں، اسکی پرواہ مت کرو۔[۱۱۲]

(ہم انکا ایمان لانا اسلئے پسند نہیں کرتے کہ) یہ آخرت پر ایمان نہیں رَکھتے

وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿١١٣﴾ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ
حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ
وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ ۫
مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١١٤﴾
وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ
مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ

(کیونکہ وہ جاہل ہیں)، انکے دِل اس دھوکے کی طرف مائل ہیں اور وہ اس پر راضی بھی ہیں جو جرائم وہ کررہے ہیں؟[١١٣]

جب ان لوگوں کا حال یہ ہے (کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں مان رہے اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے) تو پھر کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اَور فیصلہ کرنے والا لاؤں حالانکہ جو کتاب اس نے نازل فرمائی ہے، اس میں تفصیلی فیصلہ موجود ہے (آخرت کی اور حق کی) اور جن لوگوں کو ہم نے (پہلے سے) کتاب (تورات وانجیل) دی تھی، وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے حق کیساتھ نازل ہوئی ہے۔ پس تم (یعنی اے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور مومنین) اسکے متعلق دِل میں تذبذب مت رکھو۔ تمہارے رَبِّ کریم کی بات سچائی اور عدل کے اعتبار سے کامل ہوتی ہے کہ اسکی بات (یعنی اصول اور قانون) بدلا نہیں کرتی اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ (اسکے مطابق وہ فیصلہ کرتا ہے)[١١٤-١١٥]

اگر تم زمین میں اکثر لوگوں کی باتوں پر چلو تو وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے

يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾

سے بھٹکا دینگے کیونکہ وہ تو محض خیال اور قیاس آرائیوں پر چلتے ہیں۔ (صحیح بات کا علم انکو نہیں ہوتا)[۱۱۶]

دَراصل اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اسکے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور کون ہدایت پر ہے؟[۱۱۷]

تشریح : انسانی تاریخ شاہد ہے کہ معجزہ سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ایمان نہ لانے والے دَراصل شیطان کے ساتھی ہیں۔ کیونکہ شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اور وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کی بات نہیں مان رہے، شیطان کے دوست ہیں۔ شیطان ایسے لوگوں کو نبی کیخلاف اور ہر شخص کیخلاف بھڑکاتا رہتا ہے جو زمین پر حق قائم کرنا چاہتا ہے۔

لوگوں کی اکثریت تاریخ انسانی میں ہمیشہ ہی اَن پڑھ رہی ہے اور وہ حق اور باطل کے فرق سے لاعلم رہے ہیں اور آج بھی لاعلم ہیں۔ حق اور باطل کا علم اللہ تعالیٰ اور اسکے نبیوں سے اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اَن پڑھ ہونے کے باوجود اگر انکا ضمیر (نیت) اچھائی کی طرف مائل ہے تو اللہ تعالیٰ انکو اچھائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اگر انکا ضمیر بُرائی کی طرف مائل ہے تو پھر اللہ تعالیٰ انکو اپنی طرف سے رہنمائی نہیں بھیجتا اور انکا دوست شیطان بن جاتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا ایک مستقل قانون ہے جو اس حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرا ذِکر دِل میں کرتا ہے، میں اسکا ذِکر دِل میں کرتا ہوں۔ جو میرا ذِکر بندوں میں کرتا ہے، میں اسکا ذِکر اسکی مجلس سے اعلیٰ مجلس یعنی فرشوں کی مجلس میں کرتا ہوں۔ جو میری طرف ایک قدم آتا ہے، میں اسکی طرف دَس قدم چل کر جاتا ہوں۔ جو میری طرف چل کر آتا ہے، میں اسکی طرف بھاگ کر آتا ہوں''۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث شریف کا لب لباب یہ ہے کہ نیکی کی طرف پہلا قدم انسان اُٹھائے گا۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مدد کریگا۔ اگر انسان نیکی کی طرف قدم نہیں اُٹھاتا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا قدم اسکی مدد کیلئے نہیں اُٹھاتا۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ:

اللہ تعالیٰ کی ہر بات **سچائی اور عدل** کے اعتبار سے کامل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جو ایک دفعہ **اصول اور قوانین** ہر چیز کیلئے بنا دیئے ہیں، وہ قیامت تک کامل ہیں اور نا قابل تبدیل ہیں۔

جہاں تک انسان کا تعلق ہے، وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اپنی کتابوں کے ذریعے انسان کو تفصیلاً بتا دیئے ہیں۔ جو شخص اور جو قوم ان اصولوں کیخلاف عمل کرتی ہے، وہ بالآخر دُنیا میں تباہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں اسکا ٹھکانہ جہنم بنا دیا گیا ہے۔

قرآن حکیم بھی اسی لیے بھیجا گیا ہے کہ زمین پر **عدل** قائم کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے بذاتِ خود عدل قائم کر کے دکھایا اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بھی پورے عدل سے کام کیا۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرے جانے کے بعد خلافت ہوگی جو نہج نبوت پر ہوگی گویا کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا دَور عادلانہ دَور تھا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کریم پر عمل کر کے پھر اسی عادلانہ نظام پر آ جائیں جو نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں رائج تھا۔ اسی نظام میں ہماری یہاں بھی اللہ تعالیٰ عزت افزائی کریگا جیسے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں مومنین کو دُنیا میں معزز ترین بنا دیا اور آخرت میں بھی اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے نوازے گا۔

اگر ہم مومنوں کی طرح قرآن پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ''**وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ** ○'' (الروم ۳۰، آیت ۴۷) ترجمہ ''مومنین کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے''۔

اگر ہم تھوڑی سی بھی کوشش کریں تو اللہ ہمیں اپنی مدد سے ضرور نوازے گا لیکن ہم تھوڑی سی کوشش بھی نہیں کرتے۔

؎ دیا اقبال نے مسلمانوں کو سوز اپنا
یہ اک مردِ تن آساں تھا، تن آسانوں کے کام آیا

[اقبال]

یہ عام مشاہدہ ہے کہ ایک شریر گھوڑے کو ایک ماہر گھڑ سوار اپنے کنٹرول میں کر لیتا ہے اور ایک اصیل گھوڑے کو ایک ناتجربہ کار گھڑ سوار کنٹرول نہیں کر پاتا۔ ہماری حکمرانی کا طرز بھی ایسا ہی ہے۔ ابھی تک کوئی حکمران ایسا نہیں آیا جسکو ہم ماہر اور مدبر حکمران کہہ سکیں۔ انکے کام کرنے کی ترجیحات نہ تو ملکی حفاظت کیلئے ہیں، نہ عوام الناس کی بھلائی کیلئے ہیں۔ انکا سارا وقت اپنے مفاد پر ہی سوچنے پر صَرف ہوتا ہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ ایسی حکومت ہمیشہ ناکام رہی ہے۔ حکومت کا پہلا کام عدل وانصاف اور مساوات کا قائم کرنا ہوتا ہے۔ حکومت کا دوسرا کام ہر بچے اور بچی کو تعلیم کی سہولت فراہم کرنا ہوتا ہے۔ حکومت کا تیسرا کام زراعت اور صنعت وحرفت کی ترقی کیلئے اقدامات کرنے ہوتے ہیں۔ حالات کیسے بھی ہوں یہ ترجیحات نہیں بدلتیں لیکن ہمارے ملک میں ان تینوں ترجیحات کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے ارشاد فرمایا کہ ''اے (حضرت) عبدالرحمٰن بن سمرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم حکومت طلب نہ کرو کیونکہ اگر تم کو طلب کرنے اور مانگنے سے حکومت ملے گی تو تمہیں اس بارے میں تمہارے نفس کے حوالے کر دیا جائیگا (یعنی تم کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل نہیں ہوگی) اور اگر تم کو حکومت بغیر طلب کے ملے گی تو اس بارے میں تمہاری مدد کی جائیگی (یعنی اللہ تعالیٰ مدد کریگا) (سنن ابوداؤد، جلد دوم، حدیث ۱۱۵۵)

نوٹ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ بننے پر خطبہ: **''اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں (میں خود نہیں بنا، نہ میں نے کبھی چاہت کی) میں تم سے بہتر بھی نہیں ہوں۔ اگر نیک کام کروں، میری مدد کرو۔ اگر بُرا کام کروں تو مجھے روک دو''۔**

حوالہ: سیرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، مصنف محمد حسین ہیکل ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ
مُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ
اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا
اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآءِهِمْ
بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿١١٩﴾
وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿١٢٠﴾
وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ

ترجمہ◄ (آیات ۱۱۸ سے ۱۳۰) اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم ماننے والے ہو تو جس چیز پر (ذبح کرتے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو تو اسی کو کھا سکتے ہو۔ (غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا حرام ہے)[۱۱۸]

کیا وجہ ہے کہ تم اسکو نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں حرام (اور حلال) کے متعلق بالتفصیل بتا چکا ہے البتہ جو حرام ہے، اسکو مجبوری کے وقت بھی تم کھا سکتے ہو۔ اکثر لوگ اپنی خواہشات کی بنا پر دوسرے لوگوں کو غلط باتیں (مسئلے) بتاتے ہیں کیونکہ وہ صحیح علم نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اسکی (حلال وحرام کی) حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔[۱۱۹]

کوئی بھی گناہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی) نہ تو اعلانیہ کرو، نہ چھپ چھپا کر۔ جو لوگ گناہ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی) کے کام کرتے ہیں، انکو سزا دی جائیگی، جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔[۱۲۰]

لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ
لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ
لَمُشْرِكُوْنَ ﴿١٢١﴾ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا
لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي
الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ
لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا
فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا

جس چیز پر (ذبح کرتے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا، اسکومت کھاؤ کیونکہ یہ حرام ہے۔ شیاطینِ جن اپنے دوست شیاطینِ انسان کوتم لوگوں (یعنی حق پر چلنے والوں) سے جھگڑا کرنے کیلئے اُکساتے ہیں۔ اگرتم نے انکی اطاعت کی تو تم بھی مشرک ہوجاؤ گے۔[۱۲۱]

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ (یعنی کافر) تھا پھر ہم نے اسکو زندہ کیا (وہ ایمان لے آیا) پھر ہم نے اسکو ایک نور (یعنی قرآن کریم) عطا فرمایا جسکی روشنی میں وہ لوگوں کے درمیان (سیدھے راستے پر) چل رہا ہے۔ کیا یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ وہ انسان جو (کفر کے) اندھیروں میں ہے اوران سے نکلتا ہی نہیں۔ (ہرگز ایسی بات نہیں بلکہ پہلا بہتر ہے دوسرے سے) کافرین (جو کہ اندھیروں میں ہیں) کیلئے انکے اعمال خوشنما بنا دیئے گئے ہیں۔ (کیونکہ قرآن کریم کی روشنی انکے پاس نہیں ہے، وہ سیدھا راستہ نہیں دیکھ سکتے)[۱۲۲]

اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اسکے بڑے بڑے مجرموں کو وہاں مکر وفریب کرنے کیلئے چھوڑ دیا ہے۔ (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) وہ خود اپنے آپ سے ہی دھوکہ

يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذَا
جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ
مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ
رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ
اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾
فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ
لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ
ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ

کر رہے ہیں لیکن اسکا شعور نہیں رکھتے۔[۱۲۳]

جب انکے پاس کوئی نشانی (معجزہ) آتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانیں گے جب تک کہ وہ چیز خود ہم کو نہ دی جائے جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دی گئی تھی (یعنی منصب نبوت) اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کس کو عطا فرمائے؟ عنقریب جو لوگ جرائم کرتے ہیں، وہ اپنے جرائم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلیل ہونگے اور انکو سخت عذاب دیا جائیگا۔ (دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)[۱۲۴]

اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسلام (یعنی فرمانبرداری) کے لیے اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے۔ ایسا تنگ کرتا ہے کہ اسے یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ آسمان کی طرف چڑھنا پڑ رہا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے، کفر کی وجہ سے عذاب بھیجتا ہے۔ (آسمان کی طرف چڑھنے کا مطلب ہے ذہنی تکلیف، بے چینی محسوس ہوتی

يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٥﴾
وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ
وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ
جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ
الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا

ہے۔ یہ ذہنی عذاب ہے)[۱۲۵]

اللہ تعالیٰ کا یہ راستہ (جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہیں) تو بالکل سیدھا ہے۔ (ہم نے سیدھے راستے کی) ہدایات تفصیل سے بیان کر دی ہیں ان لوگوں کیلئے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے انکے رَبِّ کریم کے پاس سلامتی کا گھر (یعنی جنت) ہے اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) انکا سرپرست ہے (دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی) انکے (نیک) اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے رہے ہیں۔

[۱۲۶-۱۲۷]

جس دِن تمام لوگ اکٹھے کیے جائیں گے، (اللہ تعالیٰ) اس روز جنات (شیاطین جنات، نہ کہ مومنین جنات) کو خطاب کر کے فرمائیگا کہ تم نے انسانوں میں سے بڑا کثیر حصہ حاصل کیا ہے (یعنی گمراہ کیا ہے) اور انسانوں میں سے ان شیطانوں کے دوست کہیں گے (شیاطین انسان)، اے ہمارے رَبّ! ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے کو خوب استعمال کیا اور اب ہم اس وقت آ گئے ہیں (تمہارے پاس) جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا، اب جہنم ہی تمہارے لیے ٹھکانہ ہے جس میں تم ہمیشہ رہو گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے۔ تیرا رَبِّ کریم بہت ہی دانا اور مکمل علم

اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ
اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢٨﴾
وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا ۢ بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ﴿١٢٩﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ
رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ
لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا
وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٠﴾

رَکھنے والا ہے۔[۱۲۸]

ہم اس طرح ظالموں (یعنی اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں) کو ایک دوسرے کا دوست بنا دیتے ہیں ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں (یعنی شیاطین جن وانس)[۱۲۹]

پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے گروہِ جنات وانسان (جو شیطان تھے)! کیا تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو میری نصیحتیں، ہدایات، احکامات تم کو پڑھ کر سناتے تھے اور تمہیں اس دِن (یعنی آخرت) کی ملاقات کے متعلق خبردار کرتے تھے۔ وہ کہیں گے، ہم اپنے خلاف خود ہی گواہی دینے والے ہیں (کہ رسول آئے اور انہوں نے آپکی نصیحتیں ہم کو پڑھ کر سنائیں اور ہمیں خبردار کیا) لیکن دُنیا کی زندگی نے ہمیں دھوکے میں ڈال رَکھا تھا اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دینگے کہ وہ بلاشبہ (اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اسکی کتابوں کا) انکار کرتے رہے تھے۔[۱۳۰]

تشریح: وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ: (آیت نمبر۱۲۰)

ترجمہ: کھلے اور چھپے گناہوں کو چھوڑ دو۔

(۱) گناہ وہ کام ہے جسکو کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے خواہ آپکی نظر میں اسکے کتنے ہی فائدے نظر آئیں۔

(۲) گناہ وہ کام ہے جو ہے تو نیک کام لیکن آپ اللہ تعالیٰ کی خاطر نہیں، غیر اللہ کی خاطر کرتے ہیں۔

(۳) ہر نیک کام جو بغیر ایمان کے کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(۴) وہ کام جو نیک ہے لیکن انسان اپنے نفس کی خاطر کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''رِیا شرک ہے''۔ (سنن ابوداؤد)

(۵) کسی ایسے کام کو نہ کرنا جسکو اللہ تعالیٰ نے کرنے کا حکم فرمایا ہے مثلاً نماز نہ پڑھنا۔

اگر ہم خود اپنا، اپنے معاشرے کا، حکمرانوں کا اور علماء کا مشاہدہ کریں تو ہم گناہوں میں زیادہ ملوث ہیں اور نیک کام کم کرنے والے ہیں گو اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے اور وہ معاف فرمانے والا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی گناہ کو معاف فرمائے یا نہ معاف فرمائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بار بار فرمایا کہ ''اِتَّقُوا اللّٰهَ''۔ ترجمہ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو''۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ:

وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے، اس کو مردہ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ اس کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے میزان میں کوئی وزن نہیں رکھتے گویا کہ جیسے مردہ کوئی کام نہیں کرتا تو اس کا عمل بھی کوئی نہیں ہوتا، پھر نہ ہی اس کا کوئی وزن ہوگا اور مُردہ جانور کی کوئی قیمت بھی نہیں ہوتی۔

پھر جب انسان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت پر چلنا شروع کر دیتا ہے تو اسکے تمام اعمال میں جان آ جاتی ہے اور ان اعمال کا وزن ہوتا ہے اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ہر نیک عمل روشنی

ہے کیونکہ ایک نیک عمل دوسرے نیک عمل کو تقویت دیتا ہے لہٰذا انسان نیکی میں ترقی کرتا جاتا ہے حالانکہ رہتا وہ انہی انسانوں میں ہے جن میں وہ پہلے رہ رہا تھا بالآخر اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسکے نیک اعمال اتنے ہو جاتے ہیں کہ قیامت کے دِن وہ اسکے لیے روشنی بن جائینگے جن میں وہ چل کر جنت کی طرف اپنا راستہ بنائے گا۔ ''**يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○**'' (الحدید ۵۷، آیت ۱۲) ترجمہ ''وہ دِن (بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جب ایمان والے اور ایمان والیاں دیکھیں گے کہ انکا نور انکے آگے اور انکی دائیں طرف دوڑتا ہوگا۔ آج تم کو بشارت ہے باغوں کی جنکے نیچے ندیاں جاری ہیں۔ جن میں ہمیشہ رہو گے (اور) یہی بڑی کامیابی ہے''۔

دوسرا شخص جو کسی نیک کام سے محروم ہے، وہ مُردوں کی طرح ہے اور مرتے دَم تک اگر وہ اسی حالت میں رہتا ہے تو اس نے اس دُنیا میں اندھیرے میں زندگی گزاری اور آخرت میں بھی اندھیرے میں ہوگا کیونکہ بُرے کاموں میں اللہ تعالیٰ نے روشنی نہیں رَکھی اور نہ انکا وزن رَکھا ہے گویا وہ مُردوں کی طرح ہے جیسے اس نے کوئی کام کیا ہی نہیں۔ اسکے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ لا يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○**''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۲۵۷) ترجمہ ''جو کافر ہیں انکے دوست اور سرپرست جھوٹے خدا ہیں اور وہ ان کافروں کو (ہدایت کی) روشنی سے نکال کر (گمراہی کی) تاریکیوں میں لے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو جہنم میں جانے والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ط وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ:

معاشرے میں بڑے لوگ عام طور پر یہ ہوتے ہیں:

(۱) اصحابِ اقتدار (حکمران) (۲) علماءِ دِین
(۳) دولت مند (۴) عام لکھے پڑھے

یہ چار (۴) قسم کے انسان معاشرے کی سوچ کو بدلتے ہیں۔ اگر انکی اپنی سوچ سیدھے راستے پر ہے تو اپنے اَثر و رسوخ سے لوگوں کو سیدھے راستے کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اگر انکی اپنی سوچ غلط ہے تو پھر معاشرے کو بھی یہ غلط راستے پر لے جاتے ہیں۔

يٰـمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا:

یہ آیت مبارکہ ہمیں واضح طور پر نصیحت کر رہی ہے کہ ہمیں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں تم میں دو (۲) چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسرا میری سنت۔ اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑ لو گے تو تم گمراہ نہیں ہو گے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۶)

قرآن حکیم اور حدیث شریف کو سمجھنے کیلئے ان کتابوں کی زبان دانی کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ پہلی جماعت سے لے کر ایم اے تک عربی زبان مستقل مضمون کے طور پر سکولوں اور کالجوں میں رائج کی جائے۔

پہلے قرآن حکیم اور احادیث شریف کو سمجھیں گے تو پھر ہی ان پر عمل کرنے کی توفیق حاصل ہوگی لیکن آج کل حالت یہ ہے کہ اوپر سے نیچے تک ٹیلیویژن اور لیپ ٹاپ کے ذریعے غیر مفید علوم کے پیچھے ہم لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو حکمت عطا فرمائے تاکہ قانون کے ذریعے نیکی کی طرف لوگوں کو راغب کریں۔ [آمین]

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرعون جو کہ حاکم مطلق تھا، کے متعلق فرمایا کہ ''**وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى**''۔ (طٰہٰ ۲۰، آیت ۷۹) ترجمہ ''اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا (اپنے کردار اور قوانین کے ذریعے) اور انکی ہدایت کا بندوبست نہ کیا''۔

۝.....۝.....۝

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ
وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ
وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ
ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ
بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ
اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ
بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳۱ سے ۱۴۲) (**مشرکین مکہ** سے بات جاری ہے)

(تباہ شدہ بستیوں سے شہادت اسلئے لی جائیگی کہ وہ خود اس بات کا اقرار کر لیں کہ) تمہارا رَبِّ کریم بستیوں کو ظلم کیساتھ تباہ کرنے والا نہ تھا کیونکہ انکے باشندے غفلت میں خود پڑے رہے تھے (یعنی ہم نے انکی ہدایت کا انتظام پورا پورا کیا تھا، خود انہوں نے ہدایت حاصل نہیں کی جسکا انہوں نے اقرار بھی کیا)[۱۳۱]

ہر شخص کا دَرجہ اسکے اعمال کے حساب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں، اس سے غافل نہیں ہے۔[۱۳۲]

تیرا رَبِّ کریم تو غنی ہے اور وہ سراپا رحمت ہے۔ اگر چاہے تو تم کو لے جائے اور تمہاری جگہ دوسروں کو تمہارا جانشین بنا دے جیسے اس نے تمہیں دوسری قوموں کے بعد جانشین بنایا۔ تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے، وہ آ کر رہے گی (یعنی قیامت)۔ تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! ان سے کہہ دو کہ تم اپنے عمل کرتے جاؤ، میں اپنے عمل کرتا جا رہا ہوں۔

اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ
عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ وَجَعَلُوْا
لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا
هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ
لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ
يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ
اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ
دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ

عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ انجام کس کا بہتر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (اے کافرو! تم ہر طرح سے ظلم کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کیساتھ بھی اور اسکے بندوں کیساتھ بھی)[۱۳۳-۱۳۵]

ان مشرکین نے اللہ تعالیٰ کیلئے اسی کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا اور خود خیال کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور یہ ہمارے شریکوں کیلئے ہے پھر جو حصہ انکے شریکوں کیلئے ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، وہ انکے شریکوں کو جا پہنچتا ہے۔ بہت بُرے ہیں فیصلے جو ایسے فیصلے کرتے ہیں۔[۱۳۶]

اسی طرح بہت سے مشرکین کیلئے انکے شریکوں نے انکی اولاد کے قتل کو خوشنما بنا دیا تا کہ انکو ہلاکت میں مبتلا کرے اور تا کہ انکے دِین کو ان پر مشتبہ بنا دے۔ اگر اللہ

تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ ایسا کام نہ کرتے لہٰذا انکی پرواہ مت کرو اور جو یہ اپنا دِین گھڑتے

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٧﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓي اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ

ہیں، اسکی فکر نہ کرو۔[۱۳۷]

اور وہ کہتے ہیں کہ فلاں مویشی اور فلاں کھیت ممنوع ہیں۔ انہیں صرف وہی کھا سکتے ہیں جن کو ہم چاہیں اور کچھ جانور ہیں جن پر سواری اور بار برداری حرام کر دی گئی ہے اور کچھ جانور ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے۔ یہ سب قانون انہوں نے خود گھڑے ہوئے ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں بناوٹی احکامات کی سزا دے کر رہیگا۔ [۱۳۸]

اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے، وہ صرف مردوں کیلئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے لیکن اگر وہ مُردہ ہو تو دونوں اسکے کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان گھڑی ہوئی باتوں کی سزا دے کر رہیگا۔ یقیناً وہ حکیم

ہےاورسب باتوں کاعلم رکھتا ہے۔[۱۳۹]

وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ

وہ لوگ یقیناً نقصان اُٹھانے والے ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بلاوجہ قتل کیا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول کر حرام کر لیا۔ پکے گمراہ ہو چکے ہیں یہ اور کبھی بھی ہدایت نہ پا سکیں گے۔[۱۴۰]

(حقیقت تو یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے طرح طرح کے باغات اُگائے، تختوں پر چڑھائے ہوئے اور کچھ بغیر تختوں والے اور کھجور اور زراعت جن سے مختلف قسم کے کھانے حاصل ہوتے ہیں اور زیتون اور انار کے درخت پیدا فرمائے جنکے پھل مشابہ بھی ہیں اور غیر مشابہ بھی ہیں۔ کھاؤ انکی پیداوار جب یہ پکیں اور حق اَدا کرو اللہ تعالیٰ کا (یعنی صدقہ وزکوٰۃ دو) جب انکی فصل کاٹو اور اسراف (فضول خرچی) مت کرو۔ اللہ تعالیٰ اسراف (یعنی بے جا اخراجات) کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔[۱۴۱]

ایک اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے مویشی پیدا فرمائے جو بار برداری کیلئے (یعنی بڑے جانور جیسے اونٹ وغیرہ) ہیں اور بعض جو کھانے کیلئے (یعنی کھانے پینے کیلئے جیسے بکری وغیرہ) ہیں۔ کھاؤ اللہ تعالیٰ کا رزق جو اس نے تم کو دیا ہے **اور شیطان**

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۴۲﴾

کے قدموں پر مت چلو (یعنی اللہ تعالیٰ کے شریک مت ٹھہراؤ اور حلال رزق کو حرام مت کرو)۔ وہ تو واضح طور پر تمہارا دُشمن ہے۔[۱۴۲]

تشریح: آیات مبارکہ ۱۳۱ سے ۱۴۱ تک:

اللہ تعالیٰ نے بہت سی بستیوں کو تباہ کیا۔ اسلئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالم ہے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ تو ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' ہے۔ وہ بستیاں تباہ اسلئے ہوئیں کہ انکے باشندے اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر اپنی مرضی کے قانون بنا لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ کائنات کا اکیلا بادشاہ ہے، اسلئے قانون سازی کا حق بھی اسی کا حق ہے۔ کوئی دوسرا اپنی مرضی سے کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں بنا سکتا۔ یہاں تک کہ یہ اختیار نبی کے پاس بھی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہی فرمایا کہ ''**يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ**''۔ (التحریم ٦٦، آیت ۱) ترجمہ ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! تم نے کیوں وہ چیز اپنے اوپر حرام کر لی جو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہوئی ہے''۔

مشرکین مکہ نے اپنی مرضی سے قانون سازی کی ہوئی تھی اور کرتے رہتے تھے۔ یہاں اللہ تعالیٰ یہی فرما رہا ہے کہ تمہیں قانون سازی کا حق کہاں سے ملا، کس نے تمہیں دیا۔ انسانوں (اور جنات) کیلئے حرام حلال کا بتانے والا تو میں ہوں لیکن تم لوگوں نے حرام و حلال اپنی مرضی سے ٹھہرا لیے ہیں۔ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ اگر میرے عذاب سے بچنا ہے تو میرے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بات مانو اور جو میں قانون بھیجتا ہوں، اس رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ذریعے، اسی کو اپناؤ اور اپنے بنائے ہوئے قانون چھوڑ دو کیونکہ انکی بنیاد شرک اور جھوٹ پر ہے۔ اگر ایسا کر لو گے تو ہمارے عذاب سے بچ جاؤ گے۔ اگر تم اپنی پُرانی روش پر چلتے رہو گے جو کہ سراسر گمراہی کا راستہ ہے تو پہلی بستیوں کی طرح تم پر بھی عذاب آ سکتا ہے۔

آیت مبارکہ نمبر۱۴۲:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ واضح طور پر مشرکین کو بتا رہا ہے کہ ذرا اپنے ماحول پر نظر ڈالو کہ تمہاری تمام زراعت، باغات اور ہر قسم کے جانور پیدا تو کرنے والا میں ہوں۔تم کہاں سے آ گئے ہو کہ انکے استعمال کرنے میں اپنے قانون بناتے رہو۔ابھی بھی وقت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بات کو سنو اور اس پر عمل کرو کیونکہ قانون سازی میرا ہی حق ہے،تمہارا حق نہیں ہے اور یہ قانون سازی ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ذریعے تم تک پہنچا رہے ہیں۔

موجودہ مسلمانوں کی حالت:

ہم بھی روزمرہ کی زندگی کیلئے نئے نئے جو قانون ہماری حکومتیں بناتی ہیں،قرآن کریم اور احادیث شریف سے بے نیاز ہو کر بناتے ہیں۔وہ اس طرح کہ قرآن کریم بھی محفوظ ہے، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم بھی محفوظ ہے لیکن ہم نے **اپنا ایک آئین بھی بنالیا ہے**۔ہمیں چاہیے کہ قانون سازی کرتے وقت وہی طریقہ اختیار کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (گورنر بنا کر) یمن بھیجتے وقت فرمایا تھا۔

(۱) **سوال:** آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پوچھا کہ ''اے (حضرت) معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)!تم وہاں فیصلے کیسے کرو گے؟''

جواب: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ''اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق'' (یعنی قرآن حکیم)

(۲) **سوال:** پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پوچھا کہ ''اگر کسی مسئلے کا حل تمہیں قرآن کریم میں نہ ملے تو کیا کرو گے؟''

جواب: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ''میں پھر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر فیصلہ کرونگا''۔

(۳) **سوال:** پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پوچھا کہ ''اگر اسکا حل میری سنت میں بھی نہ ملے تو کیا کرو گے؟''

جواب: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ''میں پھر اجتہاد سے کام لونگا اور کوتاہی نہیں کرونگا''۔(یعنی پوری محنت کرونگا)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے انکے سینے پر تھپکی دی اور فرمایا کہ ''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کے بھیجے ہوئے شخص کو وہ توفیق دی جو اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کو راضی کرے''۔([ترمذی، ابوداؤد، دارمی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۵۶۵)

ہمیں چاہیے کہ ہماری پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیاں قانون سازی کرنے سے پہلے قرآن کریم کو سامنے رکھیں۔ اگر قرآن کریم کے مطابق قانون سازی نہ ہو سکے تو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو سامنے رکھیں۔ اگر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے بھی رہنمائی نہیں ملتی تو پھر اجتہاد سے کام لیں۔ آئین میں لکھا ہوا ہے کہ کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے متصادم ہو۔

ہماری پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیاں قانون سازی کرتے وقت صرف اپنے مفادات کو سامنے رکھتی ہیں۔ ہمارے ان نمائندوں کی اکثریت قرآن کریم اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے بالکل ناواقف ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جو قانون سازی بھی وہ کریں گے، وہ اپنے مفاد میں کریں گے جبکہ قرآن کریم اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا مطمحِ نظر عوام الناس کی فلاح ہوتا ہے۔ اسی لیے جو بھی قرآن کریم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر عمل کرتا ہے، وہ فلاح پاتا ہے۔(دیکھیں سورۃ بقرۃ کی پہلی پانچ آیات مبارکہ)

جو اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے خلاف عمل کرتا ہے، وہ یا تو کافر ہے یا منافق ہے اور دونوں ہی جہنمی ہیں۔(دیکھیں سورۃ بقرۃ ۲، آیات ٦ سے ۲۰)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے لیڈران کو ہدایت عطا فرمائے [آمین]

۝.....۝.....۝

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۴۳ سے ۱۵۰) (قانون سازی کے متعلق بیان جاری ہے)

(جانوروں کے حلال وحرام کا بیان جاری ہے۔ مشرکین نے اپنی خواہشات اور اپنے بتوں کو سامنے رکھ کر جانوروں کو مختلف قسموں میں حلال وحرام کے نظریے سے تقسیم کیا ہوا تھا)

مشرکین نے آٹھ (۸) قسم کے جانوروں کو حرام کیا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ آٹھ (۸) نر و مادہ ہیں۔ دو (۲) بھیڑ کی قسم سے اور دو (۲) بکری کی قسم سے۔ اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! ان سے پوچھو کہ اللہ تعالیٰ نے انکے نر حرام فرمائے ہیں یا مادہ یا وہ مادہ جو بھیڑوں اور بکریوں کے پیٹ میں ہیں؟ اے کافرو! اگر تم سچے ہو تو مجھے علم کی بنا پر بتاؤ (نہ کہ اپنی خواہشات کی بنا پر)[۱۴۳]

اور اسی طرح دو (۲) اونٹ کی قسم سے ہیں اور دو (۲) گائے کی قسم سے۔ ان سے پوچھو کہ اللہ تعالیٰ نے نر حرام فرمائے ہیں یا مادہ یا وہ بچے جو اونٹنی یا گائے کے پیٹ میں ہیں۔ کیا اس وقت تم حاضر تھے جب اللہ تعالیٰ نے انکے حرام ہونے کا تمہیں حکم دیا تھا۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ
اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ
النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِىْ مَآ اُوْحِىَ اِلَىَّ
مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً
اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ
فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ
وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ

پھر اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بات بنائے تا کہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کرے (یعنی اپنی جہالت سے)۔ **اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والی قوم کو کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔**[۱۴۴]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! انکو بتا دو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے، اس میں تو کوئی ایسی چیز مَیں نہیں پاتا کہ کسی کھانے والے کیلئے حرام ہو مگر یہ کہ وہ (۱) مردار ہو، (۲) بہتا ہوا خون ہو یا (۳) سور کا گوشت ہو کیونکہ وہ ناپاک ہیں یا (۴) فسق ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اَور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

پھر اگر کوئی شخص مجبوری کی حالت میں (ان حرام چیزوں کو) کھا لے لیکن اسکا ارادہ نافرمانی کا نہ ہو اور نہ ہی حد سے گزرنے والا ہو تو یقیناً تیرا رَبِّ کریم دَرگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۱۴۵]

هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ
حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ
ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ
ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ
كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ
بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا
حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ

جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی، ان پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیئے اور گائے اور بکری کی چربی بھی سوائے اسکے جو انکی پیٹھ یا انکی آنتوں سے لگی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی رہ جائے۔ **یہ پابندی ہم نے انکی سرکشی کی وجہ سے لگائی تھی اور ہم بالکل سچے ہیں۔**[۱۴۶] (انہوں نے خود ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے حالانکہ پہلے یہ حلال تھیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کیلئے حرام ٹھہرا دیں)

اب اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو ان سے کہہ دو کہ تیرا رَبِّ کریم تو بہت ہی رحم فرمانے والا ہے (اسلئے تمہیں مہلت دیئے جا رہا ہے کہ ایمان قبول کر کے اسکی رحمت کے سایہ میں آ جاؤ لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ خبردار بھی کر رہا ہے کہ مستقل) مجرموں سے عذاب ٹالا نہیں جاتا۔[۱۴۷]

یہ لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے، نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ ایسی باتیں کر کے پہلے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا

قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ

تھا حتیٰ کہ بالآخر وہ ہمارا عذاب چکھ کر رہے۔ ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے پاس ان باتوں کا کوئی علم ہے۔ اگر ہے تو ہمیں دکھاؤ۔ تم تو صرف **قیاس** اور **مفروضوں** پر چلتے ہو۔ (گمان اور قیاس سے ان لوگوں نے شرک کیا اور خیال کیا کہ یہ صحیح راستہ ہے اللہ تعالیٰ تک رسائی کا) (جب انہوں نے شرک کی ابتدا کی تو اللہ تعالیٰ نے انکو سیدھا راستہ نہیں دکھایا۔ اللہ تعالیٰ اسکو سیدھا راستہ دکھاتا ہے جو پہلا قدم خود سیدھے راستے کی طرف اُٹھاتا ہے [مشکوۃ شریف، ماخذ از حدیث])[۱۴۸]

مضبوط ترین دلیل تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔[۱۴۹] (اللہ تعالیٰ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ میں ہدایت اسکو دیتا ہوں جو پہلا قدم خود ہدایت کی طرف اُٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ** ''۔(الرعد۱۳، آیت ۱۱) ترجمہ ''حقیقت یہ ہے کہ کوئی قوم (یا فرد) جب تک خود اپنی حالت نہ بدلے (یعنی پہلا قدم خود نہ اُٹھائے)، اللہ تعالیٰ اسکی حالت نہیں بدلتا''۔ نیکی کی طرف (پہلا قدم فرد یا قوم اُٹھائیگی پھر اللہ تعالیٰ مدد فرمائیگا ورنہ نہیں، **یہ اللہ تعالیٰ کا مستقل قانون ہے**۔ مشکوٰۃ شریف)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! ان سے کہو کہ لاؤ وہ گواہ جو شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے۔ اگر وہ شہادت دے دیں (یعنی یہودی) تو خبردار! تم نے انکے ساتھ شہادت نہیں دینی۔ ان لوگوں کی خواہشات کے

شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝۱۵۰

پیچھے مت چلو جنہوں نے ہمارے ارشادات، نصیحتوں، احکامات کو ماننے سے انکار کیا اور نہ ہی انکی خواہشات پر جو آخرت پر ایمان نہیں لائے اور اپنے رَبّ کیساتھ دوسروں کو برابری کا دَرجہ دیتے ہیں (یعنی مشرکین)[۵۰]

تشریح: (قانون سازی کے متعلق بات چل رہی ہے)

مشرکین نے بھی اپنے قانون بنائے ہوئے تھے بغیر کسی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے لہٰذا وہ سب قانون اللہ تعالیٰ کی نظر میں حرام تھے۔ اللہ تعالیٰ اسکو ہدایت نہیں دیتا جو قانون سازی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کرتا ہے۔

اسی طرح یہودیوں نے بھی بعض قوانین تورات کو چھوڑ کر خود اپنے ہاتھوں سے گھڑ لیے تھے۔ ایسے گھڑے ہوئے قانون کو اللہ تعالیٰ ناپسند بھی کرتا ہے اور پھر اس قوم کو آزمائش میں بھی ڈال دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نصیحت یہ ہے کہ قانون **علم** کی بنا پر بنانا چاہیے **نہ کہ گمان اور قیاس** پر اور علم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ذریعے تم تک پہنچ چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنین کو نصیحت کر رہا ہے کہ ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے مت چلو جنہوں نے ہمارے احکامات کا انکار کیا اور **خود اپنی خواہشات** کے مطابق اپنی زندگی کے قوانین بنا لیے۔

جو فرد اور قوم اپنی مرضی کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ہدایات کو مدِّ نظر نہیں رَکھتی اور اسکے مطابق قانون سازی نہیں کرتی، اللہ تعالیٰ اسکو گمراہ کر دیتا ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا
تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا
تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ
وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا
بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَا
تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى

ترجمہ ◄ (آیات ۱۵۱ سے ۱۵۳) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! ان سے کہو، آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارے رَبّ نے (مزید) تم پر کیا حرام فرمایا ہے۔

(۱) یہ کہ اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ (اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک حرام ہے)

(۲) والدین کیساتھ حسنِ سلوک کرو (والدین کیساتھ بُرا سلوک حرام ہے)

(۳) اپنی اولاد کو غربت کے ڈَر سے قتل نہ کرو (قتل بے جا حرام ہے)
جیسے رزق ہم تم کو دے رہے ہیں، انکو بھی دیں گے۔ (اور رازق ہم ہیں)

(۴) بے حیائی کے کام نہ تو اعلانیہ کرو، نہ چھپ چھپا کر (بے حیائی قطعاً حرام ہے)

(۵) کسی جاندار (یعنی انسان اور دوسرے جاندار) کو قتل مت کرو مگر حق پر (بغیر حق کے قتل حرام ہے)
اللہ تعالیٰ تمہیں یہ نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم عقل سے کام لو۔ [۱۵۱]

(۶) یتیم جب تک سنِ بلوغت کو نہیں پہنچ جاتا، اسکے مال کو ناجائز استعمال کرنے کی بجائے بہترین طریقہ سے حفاظت کرو (ناجائز استعمال کرنا حرام ہے)

(۷) پورے انصاف کے بغیر ناپ تول مت کرو۔ (ڈنڈی مارنا حرام ہے)

يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾

ہم ہر شخص کو اتنا ہی ذِمہ دار ٹھہراتے ہیں جسکی وہ طاقت رَکھتا ہے۔

(۸) عدل کے سوا کوئی بات نہ کرو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار کا ہی کیوں نہ ہو۔ (ہر ظلم حرام ہے)

(۹) اور اللہ تعالیٰ کیساتھ باندھے ہوئے عہد کو مت بھولو (عہد توڑنا حرام ہے) (یہاں عہد کا مطلب سب عہد بھی ہو سکتے ہیں اور صرف کلمہ طیبہ بھی ہوسکتا ہے یعنی **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه**)

یہ ہیں کچھ نصیحتیں جو اللہ تعالیٰ تمہیں کر رہا ہے تا کہ تم ان میں **غور وفکر** کرو اور **یاد رَکھو** اور ان پر **عمل** کرو۔[۱۵۲]

(۱۰) اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ دوسروں کے راستے پر نہ چلو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹا کر تمہیں گمراہ کر دینگے بلکہ میرے راستے پر چلو جو کہ سیدھا راستہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے راستے کے سوا باقی تمام راستے حرام ہیں)

یہ ہیں وہ ہدایات جو تمہارے رَبِّ کریم نے تمہیں کی ہیں۔ اُمید ہے کہ انکی نافرمانی سے بچو گے۔[۱۵۳] (نافرمانی کرنا قطعاً حرام ہے اور اسکی سزا سخت ہے)

تشریح : یہ ہدایات اللہ تعالیٰ نے اسلئے ہمیں دی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے۔ یہ صرف پڑھ لینا اور وہ بھی بغیر سمجھ کے پڑھ لینا کافی نہیں ہے۔ علم اور عمل لازم وملزوم ہیں۔

ایک **انمول حدیث قدسی** میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

۱) میں نے اپنی رضا کو نفس کی خواہشات کی مخالفت میں رَکھ دیا ہے اور لوگ اسے خواہشات کی اطاعت میں تلاش کرتے ہیں..... بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔

۲) میں نے عزت کو اپنی **فرمانبرداری** میں رَکھ دیا ہے۔ لوگ اسے بادشاہوں کے دروازوں پر تلاش کرتے ہیں..... بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔

(کشف المحجوب)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے روز آدمی کے قدم آگے نہیں بڑھیں گے جب تک کہ اس سے پانچ باتوں کا سوال نہ کرلیا جائے۔

(۱) عمر کن اعمال میں ختم کی؟ (حرام میں یا حلال میں)

(۲) جوانی کن اعمال میں صَرف کی؟ (حرام میں یا حلال میں)

(۳) مال کہاں سے کمایا؟ (حلال طریقے سے کمایا یا حرام سے)

(۴) اور کہاں خرچ کیا؟ (حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے)

(۵) **جو علم تمہیں دیا گیا، اس پر کیسے عمل کیا؟**'' (دُنیا کمانے کیلئے جو کہ حرام ہے یا آخرت کمانے کیلئے جو کہ حلال ہے)

(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۹۶۸)

دُنیا کا مطلب:

دُنیا کا مطلب یہ ہے کہ اپنے علم سے حرام کمائی کی جائے۔ جو باطل ہے، وہ دُنیا ہے۔ جو حق ہے وہ آخرت ہے۔

جو حلال کمائی کی جاتی ہے، وہ آخرت کی کمائی ہے اور دِین کا علم اگر دُنیا کمانے کیلئے استعمال کیا جائے تو وہ حرام ہے (وہ دُنیا ہے)۔ اگر دِین کا علم آخرت کمانے کیلئے

استعمال کیا جائے تو وہ آخرت ہے۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ ''عمل کے بغیر علم کچھ کام نہ آئے گا، اسی طرح علم کے بغیر عمل بھی نافع نہیں ہے''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، ''**اَلْمُتَعَبِّدُ بِلَا فِقْهٍ كَالْحِمَارِ فِي الطَّاحُوْنِ**''، یعنی ''بے سمجھے (بغیر علم کے) عبادت کرنے والا غلام (عورت ہو یا مرد) خراس کے گدھے (یعنی کولہو کے بیل) کی مانند ہے''۔ (کشف المحجوب از علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ایک دِن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کیساتھ مدینہ منورہ کے باہر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو ایک مردہ بکری پڑی ہوئی نظر آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے پوچھا کہ ''اسکو کون خریدے گا؟'' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حیرانگی سے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! یہ تو مردہ ہے۔ اسکی کیا قیمت ہے'' تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''یاد رکھو! دُنیا اس سے بھی کم قیمت کی ہے''۔ (ماخذ از مسند احمد ۳۰۴۸، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا مطلب وہی تھا جو ہم دُنیا کا اوپر بتا چکے ہیں کہ ہر ناپسندیدہ عمل جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نافرمانی کا کیا جاتا ہے، وہ حرام ہے باطل ہے اور دُنیا ہے۔

ہر وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے کیا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے طریقے پر کیا جاتا ہے، وہ حلال ہے وہ حق ہے اور وہ آخرت ہے۔

ے ابھی تک آدمی صیدِ زبون شہر یاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے
نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے
وہ حکمت ناز تھا جس پر خرد مندانِ مغرب کو
ہوس کے پنجۂ خونی میں تیغِ کارزاری ہے

[اقبال]

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ
اَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ رَحْمَةً
لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ
اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ
﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ
مِنْ قَبْلِنَا ص وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾
اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ
اَهْدٰى مِنْهُمْ ج فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

ترجمہ◀ (آیات ۱۵۴ سے ۱۶۵) ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا فرمائی (یعنی تورات) **جو کہ مکمل تھی** اس کیلئے جو نیک کام کرنا چاہتا تھا اور **ہر چیز کی تفصیل** اس میں موجود تھی۔ یہ کتاب **مکمل ہدایت** اور **رحمت** تھی ان لوگوں کیلئے جو اپنے رَبِّ کریم سے ملاقات پر ایمان رَکھتے تھے۔[۱۵۴] (یہ خطاب بنی اسرائیل سے ہے)

اب یہ کتاب (یعنی قرآن حکیم) ہم ہی نے نازل کیا ہے۔ بہت ہی بابرکت ہے۔ **اس پر عمل کرو اور نافرمانی سے ڈَرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے**۔[۱۵۵] (یہ اہل مکہ سے خطاب ہے اور پھر تمام دُنیا کے لوگوں سے خطاب ہے)

اب تم (اے اہل مکہ!) یہ نہیں کہہ سکتے کہ الکتاب (تورات اور انجیل) تو پہلے دو (۲) گروہوں پر نازل ہوئی تھی (یعنی یہود و نصاریٰ پر) اور ہم کو کوئی خبر نہ تھی کہ وہ کیا پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اب تم یہ بہانہ نہیں کر سکتے کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ
يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا
يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ
رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا
اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِىْٓ
اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ

ہوتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت حاصل کرتے۔ پس تمہارے پاس تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے ایک واضح **البیان** (یعنی قرآن کریم) آ گیا ہے۔ یہ مکمل ہدایت اور باعثِ رحمت ہے۔ اب اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا (یعنی اللہ تعالیٰ کا نافرمان) جو اللہ تعالیٰ کے احکامات، ہدایات اور نصیحتوں کو **نہ مانے** اور نہ ان پر **عمل کرے**۔ ہم ایسے لوگوں کو جو ہمارے احکامات سے منہ موڑتے ہیں (یعنی مانتے نہیں) انکو ہم بدترین سزا دے کر رہیں گے۔ [۱۵۶-۱۵۷]

اب کیا یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ انکے سامنے فرشتے آ جائیں یا انکا رَبّ خود آ جائے یا کوئی واضح نشانی (معجزہ) آ جائے تو اگر ایک دِن تمہارے رَبِّ کریم کی بعض خاص نشانیاں (معجزات) آ بھی جائیں تو پھر کسی ایسے شخص کو اسکا اس وقت ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دیگا جو پہلے سے ایمان نہیں لایا تھا یا **جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہیں کمائی تھی**۔ انکو بتا دو، اچھا تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار

الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ
فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا
كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ
اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ
صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ

کرتے ہیں۔[۱۵۸] (ان نشانیوں کا)

جن لوگوں نے اپنے دِین میں **فرقہ بندی** کی اور **کئی گروہ** بن گئے (یہود و نصاریٰ)، ان سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔ انکا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ وہی انکو بتائیگا جو عمل وہ کرتے رہے تھے۔[۱۵۹] (یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور مومنین کو ہے)

جو ایک (۱) نیکی لے کر آئے گا، اس کے لیے دَس (۱۰) گنا اَجر ہو گا اور جو ایک (۱) بدی لے کر آئے گا، اس کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا اس نے جرم کیا اور ان پر ہرگز ظلم نہ ہوگا۔[۱۶۰]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! انکو بتا دو کہ میرے رَبِّ کریم نے تو مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ یعنی زندگی کا وہ سیدھا راستہ جو کہ (سیدنا حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے یکطرفہ طریقے پر قائم تھا۔ (یعنی صرف اللہ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا
اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ
رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا
عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى
رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ
تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ

تعالیٰ کا راستہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام شائبہ بھر بھی مشرک نہیں تھے۔[۱۶۱] (جبکہ اے مشرکو! تمہارا اپنا شجرۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے)

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! انکو بتا دو (کہ **میری زندگی تو یہ ہے**) کہ میری نماز، میری تمام عبادات کے طریقے، میرے جینے کا مقصد اور میرے مرنے کا مقصد سب صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رَبِّ کریم ہے۔[۱۶۲]

اسکا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اسکی فرمانبرداری کرنے والا ہوں۔[۱۶۳]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! انکو بتا دو کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کوئی اَور رَبّ تلاش کروں حالانکہ وہی اکیلا تو ہر چیز کا رَبّ ہے (اَور کوئی دوسرا رَبّ ہے ہی نہیں تو میں کیوں تلاش کروں؟) جو شخص جو کچھ کماتا ہے (نیکی یا بُرائی)، اسکا ذِمہ دار وہی ہے۔ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا۔ تم سب اپنے رَبِّ کریم کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اس وقت وہ تمہارے اختلافات کو کھول کر بیان کر دیگا۔[۱۶۴]

الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۶۵ ع

وہی تو ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند دَرجے دیئے تا کہ جو کچھ تم کو دیا ہے، اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ تمہارا رَبِّ کریم سزا دینے میں بہت جلد ہے لیکن وہ بہت دَرگزر فرمانے والا اور رحم فرمانے والا بھی ہے۔[۱۶۵]

تشریح : تورات اور انجیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے **پوری انسانیت کی ہدایت کیلئے**۔ اللہ تعالیٰ نے ہر اُمت کو نبی اور کتاب عطا فرمائی۔ جن اُمتوں نے نبی کا کہا مانا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایات جو نبی پر بھیجی گئیں اور کتاب میں تحریر کر کے آنے والی قوموں کیلئے لکھ دی گئیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے اور آخرت میں بھی وہ انشاءاللہ جہنم سے محفوظ رہیں گے۔

جن قوموں نے نبی کو ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کو بھی نہیں مانا، اللہ تعالیٰ نے ان پر اس دُنیا میں بھی عذاب بھیجا اور آخرت میں بھی وہ سیدھے جہنم میں جائیں گے۔

دُنیا کی قوموں میں ایک اہم قوم بنی اسرائیل تھی جن میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبی بھیجے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں پے دَرپے نبی بھیجے لیکن یہ ایسی قوم رہی کہ نبی کی پوری بات بھی نہیں مانتی تھی اور تورات پر بھی عمل کرنے سے گریز کرتی تھی اور بعض نبیوں کو تو اس قوم نے قتل بھی کر دیا تھا پھر انکو پیشگی بتا دیا گیا تھا **تورات** اور **انجیل** میں کہ ایک نبی آئیگا جسکا نام حضرت احمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہوگا اور اس کی یہ یہ نشانیاں ہوں گی جب وہ آئے تو اس پر ایمان لانا اور اسکی مدد کرنا لیکن انہوں نے اپنی عادت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو جھٹلایا

اورقرآن حکیم کوبھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ماننے سے انکار کر دیا۔

قرآن حکیم میں اگر بنی اسرائیل کی تاریخ کوتفصیل سے پڑھیں تو یہ بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو ہر موقع پر معاف کرتا رہا اور یہ قوم بار بار اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی رہی اور اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں اس قوم کو دی تھیں، انکی مسلسل ناشکری کی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نبوت پر فائز ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نبوت کا چرچا بنی اسرائیل تک پہنچا تو انہوں نے بالکل ماننے سے انکار کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر کئی دفعہ قتل کے منصوبے بنائے لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو محفوظ رکھا۔ جب حدیں یہاں تک پہنچ گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی وفات تک بنی اسرائیل مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مخالف رہے اور مشرکین کیساتھ مل کر سخت دُشمن بنے رہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے آخر فرمادیا کہ ''**وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝**'' (الاعراف ۷، آیت ۱۶۷) ترجمہ ''(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو انکے رَبِّ کریم نے اطلاع فرمائی کہ) تیرا رَبِّ کریم ان بنی اسرائیل پر قیامت تک ایک شخص ایسا مسلط رکھے گا جو انکو بُرا عذاب دیتا رہے گا کیونکہ تیرا رَبِّ کریم بہت جلد عذاب دینے والا ہے لیکن وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا بھی ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی وصال کے بعد آج تک اگر بنی اسرائیل کی تاریخ پڑھیں تو یہ قوم ہمیشہ ذِلت میں رہی ہے حتیٰ کہ انکا اپنا ملک بھی انکے ہاتھ سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے جا چکا تھا پھر یہ قوم ساری دُنیا میں منتشر ہوگئی اور کسی ملک نے بھی انکو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔

یاد رکھیں کہ انکا یہ حشر اسلئے ہوا کہ انہوں نے تورات وانجیل پر عمل نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مشرکین (یعنی ہندو) سے آزاد کر کے ۱۹۴۷ء میں ایک آزاد ریاست عطا فرمائی تا کہ ہمیں آزاد ماحول میں قرآن حکیم پر عمل کرنے کا موقع ملے لیکن

نتیجہ آپکے سامنے ہے۔قرآن حکیم کو ہم نے بالکل چھوڑا ہوا ہے اور ریاست کی جو عزت ۱۹۴۷ء و ۱۹۵۰ء میں تھی، آج وہ عزت نہیں ہے۔اسکا مطلب یہ ہے کہ عزت اور ذِلت اللہ تعالیٰ دینے والا ہے۔ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کریں گے تو وہ ہمیں عزت عطا فرمائیگا۔ہم قرآن حکیم اور احادیث شریف کو زائد کتابیں سمجھتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور بعد میں جماعتِ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے قرآن حکیم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اپنے سینے سے لگائے رَکھا اور ان پر عمل کر کے دکھا دیا اور اسی کی وجہ سے وہ ہزار سال تک دُنیا کے نا قابلِ تسخیر حکمران رہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**قرآن حکیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بعض قوموں کو عروج عطا فرماتا ہے اور بعض قوموں کو اسکی وجہ سے پست کرتا ہے**''۔([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۰۱۳) یعنی جو اس پر عمل کرتے ہیں، وہ باعزت ہو جاتے ہیں۔جو اس پر عمل نہیں کرتے، وہ دُنیا و آخرت میں ذلیل ہوتے ہیں۔

اگر ہم نے ترقی کرنی ہے تو ہمارے عوام اور حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن حکیم اور احادیث شریف کی تعلیم پر توجہ دیں۔عربی زبان کو سکول اور کالجوں میں لازمی مضمون قرار دیں اور مسلمان ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کریں۔دوسری قوموں کے رَسم و رواج کو چھوڑیں صحیح اسلامی رَسم و رواج (بدعات سے پاک) کو فروغ دیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی عطا فرمائیگا۔یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو اس نے خود قرآن کریم میں فرمایا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے، اگر تم اس پر پوری طرح عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اوپر سے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے تمہیں خوب زرق عطا فرمائیگا۔(دیکھیں سورۂ مائدہ ۵، آیت ٦٦ اور اس پر غور کریں)

۝.....۝.....۝

الاعراف ۷

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۲۰۶ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

الٓمّٓصٓ ۚ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ
صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ
﴿۲﴾ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا
مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَكَمْ مِّنْ

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۹) الف-لام-میم-صاد۔ یہ کتاب (یعنی قرآن حکیم) ہم نے ہی تمہاری طرف نازل کی ہے۔ پس تیرے دِل میں اسکے متعلق کوئی تنگی نہیں ہونی چاہیے کہ تو لوگوں کو انکے بُرے انجام سے خبردار کرتا رہ اور یہ کہ مومنین کو نصیحت کرتا رہ۔[۱-۲]

اے مومنین! **اس کتاب پر عمل کرو جو تم پر نازل کی گئی ہے تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے**۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کسی دوسرے کو دوست مت بناؤ (یعنی شرک مت کرو لیکن افسوس ہے کہ) تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔[۳]

قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ
قَآئِلُوْنَ ۝۴ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ
اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۵ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ
اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ
عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝۷ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ
الْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

(ذرا غور تو کرو) کہ ہم نے کتنی بستیوں کو ہلاک کر دیا جب ہمارا عذاب ان پر رات کے وقت آیا (جب وہ ہمارے خوف سے بے فکر ہو کر سو رہے تھے) یا (بُرے کام کرنے کے باوجود) بے پرواہ ہو کر دوپہر کو قیلولہ کر رہے تھے۔[۴]

پھر جب ہمارا عذاب ان پر آ چکا تو انہوں نے یہی کہا کہ افسوس ہم ہی ظالم تھے (یعنی ہم ہی نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی)۔ قیامت کے روز ہم ان سے بھی سوال جواب کرینگے جنکی طرف پیغمبر بھیجے گئے اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔ (یعنی لوگوں سے پوچھیں گے کہ ہمارا پیغام تم تک پہنچا اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے کہ ہمارا پیغام لوگوں تک پہنچایا)[۵-۶]

پھر ہم خود علم کیساتھ پوری داستان دونوں کی بیان کر دینگے (یعنی پیغمبر کی اور اسکی قوم کی)۔ ہم کہیں غائب تو نہیں تھے۔ (یعنی ہم تو ہر وقت دیکھنے والے اور سننے والے اور لکھنے والے تھے)[۷]

اس روز (یعنی قیامت کے روز) وَزن **برحق** ہوگا (یعنی ہر نیکی کا جو قبول کی گئی ہے، اسکا اپنا اَز خود وَزن ہوگا اور ہر بُرائی کا اور ہر اس نیکی کا جو قبول نہیں کی گئی، کوئی وَزن نہیں ہوگا) جنکا وَزن بھاری نکلے گا، وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ جن کا

الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝۹

وَزن ہلکا ہو گا، وہ نقصان اُٹھانے والے ہونگے کیونکہ وہ ہماری آیتوں (یعنی ارشادات، نصیحتیں، قوانین) کا انکار کر کے ہم پر ظلم کرتے تھے۔ (ظلم چونکہ ایک بُرائی ہے، اسلئے اسکا وَزن کوئی نہیں ہے)[۸-۹]

تشریح: **اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ:**

انسانی تاریخ میں بیشمار اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے گئے، وہ بت ہیں جو آج بھی بھارت میں پوجے جاتے ہیں۔ سورج، چاند اور ستارے ہیں، فرشتے ہیں۔ بنی اسرائیل نے اپنے عالموں کو اور حضرت عزیر علیہ السلام اپنے نبی کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک کیا۔ (یعنی انکو رَبّ بنا دیا)

دوسری قسم کا شرک اپنی **نفسانی خواہشات** ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی شریک بن جاتی ہیں مثلاً.....

تین شخص قیامت میں حساب کتاب کیلئے آئینگے۔ سخی، مجاہد اور عالم۔ ہر کوئی دعویٰ کریگا کہ جو کچھ ہم نے کیا، اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، یہ سب کچھ اپنے نفس کیلئے کیا اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انکو جہنم میں لے جاؤ (کیونکہ شرک کی معافی نہیں ہے اور نفس کیلئے کرنا شرک ہے) (مشکوٰۃ شریف) آج کل سب سے بڑا شرک یہی ہے یعنی ہمارا نفس۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار جاتے تھے اور ہر ایک آتے جاتے کو سلام کرتے جاتے تھے اور اس روز خرید و فروخت نہیں کرتے تھے (اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کی رَضا کیساتھ اگر میں نے اپنی مرضی ملا دی تو وہ شرک ہو جائیگا)۔ [موطا امام محمد]

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ریا شرک ہے''۔(جامع ترمذی)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر تم صبر کے ساتھ ثواب کی غرض سے لڑے تو اللہ تعالیٰ تمہیں صابر اور ثواب پانے والا اُٹھائے گا (قیامت کے دِن) اور اگر تم دکھاوے اور مال کی خاطر لڑے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ریاکار اور لالچی اُٹھائے گا۔ تم جس نیت سے لڑو گے، اللہ تعالیٰ اسی حال میں تمہیں اُٹھائے گا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۶۹)

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ:

آخرت میں ہر نیکی کا وزن ہوگا اور بُرائی کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔

ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے روز ایک آدمی حساب کے لیے آئے گا اور اس کے سامنے بُرائیوں کے رجسٹر پڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو ایک پرزہ دے گا کہ جاؤ! فرشتوں سے کہو کہ اس پُرزے کو ان بُرائیوں کے مقابلے میں تولیں تو جب فرشتے اس ایک پُرزے کو پلڑے میں ایک طرف اور اسکی بُرائیوں کو پلڑے میں دوسری طرف رکھیں گے تو اس پُرزے کا پلڑہ بھاری ہو جائیگا۔ وہ آدمی جب اللہ تعالیٰ کے پاس خوش خوش آئے گا کہ یہ پُرزہ تو بھاری نکلا تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ تم نے زندگی میں ایک دفعہ اتنے خلوص سے ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' پڑھا جس کی وجہ سے اس ایک دفعہ کہنے کا عمل بھی تمہاری ساری عمر کی بُرائیوں سے زیادہ وزنی ہو گیا پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو جنت میں لے جاؤ۔ (اختصار شدہ حدیث شریف ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان)

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ''۔(المومن ۴۰، آیت ۱۴) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کو جب بھی پکارو، خالص اسی کو ہی پکارو'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ''۔(الشعراء ۲۶، آیت ۲۱۳) ترجمہ ''جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اسکے ساتھ کسی دوسرے کو مانگنے میں شریک مت بناؤ''۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا
مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ
صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ
۝۱۱ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ
اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ
طِيْنٍ ۝۱۲ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ
تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝۱۳ قَالَ
اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۱۴ قَالَ اِنَّكَ مِنَ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۰ سے ۱۸) ہم نے تمہیں زمین پر بسایا اور اسی میں تمہارے لیے تمہاری روزی کا انتظام کیا لیکن تم (ہماری نعمتوں کا) شکر نہیں کرتے۔[۱۰]

ہم نے تمہاری تخلیق کی اور ایک مجسم صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں (اور کائنات کی تمام مخلوق) کو حکم دیا کہ (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو۔ اس پر سب (تمام مخلوقات) نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے روکا جبکہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا۔ کہنے لگا کہ میں تو اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ تو یہاں (یعنی میری بارگاہ) سے نیچے اُتر جا (دُور چلا جا ذلیل ہو کر)۔ تجھ کو حق نہیں کہ یہاں تکبر کرے۔ پس نکل جا یہاں سے، تُو تو بڑا ہی ذلیل ہے۔[۱۱-۱۳]

الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ
صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ
اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ
شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ
اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ
مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾

کہنے لگا، مجھے اس دِن تک مہلت دیجئے جب یہ انسان دوبارہ اُٹھائے جائینگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں مہلت دی جاتی ہے۔ کہنے لگا، جیسے تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا، میں بھی تیری سیدھی راہ پر ان لوگوں کی تاک میں بیٹھوں گا۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں، ہر طرف سے ان پر حملہ کرونگا اور تو اکثر ان میں سے شکر گزار نہیں پائیگا۔[۱۴-۱۷]

فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ''نکل جا یہاں سے، تو ذلیل اور ٹھکرایا ہوا ہے''۔ **جو تیرے نقشِ قدم پر چلے گا**، میں تم سب (یعنی شیاطینِ جن اور شیاطینِ انسان) کو جہنم میں ڈال کر اسکو بھر دونگا۔[۱۸]

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی کثیر نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ انکا شمار نہیں کیا جا سکتا اور اتنی عظیم نعمتیں دی ہیں جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں دیں لیکن انسان مسلسل ناشکرا رہا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''**وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝**''۔ (ابراہیم ۱۴، آیت ۳۴) ترجمہ ''اور تم کو ہر اس چیز میں سے دیا جو تم نے مانگی اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں شمار نہ کر پاؤ گے۔ یقیناً انسان بڑا ہی

ناانصاف ہے، بڑا ہی ناشکرا ہے''۔ بہت کم لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرتے ہیں۔ چند ایک نعمتیں مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں مثلاً

(۱) انسان کو زمین میں بسایا اور زمین کو اس قابل بنایا کہ اسکی رہائش کیلئے موزوں ترین جگہ ہو۔ نظامِ شمسی میں زمین کے علاوہ آٹھ اَور سیارے ہیں لیکن صرف زمین پر ہی مخلوق بس رہی ہے۔ باقی آٹھ سیارے کسی زندہ مخلوق کو بسانے کیلئے موزوں نہیں ہیں۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہوئے ہیں۔

(۲) اس زمین میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے باغات اور زراعت طرح طرح کے اُگائے۔

(۳) زمین کی مخلوقات میں اس کیلئے بیشمار فائدے رَکھے۔

(۴) خشکی اور تری دونوں میں سے انسان کیلئے مخلوقات کو حلال فرمایا۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے انسان کو خوبصورت ترین مجسم صورت عطا فرمائی۔

(۶) ملائکہ اور کائنات کی تمام مخلوق کو انسان کیلئے تسخیر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ**''۔ (الجاثیۃ ۴۵، آیت ۱۳) ترجمہ ''اور اس نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے''۔ (تمام کائنات انسان کی خدمت کیلئے حاضر ہے)

(۷) انسان سے بہتر کائنات میں کوئی دوسری مخلوق نہیں ہے۔

ابلیس اور اسکے ٹولے نے جب انسان کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی نافرمانی کی سزا یہ دی کہ اسکو ہمیشہ کیلئے ملعون قرار دے دیا اور بتا بھی دیا کہ **اے ابلیس! تیرا اور تیری ذُرّیت کا ٹھکانہ جہنم ہے** پھر اس نے ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ میں انسان کو ہر طرح سے گمراہ کرتا رہوں گا۔ اب اس دُشمنی میں ابلیس اور اسکا ٹولہ جو ہمیں نظر نہیں آتے اور نہ ہی ہمیں انکی آواز سنائی دیتی ہے، وہ ہمارے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں اور ہمیں سیدھے راستے سے بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ انسانوں میں سے جو شیطان کی پیروی کرتے ہیں، وہ پھر شیطان کے ساتھی بن جاتے ہیں اور انکو اللہ تعالیٰ شیاطین انسان کہتا ہے۔ (دیکھیں سورۃ الناس

۱۱۴، پارہ ۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کوئی شخص ایسا نہیں جسکے دو (۲) ساتھی مقرر نہ کیے گئے ہوں۔ ایک جنات میں سے، دوسرا فرشتوں میں سے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۶۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''شیطان انسان کی شریانوں میں ایسے دَوڑتا ہے جیسے خون''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۶۱)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ابن آدم میں **کوئی نومولود** ایسا نہیں مگر یہ کہ وقتِ ولادت شیطان اسکو چھوتا ہے اور اس چھونے کی وجہ سے وہ چیختا ہے''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۶۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''شیطان اور فرشتہ کے انسان کیساتھ دو (۲) کام ہیں:

(۱) شیطان کا کام حق (سچائی) کی تکذیب کرانا اور بُرائی کی طرف توجہ دلانا ہے۔

(۲) فرشتے کا کام نیکی کی طرف متوجہ کرانا اور حق کی طرف دعوت دینا ہے۔

جو کوئی فرشتے کی بات پر توجہ دے تو یہ **توفیقِ الٰہی** سے ہے تو انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا **شکر** اَدا کرے۔

اگر انسان بُرائی کی طرف دھیان کرتا ہے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے تو اس وقت اسکو چاہیے کہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔ (**اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ**) اسکے بعد **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ ترجمہ ''شیطان تمہیں فقر کی طرف بلاتا ہے اور بُرائی کا حکم کرتا ہے''۔ ([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۶۷) اللہ تعالیٰ خرچ کرنے کو پسند فرماتا ہے اور کنجوسی کو ناپسند۔ اللہ تعالیٰ حیا کو پسند فرماتا ہے اور بے حیائی سے ایمان نکل جاتا ہے۔

چند مشورے:

(۱) اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے کی عادت ڈالیں۔ روز مرہ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ سینکڑوں نعمتیں ہمیں دیتا ہے۔

ہر نعمت پر آپ کہیں **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن**

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ ''**وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ**''۔ (ابراہیم ۱۴، آیت ۷) ترجمہ ''(اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو) کہ تمہارے رَبّ تعالیٰ نے تمہیں اطلاع دے دی ہے کہ اگر تم شکر کرو گے، تو ہم زیادہ دیں گے اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے''۔ (گلہ شکوہ کرنا ناشکری کا اظہار ہے)

(۲) روزمرہ کی زندگی میں کچھ مصیبتیں بھی آتی ہیں، کاموں میں رکاوٹیں بھی آتی ہیں، ناحق زیادتیاں بھی ہوتی ہیں۔ اس وقت یہ کریں کہ

(الف) **صبر کریں**۔ اپنے جذبات کو کنٹرول کریں۔ لڑائی جھگڑے سے باز رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ لڑائی جھگڑے کو پسند نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ ''**وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَاد**''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۲۰۵) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ فساد (لڑائی جھگڑے) کو پسند نہیں فرماتا''۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا کہ ''**اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ**''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۱۵۳) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے''۔ اس وقت یہ دُعا کریں کہ

(۱) **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم**

(۲) **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔**

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سو سو استغفار گن لیا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۲۴۳)

(ب) اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ **ذِکر** کیا کریں تو آپ شیطان سے محفوظ رہیں گے اور ذِکر کے کلمات چونکہ ہم عربی نہیں ہیں، مختصر اختیار کریں کہ

مثلاً.....سبحان اللہ.....الحمدللہ.....اللہ اکبر.....لا الہ الا اللہ.....حسبی اللہ

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

(۱) ''**اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا**''۔(الاحزاب۳۳،آیت ۴۱)ترجمہ''اللہ تعالیٰ کا بہت ذِکر کیا کرو''۔

(۲) ''**وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ** ○''(الزخرف۴۳،آیت۳۶)

ترجمہ''جو اللہ تعالیٰ کا ذِکر نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر شیطان مسلط کر دیتا ہے پھر وہ اسکا دوست بن جاتا ہے''۔

(ج) نماز کی پابندی کریں کیونکہ یہ تمام نیکیوں کی بنیاد ہے۔

(د) ایک ماہ کے فرض روزے رَکھیں۔

(ر) زکوٰۃ ضرور اَدا کریں۔اگر آپ زکوٰۃ دینے کے نصاب میں نہیں آتے تو صدقہ خیرات تھوڑا بہت کرتے رہا کریں۔**آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ''صدقہ مصیبت (گناہوں) کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے''۔(مشکوٰۃ شریف)

(و) توفیق ہو تو حج کریں۔

(ہ) اپنا اخلاق بلند رَکھیں۔**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ''تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جسکے اخلاق بہتر ہیں''۔(مشکوٰۃ)

(ز) **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ''اخلاق یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی تم سے اچھا اخلاق برتے تو تم بھی اس سے **اچھے اخلاق** سے پیش آؤ بلکہ **اچھے اخلاق کی تعریف** یہ ہے کہ

''اگر کوئی تم سے بداخلاقی کرے تو تم اس سے اچھے اخلاق کا برتاؤ کرو''۔(مشکوٰۃ)

○.....○.....○

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ
حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ
لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ
مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ
تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾
وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾
فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا

ترجمہ ◄ (آیات ۱۹ سے ۲۶) اللہ تعالیٰ نے (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو فرمایا کہ تم اور تمہاری زوجہ جنت میں رہو اور جو دِل چاہتا ہے، جہاں سے چاہو، کھاؤ لیکن فلاں درخت کے پاس مت جانا ورنہ تم ظالموں میں شمار ہو گے۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نافرمانی کرنا ظلم ہے)[۱۹]

پھر ایسا ہوا کہ شیطان نے ان کو بہکایا اور ان کی عصمت جو کہ پردے میں تھی، ظاہر کر دی۔ (وہ اس طرح کہ) اس نے دونوں سے کہا کہ تمہارے رَبّ کریم نے اس درخت سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی نہ مل جائے اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔[۲۰-۲۱]

اس طرح دھوکہ دے کر انکو ورغلا دیا پھر انہوں نے جب اس درخت کا پھل چکھا تو انکے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ فوراً چپکانے لگے اپنے جسم پر

سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ

جنت کے (درختوں کے) پتے۔ تب انکے رَبِّ کریم نے انہیں آواز دی، کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہیں تھا اور میں نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ شیطان تمہارا واضح دُشمن ہے۔[۲۲]

انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رَبِّ کریم! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ (ہم نے تیری نافرمانی کی اور جس درخت سے تو نے منع فرمایا تھا، اس کا پھل کھا لیا) اگر تو ہمیں بخشے گا نہیں اور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔[۲۳]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (یہاں سے) اُتر جاؤ! تم ایک دوسرے کے دُشمن ہو گے اور تم ایک خاص مدت تک زمین میں رہو گے اور فائدہ اُٹھاؤ گے۔[۲۴]

اور فرمایا کہ تم کو اسی میں جینا ہے اور اسی میں مرنا ہے اور اسی میں سے تم کو (قیامت کے روز) نکالا جائیگا۔[۲۵]

سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اے اولادِ آدم! ہم نے تمہارے لیے **لباس** نازل فرمایا کہ تمہارے جسم کے **ستر** کو چھپائے اور تمہارے لیے باعثِ زینت بھی ہو لیکن ''**لباسِ تقویٰ**'' ہی بہترین لباس ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اگر تم غور وفکر کرو۔[۲۶]

تشریح: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ:

لباس کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ یہ انسان کے ستر کو چھپاتا ہے اور **حیا کے حصوں کی حفاظت کرتا ہے**۔ لباس کے باقی فائدے ثانوی ہیں۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''حیا اور ایمان دونوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا گیا ہے۔ جب ان میں سے ایک کو اُٹھا لیا جاتا ہے تو دوسری چیز خود بخود اُٹھ جاتی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۸۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حیا ایمان سے ہے۔ ایمان جنت سے ہے۔ فحش گوئی سنگدلی سے ہے اور سنگدلی جہنم سے ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۵۵۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حیا نہیں لاتی مگر بھلائی ہی بھلائی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۸۴۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''پہلے نبیوں کی باتوں سے جو بات لوگوں کو ملی، وہ یہ ہے کہ جب تجھے حیا نہ رہے **تو جو چاہے، کر گزرے**''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۸۴۹)

حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر دِین کا ایک خلق (یعنی مزاج) ہوتا ہے اور اسلام کا خلق (یعنی اسلام کا مزاج) حیا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۸۶۵)

انسان کا لباس ظاہری حیا کی حفاظت کیلئے ہے۔ دِل کی حیا کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے تقویٰ میں رَکھی ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے اسکی **نافرمانی** سے بچے اور اگر دِل میں بے حیائی کا خیال آ جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کا **ذِکر** شروع کر دے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''**شیطان** اللہ تعالیٰ کے نام سے بھاگ جاتا ہے''۔ (ترمذی شریف) **انسانوں سے تقویٰ** یہ ہے کہ انسان لوگوں کے سامنے وہ بُرا کام کرنے سے باز رہے جو لوگوں کو ناپسند ہو۔

شیطان انسان کو سب سے پہلے **بے حیا** کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بہت سے بے حیائی کے طریقے لوگ نکال لیتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو قوم نیکی کا حکم کرتی ہے اور بے حیائی سے روکتی ہے، وہ بہترین قوم ہے۔ (**دیکھیں سورۃ آلِ عمران ۳، آیت ۱۱۰**)

بے حیائی کو روکنا ہم سب کا فرض ہے لیکن زمینی حقائق یہ ہیں کہ سب سے زیادہ موثر **حکومت** ہوتی ہے۔ اگر حکومت بے حیائی کو روکنا چاہے تو اسکے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن اگر حکومت بذاتِ خود ہی بے حیائی کو فروغ دے تو پھر بے حیائی ایسے پھیلتی ہے جیسے جنگل کی آگ۔ آج کل ہمارے ٹیلیویژن پر، پرنٹ میڈیا پر، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسکی طرف حکومت توجہ نہیں دیتی۔ حکومت کا یہ فرض اتنا ہی ضروری ہے جیسے ٹیکس لگانا یا ٹیکس وصول کرنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ **اگر حیا گئی تو ایمان گیا۔ اگر ایمان گیا تو جنت گئی۔**

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ جب ہم انہیں حکومت دیتے ہیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''**اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ**

الْاُمُوْرِ ○ ''۔(الحج ۲۲، آیت ۴۱) ترجمہ'' (یہ لوگ ایسے ہیں کہ) اگر ہم انہیں زمین میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کام کا حکم دیں اور بُرے کام سے منع کریں اور انجام (سب) کاموں کا اللہ تعالیٰ ہی (کے ہاتھ) میں ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے نماز میں بے حیائی سے روکنے کا خاص وصف رکھا ہے۔قرآن حکیم میں ہے کہ''**اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ** '' (العنکبوت ۲۹ آیت ۴۵) ترجمہ''یقیناً نماز بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے''

ابھی بیان ہوا کہ بے حیائی سے روکنا حکومت کے فرائض میں سے ایک لازمی فرض ہے۔ یہ بات تو ہوئی قرآن حکیم کی، حدیث شریف میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے بُرائی کو روکنے کی **ذِمہ داری** حکومت پر ڈالی ہے۔

سنن ابو داؤد میں ایک حدیث شریف میں **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو فرمایا کہ

''قوم کی مثال ایسے ہے جیسے ایک بحری جہاز ہو اور اس میں جگہ کیلئے قرعہ اندازی کی گئی۔ کچھ لوگ اوپر کے حصہ میں چلے گئے اور زیادہ نچلے حصہ میں بیٹھے۔

نچلے حصہ کے لوگ پانی لینے کیلئے اوپر جاتے تھے۔ایک دِن وہ سب بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے کہ ہم اوپر کے لوگوں کو کیوں تنگ کریں۔ ہمارے اردگرد سمندر کا اتنا پانی ہے کہ ہم بحری جہاز میں سوراخ کر کے اپنے استعمال کیلئے یہاں سے پانی لے لیتے ہیں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

''اس وقت اگر اوپر کے لوگ نچلے لوگوں کو جہاز میں سوراخ کرنے سے نہیں روکیں گے تو سمندر کا پانی جہاز میں آ جائیگا اور وہ خود بھی ڈوبیں گے اور اوپر والوں کو بھی غرق کر دینگے''۔ (سنن ابو داؤد) یعنی اگر حکمران عوام میں پھیلتی ہوئی بے حیائی کو نہیں روکیں گے تو پھر اَور کون روکے گا۔اس بے حیائی سے حکومت بھی ذلیل ہوتی ہے اور عوام بھی ایک دوسرے کو ذلیل کرتے ہیں اور **بالآخر اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر فرما دیتا ہے**۔(یعنی عذاب کا)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ
اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا
سَوْاٰتِهِمَا ط اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا
تَرَوْنَهُمْ ط اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا
عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ط قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ
بِالْفَحْشَآءِ ط اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾
قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ قف وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ

ترجمہ ◄ (آیات ۲۷ سے ۳۱) اے بنی آدم! (ہوشیار رہو) کہیں تمہیں شیطان اسی طرح فتنہ (بے حیائی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی) میں نہ ڈال دے جیسے اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا اور انکے جنتی لباس ان پر سے اُتروا دیے تا کہ انکے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل جائیں۔

(یاد رکھو کہ) شیطان اور اسکا قبیلہ تمہیں اس طرح دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیاطین (یعنی جنات شیاطین اور انسانی شیاطین) کو انکا دوست اور لیڈر (Leader) بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔[۲۷]

یہ لوگ (ایمان نہ لانے والے) کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا اور اللہ تعالیٰ ہی نے ہمیں یہ حکم دیا۔ ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ تو بے حیائی کا حکم کبھی نہیں کر سکتا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ باتیں کرتے ہو جسکا تمہیں کوئی علم ہی نہیں ہے۔[۲۸]

عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝۲۹ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۰ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ ع

ان سے کہو کہ میرا رَبِّ کریم تو **عدل** کا حکم فرماتا ہے اور یہ کہ ہر عبادت کے موقع پر اپنا **رُخ** ٹھیک رَکھو (اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان ہو) اور اسی کو پکارو **پُرخلوص** ہو کر جیسے اس نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا فرمایا، اسی طرح دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت رَکھتا ہے۔[۲۹]

ایک گروہ نے تو ہدایت حاصل کر لی اور دوسرے گروہ پر گمراہی مسلط ہو کر رہی کیونکہ انہوں نے شیاطین (یعنی جنات اور انسانوں میں سے) کو اپنا دوست اور لیڈر بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ سیدھی راہ پر ہیں۔[۳۰]

اے بنی آدم! ہر عبادت کے وقت اپنی زینت (مکمل لباس) اختیار کرو۔ کھاؤ، پیو لیکن **اسراف** مت کرو۔ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا[۳۱]

تشریح : اللہ تعالیٰ یہاں انسان کو شیطان کی دُشمنی سے اپنی حفاظت کرنے کا فرما رہا ہے۔ اسکا سب سے بڑا حربہ بے حیائی ہے۔ یہ بے حیائی کئی صورتوں میں وہ انسان کے اندر پھیلاتا ہے مثلاً گانا بجانا، ناچنا، طوائف اور لواطت کا پیشہ اختیار کرنا، شراب کا پینا، جوئے میں عورتوں کو لگا دینا، مغربی ملکوں میں ننگی سیر گاہوں کا قیام، فلم انڈسٹری، زِنا کا ارتکاب کرنا یا

پرنٹ میڈیا پر فلمی عورتوں کی تصویریں پُرکشش انداز میں چھاپنا، یہ سب بے حیائی کے کام ہیں اور بے حیائی کی طرف لے جانے والے ہیں۔

اگر بے حیائی کو ختم کرنا ہے تو ٹیلی ویژن، پرنٹ میڈیا، فلم انڈسٹری کو کنٹرول کرنا پڑے گا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ''Nip the evil in the Bud'' یعنی ''بُرائی کو وہاں ختم کرو جہاں سے وہ پھوٹتی ہے'' اور بُرائی کا ختم کرنا انتہائی ضروری ہے ورنہ یہ ایسی چیز ہے جسکو شیطان جنگل کی آگ کی طرح پھیلاتا ہے۔

بے حیائی ایک بہت وسیع لفظ ہے۔ **اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی بے حیائی ہے۔** اس لیے اللہ تعالیٰ نے اوپر فرمایا کہ ''عدل قائم کرو''۔ ہر وہ بات جو غیر عادلانہ ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں آتی ہے۔ اسی کو ہم بُرائی کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ غیر عدل کا حکم کبھی نہیں دیتا اور اسی کو ہم دوسرے لفظوں میں بے حیائی کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس میں حیا نہیں، اس میں ایمان نہیں''۔ (مشکوٰۃ شریف) تو ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ہم کرتے ہیں، بے حیائی ہے۔

دو لفظ ان آیات مبارکہ میں ''زینت'' اور ''اسراف'' آئے ہیں۔ زینت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپکو پاک صاف رَکھو اور اپنی حیثیت کے مطابق **پورا** لباس پہنو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ**''۔ (المدثر ۷۴، آیت ۴) ترجمہ ''اپنا لباس پاک صاف رَکھا کرو''۔

اللہ تعالیٰ نے لباس اور کھانے پینے میں اور پیسہ خرچ کرنے میں **اسراف** کرنے کو منع فرمایا ہے۔ مختصر یہ کہ لباس اور کھانے پینے میں اور ہر بات میں اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کا حکم مدِّنظر رَکھا جائے اور اعتدال سے کام لیا جائے۔

اعتدال عدل سے ہی نکلا ہے جسا کا مطلب ہے کہ ''ہر چیز متوازن طریقے سے کی جائے''۔

۝.....۝.....۝

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ
وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا
حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ
وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا

ترجمہ ◄ (آیات ۳۲ سے ۳۴) انکو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے جو زینت (لباس میں) حلال فرمائی ہے، اسکو حرام کس نے کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے **پاک** رزق کو کس نے حرام قرار دیا؟ انکو بتا دو کہ یہ ساری (پاک) چیزیں دُنیا کی زندگی میں بھی ایمان والوں کیلئے ہیں اور قیامت کے روز تو خاص انہی کیلئے ہونگی۔ اس طرح ہم اپنی باتیں کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔[۳۲]

ان سے کہو میرے رَبِّ کریم نے جو چیزیں حرام فرمائی ہیں، وہ تو یہ ہیں:

(۱) بے شرمی کے کام، خواہ وہ اعلانیہ ہوں یا چھپ چھپا کر (یعنی ہر دَرجے کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی)

(۲) ہر گناہ کا کام (یعنی اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی)

(۳) اور ناحق زیادتی کرنا۔ (عدل سے تجاوز کر کے کسی کا حق مار لینا)

(۴) اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا کیونکہ اسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں بھیجی

(۵) اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ بات نہ کرو (یعنی جھوٹی بات) جسکا تمہیں کوئی یقینی علم نہ ہو۔[۳۳]

لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

ہر قوم کیلئے ایک وقت مقرر ہے (یعنی ہر قوم کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے کا ایک خاص وقت دیا جاتا ہے)۔ جب اسکا وہ وقت ختم ہو جاتا ہے (خواہ اس نے بندگی کی ہو، خواہ اس نے نافرمانی کی ہو) تو اسکے فوت ہونے میں ایک گھڑی نہ تو تاخیر ہوتی ہے اور نہ ہی تقدیم۔ [۳۴]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے **بے حیائی** کے مفہوم کو اَور واضح کر دیا ہے۔ ہر **حلال** چیز زینت ہے اور ہر **حرام** چیز بے حیائی ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حیا ایمان سے ہے اور ایمان حیا سے ہے۔ جس میں حیا نہیں، اس میں ایمان نہیں''۔ (مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس میں حیا نہیں، وہ جو چاہے، کر سکتا ہے''۔ (مشکوٰۃ) یعنی اسکے لیے کوئی حلال اور حرام کی تمیز نہیں۔

اس پر اگر ہم ذرا غور کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بے حیا انسان حرام کھانے پینے سے اور حرام لباس سے باز نہیں آ سکتا اور نہ ہی حرام کاموں سے باز آ سکتا ہے۔

حرام کھانے اور پہننے سے شیطان اسکو مزید بے حیا بنا دیتا ہے۔

صراطِ مستقیم پر چلنے کیلئے **ایک ہی طریقہ ہے** کہ ہم حیادار بنیں اور اللہ تعالیٰ کا ذِکرِ کثیر کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو اور ہم شیطان سے محفوظ رہیں جو حرام اور بے حیائی کی طرف لے جانے والا ہے۔

حلال چیزوں کا استعمال اور نیک عمل میں اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا تعلق رکھا ہے۔ حلال چیزیں کھاؤ گے تو نیک عمل کی توفیق ملے گی۔ حرام رزق کھاؤ گے اور پہنو گے تو بُرے کاموں کی طرف رغبت ہوگی۔ مندرجہ ذیل حدیث شریف پر **غور** کریں۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہیں قبول فرماتا مگر پاک کو اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اسی بات کا حکم فرمایا ہے جسکا رسولوں کو حکم دیا تھا یعنی فرمایا کہ اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ (**دیکھیں سورۃ المومنون ۲۳، آیت ۵۱**) اور فرمایا کہ اے ایمان والو! پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں روزی دی۔ (**دیکھیں سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۱۷۲**) پھر ایک آدمی کا ذِکر فرمایا جو طویل سفر کرتا ہے، بال بکھرے ہوئے اور غبار آلودہ ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھا کر کہتا ہے کہ اے رَبّ! اے رَبّ! حالانکہ اسکا کھانا حرام، اسکا پینا حرام، اسکا لباس حرام اور اسے حرام غذا کھلائی جاتی ہے۔ بھلا اسکی التجا کیسے قبول کی جائے؟'' ([**مسلم**] **مشکوٰۃ شریف**، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۰)

کوئی نیک عمل جو رِیا اور دکھاوے کیلئے کیا جاتا ہے، وہ حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔ قیامت میں ایک سخی، ایک عالم اور ایک مجاہد کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے اپنے شعبہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کیا کِیا۔ مجاہد کہے گا کہ میں بہادری سے لڑا تیری خاطر۔ عالم کہے گا کہ میں نے وعظ ونصیحت کی لوگوں کو تیری خاطر اور سخی کہے گا کہ میں نے لوگوں کو مال دیا تیری خاطر۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم سب جھوٹ بولتے ہو۔

مجاہد کو کہے گا کہ تو نے اپنے شہرت کیلئے بہادری دکھائی لہٰذا تیرا عمل قبول نہیں ہے۔

عالم کو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تو نے اپنے علم کی شہرت کیلئے وعظ ونصیحت کی ہے۔

سخی سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو سخی مشہور ہونے کیلئے سخاوت کی۔ میرے لیے نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان تینوں شخصوں کو جہنم میں لے جاؤ کیونکہ ان تینوں نے میری خاطر عمل نہیں کیا بلکہ اپنی خواہشاتِ نفس کیلئے عمل کیا۔ (الحدیث)

یاد رَکھیں کہ خواہشاتِ نفس موجودہ زمانے کا بہت بڑا بت ہے جسکو بڑے بڑے عالم دِین، بڑے بڑے ''**پاکباز**'' حکمران پوجتے جا رہے ہیں اور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے کہ آیا یہ بت انکو کہاں لے جا رہا ہے۔

۝.....۝.....۝

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ
نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ
رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ

ترجمہ◄ (آیات ۳۵ سے ۵۳) اے بنی آدم! (تم سب کو بتا چکے ہیں کہ) جب کوئی ہمارے رسولوں میں سے تمہارے پاس تم ہی میں سے (یعنی انسانوں ہی میں سے) آئیں اور وہ تمہیں میری آیات مبارکہ سنائیں تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنی اصلاح کرلے گا تو اسکے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی رَنج۔[۳۵]

اور جو ہماری **ہدایات، ارشادات، احکامات** کو جھٹلائیں گے اور تکبر (یعنی مانیں گے نہیں اور اس پر عمل بھی نہیں) کرینگے تو وہ اہلِ نار ہونگے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔[۳۶]

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی باتیں گھڑ کے اسکی طرف منسوب کرے یا اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ کو جھٹلائے۔ یہ لوگ اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتیں گے۔ جب وہ گھڑی (یعنی موت) آجائیگی اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انکی روحیں قبض کرنے کیلئے آئیں گے، اس وقت وہ ان سے پوچھیں گے کہ بتاؤ، اب

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى
اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ
اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ
حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ
لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا
مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ
﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا

کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جن کو تم خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے، وہ سب ہم سے غائب ہو گئے اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دینگے کہ ہم ہی منکرینِ حق تھے۔[۳۷] (ہم ہی جھوٹے تھے)

(قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تم ان اُمتوں کیساتھ جو جنوں اور انسانوں میں سے جہنم میں داخل ہو چکی ہیں، داخل ہو جاؤ۔ جب ایک اُمت داخل ہو گی تو دوسری اسکی بہن اس پر لعنت کریگی حتیٰ کہ جب سب وہاں جمع ہو جائینگی تو ہر بعد میں آنے والی اپنی پیش رَو اُمت کے متعلق کہے گی کہ اے رَبّ! یہ لوگ تھے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا۔ پس انکو آگ کا دُگنا عذاب دیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ ہر ایک کیلئے دُگنا عذاب ہے مگر تم اسکا علم نہیں رَکھتے۔[۳۸]

اور پہلی اُمت دوسری اُمت کو کہے گی کہ تم کو ہم پر کون سی فضیلت مل گئی۔ پس اب اپنی کمائی کے نتیجے میں عذاب کے مزے چکھو۔[۳۹]

مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ
ع ۳۹ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا
تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ
حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ط وَكَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۴۰ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ
وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ط وَكَذٰلِكَ نَجْزِي
الظّٰلِمِيْنَ ۴۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ز اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۴۲ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ

جن لوگوں نے ہمارے **ارشادات**، **نصیحتیں**، **احکامات** کو جھٹلایا اور **تکبر** کیا تو انکے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہونگے جب تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے گزر نہ جائے۔ ہم جرائم پیشہ لوگوں (یعنی اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں) کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ [۴۰] (یعنی ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نہیں مانتے تھے اور ان پر عمل نہیں کرتے تھے)

جہنم میں ہی انکا بچھونا ہوگا اور جہنم میں ہی انکا اوڑھنا ہوگا۔ ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ [۴۱] (**ظالم** یعنی جو اللہ تعالیٰ کے حقوق اَدا نہیں کرتے اور جو بندوں کے حقوق اَدا نہیں کرتے)

(اب مومنین کا حال سنیے) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ہم نے ان پر اتنا ہی بوجھ ڈالا تھا جتنی وہ ہمت رکھتے تھے۔ پھر وہ جنت میں

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ج
وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا قف وَمَا كُنَّا
لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ج لَقَدْ جَآءَتْ
رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ
اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَنَادٰٓى
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا
وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ
حَقًّا ط قَالُوْا نَعَمْ ج فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ
اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ج وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ

داخل ہونگے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔[۴۲]

(اور جنت میں) ہم انکے دِلوں کی کدورتیں دُور کردیں گے اور جنت میں دریا بہتے ہونگے اور وہ پکاریں گے، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں جس نے ہمیں ہدایت دی تھی اس راستے کی (یعنی جنت کے راستے کی) اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم خود ہدایت حاصل نہ کرسکتے تھے۔ ہمارے رَبِّ کریم کے بھیجے ہوئے **سچے رسول** صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم **سچ ہی لے کر آئے تھے**۔ اس وقت انہیں آواز دے کر کہا جائیگا کہ یہ ہے جنت جسکے تم وارث بنادیئے گئے ہو ان اعمال کے بدلے میں جو تم کرتے رہے تھے۔[۴۳]

اور پھر اہلِ جنت دوزخ والوں کو پکاریں گے کہ ہم نے تو وہ سب وعدے جو

كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ
رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا ۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ قف لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ
يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ
اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا

اللہ تعالیٰ نے کیے تھے، ٹھیک ٹھیک پا لیے۔ کیا جو وعدے تمہارے رَبّ نے تم سے کیے تھے، تم نے انکو بھی ٹھیک پایا یا نہیں؟ وہ جواب دینگے کہ ہاں! (یعنی جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے جہنم کے متعلق وعدہ کیا تھا، وہ ہم نے ٹھیک ٹھیک دیکھ لیا) پھر انکے درمیان ایک پکارنے والا پکارے گا، لعنت ہے ان ظالموں پر جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے اور اسے ٹیڑھا کرنے کے پیچھے لگے رہتے تھے اور وہ آخرت کے منکر تھے۔ [۴۴-۴۵]

پھر ان دونوں (یعنی جنتی اور جہنمی لوگوں) کے درمیان ایک دیوار حائل ہو جائیگی۔ اس پر کچھ لوگ ہونگے جو ہر ایک کو اسکی صورت سے پہچانیں گے اور جنت والوں سے پکار کر کہیں گے کہ سلامتی ہو تم پر۔ یہ وہ لوگ ہونگے جو ابھی جنت میں داخل تو نہیں ہوئے مگر اسکے اُمیدوار ہونگے۔ [۴۶]

اور جب ان لوگوں کی نگاہیں دوزخ والوں کی طرف پھریں گی تو کہیں گے، اے رَبّ! ہمیں ان ظالم لوگوں میں شامل نہ فرمانا اور اس بلندی پر جو لوگ ہونگے، وہ جہنم میں کچھ لوگوں کو انکی صورتوں سے پہچانیں گے اور کہیں گے کہ آج تمہارے جتھے تمہارے کام نہ آئے اور تکبر بھی (کسی کام نہ آیا) اور کیا یہ اہلِ جنت وہی لوگ نہیں

يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ
جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ
اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ
لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰٓى
اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا
مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ
فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا

ہیں جنکے متعلق تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ہرگز رحم نہیں فرمائیگا۔ (آج انہی کو پکارا گیا ہے) داخل ہو جاؤ جنت میں، تمہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ تمہیں کوئی غم۔[۴۷-۴۹]

اہلِ جہنم، اہلِ جنت کو پکاریں گے کہ کچھ تھوڑا سا پانی ہم پر بھی ڈال دو یا جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے، اس میں سے کچھ ہمیں بھی دے دو۔ اہلِ جنت کہیں گے، اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں منکرینِ حق (کافروں) کیلئے حرام کر دی ہیں۔ **انہوں نے تو دِین کو کھیل تماشا بنایا ہوا تھا** (غیر سنجیدہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی قانون پر عمل کرنے کی پرواہ نہیں کرتے تھے) اور انکو **دُنیا** کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ آج ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) اسی طرح انکو بھلا دینگے جیسے انہوں نے ہماری اس دِن کی ملاقات کو بھلایا ہوا تھا اور جیسے وہ ہماری آیات مبارکہ کا انکار

كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ
فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ
﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ
رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ
اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ

جو پہلے کرتے تھے، اب ہم دوسرے طور پر کام کرینگے۔ (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں کرتے تھے۔[۵۰-۵۱]

اب ہم انکے پاس (یعنی مشرکین مکہ کے پاس) ایک ایسی کتاب (یعنی قرآن کریم) لے آئے ہیں جسکو ہم نے **علم** کی بنا پر مرتب کیا ہے جو کہ موجبِ ہدایت ہے اور باعثِ رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو اس پر ایمان لے آئیں یعنی **اس کتاب** (یعنی قرآن کریم) **کی باتوں کو مان کر اس پر عمل کرتے ہیں**۔[۵۲]

اب کیا یہ لوگ (یعنی مشرکینِ مکہ) اور وہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں لا رہے (یعنی دوسرے مشرکین اور یہود و نصاریٰ)، اس بات کے منتظر ہیں کہ وہ انجام سامنے آ جائے جسکی یہ کتاب خبر دے رہی ہے۔ جس روز انجام سامنے آ جائیگا (یعنی قیامت) تو وہ لوگ جنہوں نے اسکو بھلائے رکھا تھا، کہیں گے کہ واقعی ہمارے رَبّ کے **رسول تو سچ** لے کر آئے تھے۔ پھر اپنے دِل میں خیال کریں گے کہ کیا ہمارے لیے کوئی سفارشی ہے جو ہمارے حق میں سفارش کرے یا ہمیں دوبارہ واپس بھیج دیا جائے تو ہم نے اپنے آپکو خود نقصان میں ڈالا تھا اور سب جھوٹے معبود جو انہوں نے بنائے تھے،

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۵۳

غائب ہوجائینگے۔[۵۳]

تشریح: ان آیات مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ جوقرآن حکیم اوراسکے لانے والے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تعلیم پرعمل کریگا، اسکا ٹھکانہ تو آخرت میں جنت ہو گا۔جس میں نہ کوئی خوف ہوگا، نہ کوئی رَنج اوروہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔

اور جولوگ قرآن حکیم کی باتوں سے اسکے ارشادات اورنصیحتوں سے **بے پرواہ** اور **غافل** ہوکر زندگی بسر کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی احادیث شریف کا بھی کوئی علم حاصل نہیں کرینگے اور نہ ان پر کوئی عمل کرنے کی توفیق ہوگی تو انکا ٹھکانہ جہنم ہوگا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

آج لوگوں کی اکثریت ان دو کتابوں سے بالکل غافل ہے اوراس غفلت کا نتیجہ انتہائی خوفناک نکلے گا۔

قرآن حکیم پرعمل کرنا مشکل نہیں ہے بلکہ نہ عمل کرنے سے عمل کرنا آسان ہے۔صرف نیت اورہمت کی ضرورت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ مجھے اپنے دِل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دِل میں یاد کرتا ہوں۔ جب میرا بندہ کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسکو اس سے بہتر مجلس یعنی فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہوں۔اگر وہ میری طرف ایک (۱) قدم آتا ہے تو میں اسکی طرف دَس (۱۰) قدم آتا ہوں۔اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف بھاگ کر آتا ہوں۔اگر وہ میرے لیے ایک (۱) نیکی کرتا ہے تو میں اسکو دَس (۱۰) نیکیوں سے لے کر سات سو (۷۰۰) نیکیوں کا اَجر دیتا ہوں۔اگر اس سے ایک گناہ سرزد ہوجاتا ہے تو میں اسکی سزا صرف ایک گناہ کی ہی دیتا ہوں۔اگر وہ میرے پاس زمین بھر کر گناہ لے کر آتا ہے تو میں اسکے لیے زمین بھر کر بخشش لے کر آتا ہوں۔(مشکوٰۃ شریف) پھر میں نے یہ بھی اپنی کتاب میں ہمیشہ کیلئے لکھ کر تمہیں بتادیا ہے کہ ''**قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ**

اللّٰـهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّـه' هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ ''(الزمر۳۹، آیت۵۳) ترجمہ ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! لوگوں سے فرما دیجئے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر (غلط کام کر کے) ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہرگز نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ تو سب گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم فرمانے والا ہے''۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مجھے بتائیے کہ حساب کتاب کے دِن اتنی دیر کھڑے رہنے کی (یعنی پچاس ہزار سال) کس میں طاقت ہوگی جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس روز انسان اپنے رَبّ کے سامنے حساب کے لیے کھڑا ہوگا۔ (پوری آیات شریفہ ہم یہاں لکھتے ہیں، ''**وَيْـــــــــلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ○ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ○ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○**''۔ (المطفّفین ۸۳، آیات ۱ تا ۶)

ترجمہ ''تباہی ہے جو ناپ تول میں کمی بیشی کرتے ہیں۔ دینے میں کم اور لینے میں زیادہ لیتے ہیں۔ کیا وہ جانتے نہیں کہ ایک بڑے دِن (یعنی قیامت) اُٹھائے جائیں گے اور رَبّ العالمین کے سامنے حساب کیلئے کھڑے ہوں گے''۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ وقت مومن پر ہلکا کر دیا جائیگا یہاں تک کہ وہ ایسے ہوگا جیسے فرض نماز''۔ (یعنی آدھ گھنٹے سے کم) (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۲۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے حساب کتاب کے روز کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) سال کا دِن ہوگا لیکن مومن پر اتنا ہلکا کر دیا جائیگا جیسے ایک فرض نماز''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب جنتی جنت کی طرف اور جہنمی جہنم کی طرف چل پڑیں

گے تو موت کو لایا جائیگا اور جنت اور جہنم کے درمیان رَکھا جائے پھر اسکو ذبح کر دیا جائیگا پھر ایک منادی کرنے والا پکارے گا کہ اے جنت والو! موت نہیں رہی، اے جہنم والو! موت نہیں رہی۔

پس جنت والوں کی خوشیوں میں اَور بھی اضافہ ہو جائیگا۔

اور جہنمیوں کا رَنج وغم اَور بھی بڑھ جائیگا''۔

(مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۵۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میری اُمت میں سے بعض (نیک لوگ) وہ ہیں جو ایک پوری جماعت کی شفاعت کرینگے، بعض ایک قبیلے کی، بعض ایک کنبے کی، بعض ایک آدمی کی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائینگے''۔ (مشکوٰۃ شریف جلد سوم حدیث ۵۳۶۱)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ چیزیں تیار کر رَکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں ہیں، نہ کسی کان نے سنیں ہیں اور نہ کسی دِل میں انکا خیال گزرا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت شریفہ پڑھ لو۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''**فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○**''۔ (السجدۃ ۳۲، آیت ۱۷) ترجمہ ''پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان انکے اعمال کی جزاء میں انکے لیے چھپا کر رَکھا گیا ہے، اسکی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۷۰)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں سے فرمائیگا، کیا تم اَور بھی کوئی چیز چاہتے ہو؟ تو وہ عرض کرینگے، یا اللہ تعالیٰ! تو نے ہمارے چہرے روشن کیے، ہمیں جنت میں داخل کیا، ہمیں جہنم سے بچا لیا (اَور کیا چاہیے) پھر اللہ تعالیٰ حجاب اُٹھالے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرینگے اور پھر انہیں پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ خوبصورت چیز ابھی تک

نہیں دیکھی گئی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اس آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی، ''**لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○**'' (یونس۱۰، آیت۲۶) ترجمہ ''(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جن لوگوں نے دُنیا میں اپنے کام بہت خوبصورتی سے سرانجام دیئے (یعنی اللہ تعالیٰ کی خاطر پورے خلوصِ نیّت سے) انکے لیے ہم اَجر بھی بہترین عطا کرینگے اور کچھ اس سے بھی زیادہ (یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار)۔ انکے چہروں پر نہ کوئی (گناہوں کی) آلودگی کے آثار ہونگے اور نہ ہی ذِلّت کے۔ یہ ہیں جنت والے جو وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث۵۴۱۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم کی آگ دُنیا کی آگ سے ستر (۷۰) گنا زیادہ تیز ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث۵۴۳۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے روز جہنمیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائیگا جو دُنیا کے اندر **عیش وعشرت** میں رہا ہوگا پھر اسے آگ میں غوطہ دے کر کہا جائیگا کہ کیا تو نے کبھی کوئی عیش دیکھی ہے؟ کیا تجھے کبھی آرام پہنچا ہے؟ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! اے رَبّ! نہیں۔

اسی طرح اہلِ جنت میں سے بھی ایک شخص کو بلایا جائیگا جو دُنیا میں سب لوگوں سے زیادہ مصیبت میں رہا ہوگا پس اسے جنت کا ایک غوطہ دیا جائیگا اور پوچھا جائیگا کہ کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی، کیا تیرے پاس کبھی کوئی تنگی آئی؟ عرض کرے گا کہ خدا تعالیٰ کی قسم! اے رَبِّ کریم! نہیں۔ نہ میرے پاس کبھی کوئی تکلیف گزری اور نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث۵۴۲۴)

یعنی جہنم کا ایک غوطہ دُنیا کی ساری عیش وعشرت کو بھلا دیگا اور جنت کا ایک غوطہ دُنیا کی ساری مصیبتوں کو بھلا دیگا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنمیوں میں سے کسی کو آگ ٹخنوں تک پکڑے گی، کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو کمر تک پکڑے گی اور کسی کو آگ گردن تک پکڑ لے گی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۲۶)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''**وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ○ يَّتَجَرَّعُهٗ** ''۔ (دیکھیں سورۂ ابراہیم ۱۴، آیت ۱۶-۱۷)''۔ ترجمہ ''اور اسے پیپ، لہو، پانی پلایا جائیگا۔ وہ اسے گھونٹ گھونٹ پیئے گا''۔ کے متعلق فرمایا کہ جب اسکے منہ کے قریب کیا جائیگا تو وہ اسے ناپسند کریگا۔ جب چہرے کے قریب کیا جائیگا تو اسکو بھون ڈالے گا اور سر کی کھال گر جائیگی۔ جب پلایا جائیگا تو اسکی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا جو اسکے پاخانے کی جگہ سے نکل پڑیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ لا اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا لا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ○**''۔ (الکھف ۱۸، آیت ۲۹) ترجمہ ''اور آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کہہ دیجئے کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے آچکا ہے۔ **سو جسکا جی چاہے، ایمان لائے اور جسکا جی چاہے، کافر رہے**۔ ہم نے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے اسکی قناتیں انکو گھیرے ہونگی اور اگر وہ فریاد کرینگے تو انکی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائیگی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا۔ چہروں کو بھون ڈالے گا۔ کیسا بُرا ہوگا وہ پانی اور کیسی بُری ہو گی وہ جگہ'' (یعنی جہنم)۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۴۳۵)

○.....○.....○

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قف یُغْشِی
الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا لا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ م بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ
وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۵۴ اُدْعُوْا
رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ط اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ
ج ۝۵۵ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا

ترجمہ ◄ (آیات ۵۴ سے ۵۸) یقیناً تمہارا رَبِّ کریم اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ (۶) دِن (چھ اَدوار [Six Stages]) میں پیدا فرمایا۔ پھر وہ (انکے انتظام کیلئے) تختِ سلطنت پر بیٹھ گیا (یعنی انتظام خود اپنے ہاتھ میں لیا) وہ ڈھانپ لیتا ہے رات سے دِن کو، وہ جلدی سے اسے آ لیتی ہے۔ (یہ رات اور دِن کا آنا جانا اسی نے قائم فرمایا ہے)۔ سورج، چاند اور تارے، ان سب کو اسی نے مسخر کر رَکھا ہے۔ کیا یہ اسی کی تخلیق نہیں ہے اور کیا اسی کا حکم نہیں چل رہا؟ بڑا ہی بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا رَبّ تعالیٰ ہے۔ [۵۴]

(جب اسی نے ساری کائنات کو پیدا کیا اور اسی نے ساری کائنات کو مسخر کیا ہوا ہے) تو اپنے رَبِّ کریم کو ہی پکارو، (کسی دوسرے کو اپنا رَبّ مت بناؤ) اسکو پکارو بھی تو **عاجزی وانکساری** سے اور **چپکے چپکے** بھی۔ یقیناً وہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ [۵۵] (کسی مخلوق کو حد سے زیادہ اہمیت دے کر رَبّ مت بناؤ)

اور زمین میں (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے) فساد پیدا نہ کرو جبکہ اسکی بنیاد

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ
مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ
بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ
سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ
فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ
الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ
يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا
يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع

بھلائی پر رکھی گئی ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارو **خوف** کیساتھ اور **اُمید** کیساتھ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت اچھے لوگوں کے بہت قریب ہے۔[۵۶]

وہی تو ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے کیلئے بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب ہوائیں پانی سے بھرے ہوئے بادل اُٹھا لاتی ہیں تو وہ انہیں کسی مردہ زمین کی طرف ہانک دیتا ہے تو وہاں مینہ برسا کر اس مردہ زمین سے طرح طرح کے پھل اُگا دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح مردوں کو ہم زندہ کرینگے (یہ مثال اسلئے بیان کی ہے) تا کہ تم غور و فکر کرو۔[۵۷] (دوبارہ زندہ ہونے میں یقین کرو)

اچھی زمین سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھی نباتات اُگتی ہیں۔ خراب زمین سے خراب نباتات اُگتی ہیں۔ ہم اس طرح اپنی باتیں ان لوگوں کو سمجھاتے ہیں جو **شکر کرنے والے** ہیں۔[۵۸]

تشریح : اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ ''**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا** ''۔(النساء۴، آیت ۸۷) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے''۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرما رہا ہے کہ کائنات کو پیدا کرنے والا میں ہوں، تمہارا رَبِّ کریم میرے سوا کوئی ہو نہیں سکتا۔ کائنات کا نظام بھی میں نے خود اپنے ہاتھ میں رَکھا ہوا ہے۔ کوئی مخلوق میرے ارادے پر، میرے عمل پر اور میری لکھی ہوئی تقدیر پر اَثر انداز نہیں ہو سکتی۔ مجھے کسی طرح کوئی مخلوق مجبور نہیں کر سکتی کہ میں یہ کروں اور وہ نہ کروں۔

جب ہر چیز میں نے پیدا کی ہے تو بادشاہت بھی میری ہی ہے، سلطنت بھی میری ہی ہے اور حکم بھی میرا ہی چلے گا۔ کوئی مخلوق میرے حکم میں دَخل اندازی کرنے کی جرات نہیں کر سکتی۔ نہ میرے حکم کی نافرمانی کر سکتی ہے اور نہ اسے تبدیل کر سکتی ہے۔

اے انسان! یاد رَکھ کہ میرے سوا تیرا نہ تو کوئی رَبّ ہو سکتا ہے، نہ کوئی اَور بادشاہ ہے۔ حکم میرا ہی چلے گا خواہ تم پسند کرو یا نہ کرو۔ اگر تم میرا حکم مانو گے تو فائدہ تمہارا ہی ہوگا کہ تمہیں اسکا انعام ملے گا یعنی جنت۔ اگر تم میرے حکم کو ماننے سے انکار کرو گے تو پھر تمہیں سزا دی جائیگی یعنی جہنم۔

اے انسان! جب یہ تمہارے سامنے واضح ہے کہ ہر اختیار میرے ہاتھ میں ہے تو تُـــو پھر قبروں پر جا کر مُردوں سے اپنی حاجات کیوں مانگتا ہے؟ بتوں کے سامنے ہاتھ کیوں پھیلاتا ہے؟ سورج، چاند، ستاروں کو حاجت روا کیوں سمجھتا ہے؟ تو دوسرے انسانوں کے پیچھے مارا مارا کیوں پھرتا ہے؟ کیا تجھے ذرا بھی عقل نہیں ہے کہ تم براہِ راست مجھ سے مانگو۔ میرے ہی ہاتھ میں تو ہے جو کچھ ہے، کسی اَور کے ہاتھ میں کیا ہے۔ عقل سے کام لو جو کہ میں نے ہی تمہیں عطا کی ہے۔

آخرت کا آنا حق ہے۔ جو اس پر یقین نہیں رَکھتے، وہ ذرا غور کریں اپنے ماحول پر کہ مُردہ زمین کو ہم کیسے زندہ کرتے ہیں؟ اسی طرح مُردہ انسانوں کو ہم زندہ کرینگے اور پھر سب حساب کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع ہو جائینگے۔

اگر جنت کا شوق ہے تو ہر حاجت کیلئے میرے پاس آؤ۔

اگر جہنم کا شوق ہے تو پھر جاؤ، دوسرے لوگوں کے پیچھے، ولیوں کی قبروں پر، نبیوں کی قبروں پر، اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کے سامنے۔

یاد رکھیں شرک ظلمِ عظیم ہے۔ اسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سب گناہ معاف کرسکتا ہوں لیکن شرک معاف نہیں ہوگا تو شرک کر کے آپ اپنی نیکیوں کو برباد کیوں کررہے ہیں؟ قرآن حکیم میں ہے کہ ''**اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ**''۔ (لقمٰن ۳۱، آیت ۱۳) ترجمہ ''یقیناً شرک ظلمِ عظیم ہے''۔ اسکا بدلہ سوائے جہنم کے اَور کچھ نہیں ہے۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے **دِن رات** کے نظام کو واضح فرمایا ہے اور **بارش** کی برکتوں کو۔

یہ دو (۲) نشانیاں یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں (رات دِن اور پانی) ایسی ہیں کہ اگر ساری انسانیت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک سب مل کر ہر روز اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے لگیں تو وہ انکا حق اَدا نہیں کرسکتے۔

دِن اور رات کی نعمت سے ہم کیا حاصل کرتے ہیں؟

(۱) دِن جو سورج کی روشنی سے پیدا ہوتا ہے، زمین کی تمام مخلوقات کی زندگی کیلئے ضروری ہے۔ اگر سورج نہ ہو، ہر وقت رات ہی رات ہو تو وہ انسانی اور حیوانی زندگی اور تمام نباتات اور زمین کے فرش کا زندگی کیلئے موزوں ہونا ختم ہوجائے۔

(۲) اگر رات کے وجود کو ختم کردیا جائے تو انسانی نسل تقریباً ختم ہوجائیگی۔ اسکے علاوہ رات کے یہ فائدے بھی ہیں کہ جیسے انسان دِن کے وقت اپنی آخرت کی زندگی کو بگاڑتا ہے یا سنوارتا ہے، اسی طرح رات کو بھی اپنی آخرت کو سنوار سکتا ہے یا بگاڑ سکتا ہے۔ رات کی عبادت دِن کی عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(۳) بارش کی موجودگی ہر ذی روح کیلئے لازم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زمین پر جو مخلوق بستی ہے، اس میں سے زیادہ سمندروں میں ہے اور کم خشکی پر ہے۔ اگر بارش نہ ہو اور زمین کے اندر پانی نہ جائے تو کوئی نباتات نہ اُگ سکتی ہے اور نہ کوئی ذی روح نباتات کے بغیر اور نہ براہِ راست پانی کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے بارش کی مثال سے یہ بھی سمجھایا ہے کہ اگر زمین زرخیز ہوگی تو

نباتات اچھی اُگیں گی اور صحتمند ہونگی۔ اگر زمین **بنجر** ہونگی تو نباتات بھی نکمّی ہونگی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت بارش کی طرح ہے۔ جن لوگوں کے **دِل کی زمین** اچھی ہے، وہ اسلام کی بارش کو اسی طرح قبول کرتے ہیں جیسے اچھی زمین بارش کو قبول کرتی ہے۔ جنکے دِل کی زمین **غیر پاکیزہ** ہے، وہ رسالت کے پیغام کو اسی طرح ٹھکرا کر نکمّے ثابت ہوتے ہیں جیسے نکمّی زمین سے نکمّے پودے ہی پیدا ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ''**اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ**''۔ (الصافات ۳۷، آیت ۸۴) ترجمہ ''وہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) جب اپنے رَبِّ کریم کی طرف قلبِ سلیم سے متوجہ ہوئے''۔ تو اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھنے لگے کہ تم کن کی بندگی کرتے ہو۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے گھڑے ہوئے خداؤں کی بندگی کرتے ہو۔ تم نے رَبّ العالمین کو کیا سمجھا ہوا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے قلب سلیم سے فطرت کی نشانیاں سورج چاند اور ستاروں پر غور کیا اور اپنی قوم کو بتایا کہ اس جیسے ارباب میں سے کوئی تمہارا رَبّ العالمین نہیں ہوسکتا اور حضرت ابراہیم کو اس مشاہدے پر پورا یقین تھا تو اس قلب سلیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اتنی جرات عطا کر دی کہ پوری قوم کے بتوں کو توڑ کر بغیر خوف وخطر کے بتا دیا کہ یہ میں نے توڑے ہیں۔ (جو قرآن کریم میں الفاظ آئے ہیں کہ بڑے بت سے پوچھ لو جسکے کندھے پر کلہاڑا ہے کس نے توڑے ہیں وہ تمہیں بتا دے گا۔ یہ ایک طنزیہ اور تیر نما فقرہ تھا جس نے اس کی قوم کو آگ کی طرح تپا دیا تھا اور پھر قوم سے کچھ اَور تو ہو سکا اور بس یہ کہا کہ اسکو آگ میں ڈال کو اور جب آگ میں ڈال دیا گیا تو آگ نے ''قلبِ سلیم'' کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا۔

جو شخص بھی قلبِ سلیم لے کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوگا، نماز کے وقت، تلاوتِ قرآن کریم کے وقت، لوگوں سے معاملات کے وقت اور جو بھی چھوٹے بڑے اس زمین پر کام ہیں، کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسکو قلبِ سلیم کی وجہ سے سیدھے راستے پر رَکھے گا اور وہ جہنم سے محفوظ رہے گا۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''جسکا دِل ٹھیک ہے، اسکا جسم ٹھیک ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ
قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ
لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ
وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ
جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

ترجمہ◄ (آیات ۵۹ سے ۶۴) ہم نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو اسکی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرو۔ اسکے سوا کوئی تمہارا رَبِّ کریم نہیں ہے۔ (جیسے تمہارے اعمال ہیں، میں دیکھ رہا ہوں کہ) مجھے خوف لاحق ہے کہ ایک دِن تم پر بہت بڑا عذاب نہ آ جائے۔[۵۹]

قوم کے **سرداروں** نے کہا کہ ہم تو تمہیں گمراہ سمجھتے ہیں۔[۶۰]

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! میں گمراہ نہیں ہوں۔ میں تو تمام جہانوں کے رَبِّ کریم کا رسول ہوں اور میں تمہیں اپنے رَبِّ کریم کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں ہے۔[۶۱-۶۲]

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تمہارے لیے نصیحت اس آدمی کے ذریعے آئی جو تم ہی میں سے ہے تا کہ تمہیں (بُرے اعمال کے انجام سے)

لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ
وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا
قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ ع

خبردار کردے تاکہ تم اسکی نافرمانی سے بچ جاؤ اور پھر تم پر رحم کیا جائے۔[٦٣]

لیکن انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا (یعنی اسکی کوئی بات نہیں مانی) تو آخرکار ہم نے اسکو اور اسکے ساتھ جو کشتی میں تھے، انکو بچالیا اور **جو اسکی بات نہیں مانتے تھے، انکو غرق کردیا۔**

وہ قوم دَراصل تھی ہی اندھی۔ (یعنی وہ عقل کے اندھے تھے)[٦٤]

تشریح: حضرت نوح علیہ السلام **سچ** پر تھے اور قوم **جھوٹ** پر تھی لیکن قوم ۹۵۰ سال حضرت نوح علیہ السلام کو یہی کہتی رہی کہ تم گمراہ ہو اور ہم ٹھیک ہیں۔

ہماری حالت بھی کئی صدیوں سے ایسی ہی ہے۔ ہم قرآن کریم پر ایمان تو رَکھتے ہیں لیکن اسکو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اس پر عمل کرنے کی ذرا بھی ہمت نہیں کرتے۔ قرآن کریم کیساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا بہترین نمونہ زندگی بھی ہمارے پاس موجود ہے لیکن ہماری بہت بڑی اکثریت کو اسکا نہ تو علم ہے اور نہ علم حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے لہٰذا ہمارے اکثر اعمال غیر اسلامی ہیں۔ جو رَسم و رواج اسلام کے نام پر بنائے ہوئے ہیں، وہ اکثر بدعات ہیں اور **ہر بدعت گمراہی ہے**۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہمیں چاہیے کہ قرآن کریم کو عربی میں سمجھیں اور احادیث شریف کو بھی عربی میں سمجھیں اور ان دو کتابوں کو اس طرح پڑھیں جیسے ٹیکسٹ بُک پڑھی جاتی ہیں تاکہ یہ ہماری زندگی کا ایک حصہ بن جائیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ بہت بڑی اکثریت یہ ماننے کیلئے تیار نہیں، نہ اس پر محنت کرنے کیلئے تیار ہے۔ نہ ہم ایک دوسرے کو اسکی تلقین کرتے ہیں۔ ہم بُرائی سے کم ہی روکتے ہیں اور نیکی کا کم ہی دَرس دیتے ہیں۔

بنی اسرائیل کا تنزل اسی وجہ سے شروع ہوا تھا کہ انہوں نے اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیا تھا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا کہ ''اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت وقوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان لوگوں پر مرنے سے پہلے دُنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے''۔ (ابوداؤد و ابن ماجہ)

اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں انسان پر تنقید اور اعتراضات اور بعض دفعہ مار کٹائی اور جان کا خطرہ پیدا تو ضرور ہوتا ہے لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ کسی نے سچ کہا، جو کہا

Not gold but only men can make,
A people great and strong,
Men who for truth and honour's sake,
Stand fast and suffer long.
Brave men who work while others sleep.
Who dare while others fly?
They build a nations pillars deep.
And lift them to the sky

قوم کو مضبوط اور عظیم، سونا اور چاندی نہیں بناتے بلکہ وہ لوگ بناتے ہیں

جو مدتِ دراز تک سچ اور عزت کیلئے مصیبتیں جھیلتے اور ثابت قدم رہتے ہیں

وہ بہادر آدمی جو کام کرتے ہیں جبکہ دوسرے سو رہے ہوتے ہیں

اور وہ جرات دکھاتے ہیں جبکہ دوسرے بھاگ جاتے ہیں

ایسے لوگ قوم کی جڑوں کو مضبوط کرتے ہیں

اور اسکو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیتے ہیں

۝.....۝.....۝

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ
الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا
لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ
سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾
اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾
اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى
رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ
خُلَفَآءَ مِنْ ۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ

ترجمہ ◄ (آیات ۶۵ سے ۸۷) اور قومِ عاد کی طرف ہم نے انکے بھائی حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم! صرف اللہ تعالیٰ کی ہی بندگی کرو، اسکے سوا تمہارا کوئی رَبّ نہیں ہے۔ کیا تم (اسکے عذاب سے) ڈَرتے نہیں ہو۔[۶۵]

اسکی قوم کے **سرداروں** نے جو کہ کافر (مشرک) تھے، کہا کہ ہم تو تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ تم تو جھوٹے ہو۔[۶۶]

انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! میں بیوقوف نہیں ہوں بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو کہ تمام جہانوں کا رَبِّ کریم ہے۔[۶۷]

میں تمہیں اپنے رَبّ تعالیٰ کے پیغامات پہنچانے آیا ہوں اور میں تمہارا قابلِ اعتماد خیر خواہ ہوں۔[۶۸]

کیا تم اس بات پر حیران ہوتے ہو کہ تمہارے پاس خود تمہاری ہی قوم کے

بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾
قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ
اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ
﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ
وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ
اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ
فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

ایک آدمی کے ذریعے تمہارے رَبّ تعالیٰ کا ذِکر آ گیا (یعنی اللہ تعالیٰ کی نصیحتیں آ گئیں یعنی صحیفہ ہدایات) تا کہ وہ تمہیں خبردار کردے۔

اور یاد رَکھو کہ قومِ (حضرت) نوح (علیہ السلام) کے بعد تم کو اسکا جانشیں بنایا اور تمہیں (تعداد اور قوت میں) خوب پھیلایا۔ پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رَکھو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔[۶۹]

کہنے لگے کہ کیا تم ہمیں یہ کہتے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کریں اور ہم انکو چھوڑ دیں جنکی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے۔ تو لے آ ہم پر وہ عذاب جسکی تو ہمیں دھمکی دیتا رہتا ہے اگر تو واقعتاً سچا ہے۔[۷۰]

پیغمبر (علیہ السلام) نے کہا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور غضب واقع ہوا چاہتا ہے۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو (جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو) جنکے نام تم نے اور تمہارے آباؤ واجداد نے خود رَکھ لیے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انکے متعلق کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔ (اس شرک کے انجام کا) تم بھی انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔[۷۱]

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع
وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا
تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ
فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ
خُلَفَآءَ مِنْ ۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ

(پھر عذاب آ گیا) ہم نے پیغمبر علیہ السلام کو اور جو انکے ساتھ تھے (یعنی ایمان لانے والے) انکو اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو ہماری ہدایات (ارشادات، نصیحتوں اور احکامات) کو جھٹلاتے رہے، انکی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔[۷۲]

اور ہم نے **قومِ ثمود** کی طرف انکے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو، اسکے سوا کوئی تمہارا رَبِّ کریم نہیں ہے۔ میں تمہارے پاس تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے واضح ثبوت لے کر آیا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے تو اسکو آزاد رہنے دو کہ خدا تعالیٰ کی زمین میں چرتی پھرے۔ خبردار! اسکو کسی بُری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک دَردناک عذاب تم پر آ جائیگا۔[۷۳]

اور یاد رَکھو کہ **قومِ عاد** کے بعد اس نے تم کو انکا جانشین بنایا اور تمہیں زمین

تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ
الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي
الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ
اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ
اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ
قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ
اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾
فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ

میں اس طرح بسایا کہ تم ہموار میدانوں میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو بھی کاٹ کاٹ کر مکانات بناتے ہو (یعنی تمہیں یہ صلاحیت دی کہ تعمیر سازی کی صنعت سے تم اچھے گھر میدانوں میں بھی اور خوبصورت گھر پہاڑوں کے اندر بنا لیتے ہو) تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھا کرو (یعنی شکر اَدا کیا کرو) اور زمین میں (اللہ تعالیٰ اور اسکے نبی کی نافرمانی سے) فساد مچانے کی حرکتیں نہ کرو۔[۷۴]

قوم کے **حکمرانوں** نے جو **تکبر** کرتے تھے، کمزور لوگوں سے جو ایمان لے آئے تھے، پوچھا، کیا تم واقعی جانتے ہو کہ (حضرت) صالح (علیہ السلام) اپنے رَبّ کا پیغمبر ہے۔ انہوں نے کہا کہ یقیناً جو وہ لایا ہے، ہم اس پر ایمان رَکھتے ہیں۔[۷۵]

جو متکبر تھے، انہوں نے کہا، جس پر تم ایمان رَکھتے ہو، ہم تو اسکو نہیں مانتے[۷۶]

(نتیجہ یہ ہوا کہ) انہوں نے **اونٹنی** کو مار ڈالا اور اپنے رَبّ کے حکم کی **نافرمانی** کر دی اور پھر کہنے لگے کہ اے (حضرت) صالح (علیہ السلام)! لے آ وہ

اٰتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ
جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ
اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا
تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ
اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ
دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا

عذاب جسکی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے، اگر حقیقتاً تو پیغمبر ہے۔[۷۷]

(تو پھر عذاب آ گیا اور) **زلزلے** نے انہیں آ لیا اور وہ اپنے گھروں میں اُلٹے منہ مُردہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔[۷۸]

اور (حضرت) صالح (علیہ السلام) یہ کہتے ہوئے انکی بستی سے نکل گئے کہ اے میری قوم! میں نے تو اپنے رَبِّ کریم کا پیغام تمہیں پہنچا دیا تھا اور تمہیں اچھی نصیحت کی تھی لیکن تم خود خیر خواہ لوگوں کو پسند کرتے ہی نہیں ہو۔[۷۹]

اور (حضرت) **لوط** (علیہ السلام) کو ہم نے انکی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اس نے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو کسی مخلوق نے ابھی تک نہیں کی[۸۰]

تم مستورات کو چھوڑ کر مردوں سے خواہش پوری کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم اسراف کرنے والے لوگ ہو۔ (یعنی حرام کو حلال ٹھہرا لیا اور حلال کو حرام)[۸۱]

اسکی قوم کا جواب یہ تھا کہ ان (یعنی حضرت لوط علیہ السلام اور انکے

كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ
مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ج اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ
وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ز كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ط وَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ ع وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ
شُعَيْبًا ط قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ ط قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا
الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ

ساتھیوں) کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ بہت پاکباز بنتے ہیں (تو ہم نے ان پر عذاب بھیجا) پھر ہم نے حضرت لوط علیہ السلام اور اسکے ساتھیوں کو سوائے اسکی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں کیساتھ تھی، بچالیا۔[۸۲-۸۳]

ہم نے ان پر ایک خاص قسم کی بارش بھیجی (پتھروں کی بارش) تو اب دیکھ لو کہ اس جرائم پیشہ قوم کا انجام کیا ہوا۔[۸۴] (انکو سنگسار کردیا)

ہم نے مدین کی طرف انکے بھائی (حضرت) شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی ہی بندگی کرو، اسکے سوا تمہارا کوئی رَبّ تعالیٰ نہیں ہے۔ تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے واضح ہدایت (ارشادات، نصیحتیں اور احکامات) آچکی ہے کہ **ناپ اور تول پورا کیا کرو**۔ (ناپ اور تول زندگی کے ہر شعبہ کی بنیاد ہے عدل قائم کرنے کیلئے) لوگوں کو انکی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد پیدا نہ کرو (جہاں عدل نہیں ہوگا وہاں فساد ہوگا) جبکہ اس میں اصلاح

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ ۚ وَلَا تَقْعُدُوْا
بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ
كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ
اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا
فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ

کر دی گئی ہے (یعنی کائنات کو جس میں زمین بھی شامل ہے، عدل کا نظام قائم کر دیا گیا ہے) اگر تم واقعی ایمان لانے والے ہو تو یہ تمہارے لیے بھلائی کی بات ہے۔[۸۵]

اور زندگی کے ہر راستے پر مت بیٹھو کہ لوگوں کو خوفزدہ کرو اور ایمان لانے والوں کو خدا تعالیٰ کے راستے سے روکو اور سیدھی راہ کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرو۔ اس وقت کو یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے پھر ہم نے تمہاری تعداد میں زیادتی کر دی اور غور سے دیکھو کہ دُنیا میں فساد مچانے والوں (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والوں) کا انجام کیا ہوا تھا۔[۸۶]

اگر تم میں سے ایک گروہ ایمان لے آتا ہے، اس تعلیم پر جو بھیجی گئی ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لاتا تو صبر سے کام لو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آ جائے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی ہوتا ہے کہ جو مومنین ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انکو تو اپنے عذاب سے بچا لیتا ہے اور جو مخالفین ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیجتا

الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

ہے،انکوتباہ وبرباد کردیتا ہے)[۸۷]

تشریح: یہ چند نبیوں کی سرگذشت ہے،مقصد اسکا یہ ہے کہ مشرکین مکہ کو اپنی تاریخ کا ماضی بتایا جائے کہ ماضی میں اسی خطہ یعنی عرب میں جو قومیں آباد رہیں اور جن سے تم واقف ہو اور انہوں نے اپنے اپنے نبیوں کی بات کو نہیں مانا (نبی پر ایمان نہیں لائے) بالآخر اللہ تعالیٰ نے انکو تباہ کر دیا اور تباہ بھی اس طرح کیا کہ انکو عذاب آنے کا احساس نہیں ہوا، یکدم ان پر عذاب آیا اور وہ لوگ جو نبی اور اسکے ساتھ ایمان والے تھے، وہ بچا لیے گئے اور جو نبی کی بات ماننے سے انکار کرتے تھے یعنی اس پر ایمان نہیں لاتے تھے، انکو ذِلت کیساتھ صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

یہ نصیحت (ارشادات، ہدایات اور احکامات) براہِ راست مشرکین مکہ کو تھی اور اب آنے والی تمام قوموں کیلئے ہے جو قیامت تک آئینگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو ساری دُنیا کیلئے قیامت تک نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔قرآن حکیم میں ہے کہ ''**قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا** ''۔(الاعراف ۷،آیت ۱۵۸) ترجمہ ''کہہ دو اے دُنیا کے انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔

ان تمام قوموں کا ایک بنیادی فلسفہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ دُنیا میں اَور بھی معبود ہیں جو ہماری مدد کرتے ہیں۔انکا یہ فلسفہ حقیقت کیخلاف تھا۔ہر نبی نے اپنی اپنی قوم (عاد، ثمود، قومِ لوط، قومِ شعیب وغیرہ) کو یہ پیغام کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اَور کوئی تمہارا رَبّ نہیں ہے دیا لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ہی عمل کرو اور اپنے بنائے ہوئے جھوٹے خداؤں (بت، چاند ستارے وغیرہ) کو چھوڑ دو۔

یہی پیغام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں مشرکینِ مکہ کو تھا اور یہی پیغام دُنیا کی تمام غیر مسلم قوموں کیلئے ہے اور یہی پیغام قیامت تک برقرار رہیگا۔جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لے آئینگے یعنی انکی بات اور انکا فلسفہ مان لیں گے، وہ آخرت میں جہنم سے نجات پالیں گے اور جو ان پر ایمان نہیں لائینگے یعنی انکی بات

اور انکا فلسفہ نہیں مانیں گے، وہ جہنم میں چلے جائینگے۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہمیشہ سچ ہوتا ہے اور ہمیشہ اَٹل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ** ''۔(یونس۱۰، آیت۶۴) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کا حکم (احکامات جو قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم میں موجود ہیں) تبدیل نہیں ہونگے''۔

ایک اَور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا** ○ ''(النساء۴، آیت۱۲۲) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کا قول سچا ہوسکتا ہے''

اے اقوامِ عالم! اب یہ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لا کر جنت کے وارث بنتے ہو جس میں موت نہیں ہے اور ہر نعمت موجود ہے اور نہ ختم ہونے والی زندگی ہے یا انکار کر کے اور انکے دِین کو رَدّ کر کے جہنم کا ایندھن بنتے ہو جسکی آگ دُنیا کی آگ سے ستر (۷۰) گنا زیادہ تیز ہے اور وہاں موت بھی نہیں ہے اور نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے۔

آپ مجھ سے اتفاق کریں یا نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ

۱) ساری کائنات میں ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے۔ کوئی دوسرا اللہ تعالیٰ یا رَبّ نہیں ہے

۲) اس نے زمین پر انسانیت کی ہدایت کیلئے جتنے (تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار) نبی بھیجے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تک سب نبی ایک ہی دِین لائے تھے کہ تمہارا رَبّ اللہ تعالیٰ کے سوا اَور کوئی نہیں ہے۔ وہی کائنات کا بادشاہ ہے۔ اسی کو قانون بنانے کا حق ہے۔ اسی کا بعض چیزوں کا حرام کرنا اور بعض چیزوں کا حلال کرنا ذِمہ ہے۔

۳) جو بھی نبی آیا، ایک خاص قوم اور ایک خاص مدت کیلئے آیا سوائے حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے۔

۴) ہر نبی کو جو کتاب دی گئی، اس میں وہی ایک دِین تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں پر نازل فرمایا۔ یہی ایک دِین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی کتاب القرآن الکریم میں اللہ تعالیٰ نے دہرایا ہے۔

۵) یہ نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم آخری نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکے بعد نبوت کا سلسلہ بند کر دیا۔ قیامت تک یہی نبی رہیں گے ہر انسان کیلئے خواہ وہ مانے یا نہ مانے لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ تمہارے نبی ہیں اور ان پر جو کتاب نازل ہوئی ہے یعنی القرآن الحکیم وہ تمہاری ہی ہدایت کیلئے نازل کی گئی ہے اور وہ اس دُنیا کے آخری وقت تک قابل عمل ہے۔ اسکے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی نئی کتاب آئے گی۔ اس کتاب میں وہی دِین ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ختم کیا گیا۔

۶) اللہ تعالیٰ جو کائنات کی ہر چیز کو جانتا ہے، ہر چیز کی خبر رَکھتا ہے، ہر چیز کا علم رَکھتا ہے، غیب کا جاننے والا ہے۔ جو پیچھے ہو چکا، اسکو بھی جانتا ہے۔ جو آگے آنے والا ہے، اسکو بھی جانتا ہے تو اسکو معلوم تھا کہ میری عطا کردہ انسان کو صلاحیت اس عروج پر پہنچ جائے گی کہ ایک دِن دُنیا کا ایک کونہ دوسرے کونے سے ایسے مل جائے گا جیسے ہمسائے کا گھر دوسرے گھر کیساتھ مل جاتا ہے۔ اسلئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کلام یعنی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور اللہ تعالیٰ کا کلام یعنی القرآن الحکیم پہنچانے کیلئے کوئی فاصلہ اور وقت کی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔ ظاہر ہے کہ مشرق بعید جاپان میں بیٹھا ہوا انسان مغرب بعید کیلیفورنیا میں بیٹھے ہوئے انسان سے اس طرح بات کرتا ہے جیسے وہ آپس میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے بات کر رہے ہوں۔

اے اقوامِ عالم! اب آپ پر منحصر ہے کہ آپ نہ ختم ہونے والا عیش وعشرت یعنی جنت پسند کرتے ہیں یا نہ ختم ہونے والے آگ کے عذاب یعنی جہنم کو پسند کرتے ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

ہم نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اسکے آخری نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے۔ اب ذمہ داری تمہاری ہے۔ فائدہ بھی تمہارا ہی ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کا فائدہ ہے اور اسکے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا فائدہ ہے اور نہ ہم گناہگاروں کا کوئی فائدہ ہے۔ جو فائدہ ہے سب کا سب تمہارے ہی لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ

ترجمہ◄ (آیات ۸۸ سے ۱۰۲) (حضرت) شعیب (علیہ السلام) کی قوم کے **سرداروں** نے جو **متکبر** تھے، کہا کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکال دینگے ورنہ تم کو واپس ہمارے دِین میں آنا ہوگا۔ (حضرت) شعیب (علیہ السلام) نے کہا کہ خواہ ہم اس بات کو ناپسند ہی کریں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنے والے ہونگے اگر تمہاری ملت (دِین و مذہب) میں پلٹ آئیں جبکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے۔ ہمارے لیے اس طرف پلٹنا اب ممکن نہیں مگر یہ کہ اگر ہمارا رَبّ ہی ایسا چاہے۔ ہمارے رَبِّ کریم کا علم بہت وسیع ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رَکھا۔ اے ہمارے رَبِّ کریم! ہم میں اور ہماری قوم میں حق کیساتھ فیصلہ فرمادے، تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔ [۸۸-۸۹]

قوم کے سردار جو کفر پر اَڑے ہوئے تھے، لوگوں سے کہنے لگے کہ اگر تم

شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ
وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ
وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ
﴿۹۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ

(حضرت) شعیب (علیہ السلام) کی بات مانو گے تو تم نقصان میں پڑ جاؤ گے۔ (پھر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوا کہ) ایک **زلزلے** نے انکو آ لیا اور وہ اپنے گھروں میں **اُلٹے منہ مُردہ** پڑے کے پڑے رہ گئے۔[۹۰-۹۱]

جن لوگوں نے (حضرت) شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا تھا، وہ ایسے مٹے گویا کہ کبھی ان گھروں میں وہ بسے ہی نہ تھے۔ آخر کار برباد وہی ہوئے جنہوں نے (حضرت) شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا اور (حضرت) شعیب (علیہ السلام) یہ کہتے ہوئے انکی بستی سے نکل گئے (ہجرت کر لی) کہ اے میری قوم! میں نے تو اپنے رَبّ تعالیٰ کے پیغام تمہیں پہنچا دیئے اور تم سے **خلوص کا حق** اَدا کر دیا لیکن اس قوم پر افسوس کیسے کروں جس نے حق کو جھٹلایا۔[۹۲-۹۳] (یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی ماننے سے ہی انکار کر دیا)

ہم نے کسی بستی میں کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا کہ ان لوگوں کو **تنگی** اور **مصیبت** میں نہ پکڑا ہو تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں (لیکن انہوں نے عاجزی اختیار نہیں کی اور ایمان نہیں لائے)[۹۴]

اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ
بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوا وَّقَالُوْا
قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً
وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا
وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا
بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ
يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا

پھر ہم نے **خوشحالی** دی حتیٰ کہ انہوں نے خوب ترقی کی اور کہنے لگے کہ سختی اور خوشحالی تو ہمارے باپ دادوں پر بھی آیا کرتی تھی۔ (یہ بھی انکے لیے آزمائش تھی کہ وہ آیا شکر اَدا کرتے ہیں کہ نہیں لیکن انہوں نے شکر کا رویہ اختیار نہیں کیا۔ وہ مسلسل **بدکاریاں** کرتے رہے۔ پھر نتیجہ یہ ہوا کہ) ہم نے انکو اچانک عذاب میں پکڑ لیا اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ اگر بستیوں والے **ایمان** لاتے اور ہماری **نافرمانی** سے ڈَرتے تو ہم ان پر **آسمان** اور **زمین** کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انکو انکے بُرے اعمال کی وجہ سے عذاب میں پکڑ لیا۔ [۹۵-۹۶]

کیا اب اس بستی والے (یعنی اہلِ مکہ) بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہماری گرفت کبھی اچانک ان پر رات کے وقت آ جائے جبکہ وہ سو رہے ہوں یا انکو اطمینان ہو گیا ہے کہ ہمارا عذاب ان پر دِن کے وقت یکدم آ جائے جبکہ وہ غفلت میں کھیل

مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ
مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ
وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ
الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا
كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ

رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی چال سے بے خوف ہو گئے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے منصوبوں سے وہی بے خوف ہوتے ہیں جو نقصان اُٹھانے والے ہیں۔[۹۷-۹۹] (یعنی ایمان نہیں لاتے تھے)

کیا وہ لوگ جو پہلے زمین پر بسنے والوں کے وارث ہوتے ہیں، سبق نہیں سیکھتے کہ اگر ہم چاہیں تو انکے گناہوں پر ہم انہیں پکڑ سکتے ہیں (لیکن بات یہ ہے کہ وہ غور وفکر نہیں کرتے) اور ہم انکے دِلوں پر مہر لگا دیتے ہیں پھر وہ کچھ نہیں سنتے (یعنی سنی اَن سنی کر دیتے ہیں) (اپنے نبی کی باتوں پر توجہ نہیں دیتے)[۱۰۰]

یہ ہیں چند قومیں جنکے قصے ہم نے تمہیں سنا دیئے ہیں۔ انکے پاس انکے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے لیکن جس چیز کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے، اسکو وہ ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے پھر (انکے اس رویے [Behaviour] کی وجہ سے) ہم کافرین کے دِلوں پر مہر لگا دیا کرتے ہیں۔ ہم نے ان لوگوں میں سے اکثر کو عہد شکن پایا اور وہ

وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

اکثر راہ سے بھٹکے ہوئے تھے۔[۱۰۱-۱۰۲]

تشریح : باقی بیان کردہ قوموں کی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی اکثریت نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور انکو ملک بدر کرنے کی دھمکی بھی دی۔

اللہ تعالیٰ نے پھر قومِ شعیب کو زلزلے سے ہلاک کر دیا اور حضرت شعیب علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کو بچالیا۔

انسانی تاریخ سے یہ بات واضح ہے کہ تقریباً ہر قوم نے پہلے اپنے نبی کو جھٹلایا پھر بعض اس میں سے ایمان لے آئے اور بعض نے مخالفت جاری رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے قوموں کو آزمانے کیلئے ان پر مصیبتیں بھی بھیجیں۔ جب مصیبتیں بھیجیں تو بھی وہ ایمان نہیں لائے۔ جب ان مصیبتوں کو اچھے حالات میں بدل دیا تو وہ پھر بھی ایمان نہیں لائے۔

قوموں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ہاتھ سے معجزے بھی دکھائے لیکن پھر بھی یہ قومیں اپنے جاہلانہ عقائد پر جمی رہیں اور انکو آخر کار اللہ تعالیٰ نے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ کسی قوم کو اعذاب دینے سے پہلے اسکی اصلاح کیلئے:

۱) نبی بھیجتا ہے
۲) تنگدستی سے آزمائش کرتا ہے
۳) پھر خوشحالی سے آزمائش کرتا ہے
۴) اپنی نشانیاں بھیجتا ہے۔

جو قوم بھی ان چار باتوں کے باوجود اپنی اصلاح نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ اسکو ختم کر دیتا ہے تاکہ بُرائیاں جو وہ کرتے تھے، یہاں ہی رُک جائیں اور باقی دُنیا میں نہ پھیلیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ **وعدہ** ہے کہ اگر قوم ایمان لے آئے اور تقوے کیساتھ **اعمالِ صالح** کرے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو آسمان اور زمین سے اپنی **برکتیں** بھیجتا ہے لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے بغاوت کرتے ہیں اور بُرائیوں میں بدستور مبتلا رہتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ انکو پکڑ لیتا ہے۔ (اسی سورۂ مبارکہ کی آیت مبارکہ ۹۶ کو دوبارہ پڑھیں)

اگر ہم بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر تقوے کیساتھ عمل کریں اور اپنے معاشرے

میں بُرائیوں کوختم کرنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ ہم پر بھی اپنی رحمت کے دروازے کھول دیگا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اَور جگہ فرمایا کہ اگر تم میرا شکر بجا لاتے رہو گے تو میں اپنی نعمتیں زیادہ کردونگا۔ ''**وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ**'' ○ ''(ابراہیم۱۴، آیت ۷) ترجمہ ''اور (وہ وقت یاد کرو) جب تمہارے رَبّ تعالیٰ نے تمہیں اطلاع دے دی تھی کہ اگر شکر کرو گے، تمہیں ضرور زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بڑا سخت ہے''۔ ایک اَور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا**''۔ (ابراہیم۱۴، آیت ۳۴) ترجمہ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنے لوگو تو نہیں کرسکو گے''۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر اَدا کرتے رہنا چاہیے۔ یاد رَکھیں کہ سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں دی ہے وہ مشرکین کے غلبہ سے آزادی ہے۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''مشرک سے اتنی دُور رہو کہ اسکی آگ دکھائی نہ دے''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۴۶۳)

تاریخ شاہد ہے کہ جس قوم کیساتھ تم رہو گے اگر وہ قوم اقتدار میں ہے تو تمہاری نسل دَرنسل میں ایمان ختم ہوتا جائیگا۔ سپین (Spain) کی مثال یاد رَکھیں۔ آج کل بھارت (India) میں جو کچھ مسلمانوں کیساتھ ہو رہا ہے، اسکو دیکھیں اور اس آزادی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ **شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں اور نافرمانی سے بچیں۔**

عہد کے متعلق:

عہد کئی قسم کا ہوسکتا ہے۔ ایمان پر، عدالت میں گواہی پر، مال کی خرید وفروخت میں اور اُدھار لینے میں وغیرہ وغیرہ لیکن سب سے زیادہ ضروری عہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کیساتھ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ، حکمران کیساتھ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کیساتھ عہد کرنا ہے **نیک نیتی** پر۔ (**نسائی**)

اس آیت مبارکہ میں اس عہد کا اشارہ ہے جو ہر انسان نے اللہ تعالیٰ کیساتھ عالم ارواح میں کیا تھا۔ ''**اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ**''۔(الاعراف ۷، آیت ۱۷۲) ترجمہ ''کیا میں تم سب کا رَبّ واحد نہیں ہوں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر انسان کیساتھ دو ساتھی ہیں۔ ایک (یعنی فرشتہ) نیکی کا حکم کرتا ہے اور دوسرا (یعنی شیطان) بُرائی کا حکم دیتا ہے۔(مشکوٰۃ شریف)

اس عہد کو انسان اپنے بچے کو یاد دلاتا ہے جب پیدا ہوتے ہی ہم اسکے کانوں میں اذان دیتے ہیں۔ جب بچہ بڑا ہو کر بلوغت کی عمر کو پہنچتا ہے تو پھر اسکی اپنی مرضی ہے کہ وہ فرشتے کی بات مانتا ہے یا شیطان کی۔ پیدائش کے وقت شیطان بھی اسکے کان میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

عہد ایک امانت ہے اور اسکے متعلق پوچھا جائیگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں عرب کے قبائل میں آپس میں جو معاہدے ہوتے تھے، اگر کوئی ایک فریق معاہدہ توڑ دیتا تھا تو دوسرا فریق اس پر حملہ کرتا تھا۔ معاہدے کو توڑنا بہت بُرا سمجھا جاتا تھا۔ آج یہ حالت ہے کہ ایک بین الاقوامی تنظیم نے ہمارے ساتھ ایک عہد کیا تھا اور ایک بہت بڑے ملک نے بھی ہمارے ساتھ عہد کیا تھا۔ افسوس کی بات ہے کہ انسانیت کی پستی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ نہ بین الاقوامی تنظیم اس عہد کا پاس کر رہی ہے اور نہ ہی وہ ملک جس نے عہد پر دستخط کیے۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے، ہم چاہتے ہیں کہ یہ عہد اَمن کے راستے سے پورا ہو لیکن انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ زبردست کمزور کی نیک دِلی کو کمزوری سمجھتا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے حق کیلئے ہمیں وہی کچھ کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ ''**وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ**''۔(الانفال ۸، آیت ۶۰) ترجمہ ''(اپنے دفاع کیلئے) جہاں تک ممکن ہو، قوت تیار رکھو''۔

قوت کے بغیر ہمارا حق نہیں ملے گا۔

۝.....۝.....۝

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى
فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ
اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى
اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ
بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾
قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

ترجمہ◄ (آیات ۱۰۳ سے ۱۲۶) پھر ان قوموں کے بعد ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو واضح نشانیوں (نشانیاں اسکی رسالت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی) کیساتھ فرعون اور اسکے وزیروں کے پاس بھیجا لیکن انہوں نے ہماری نشانیوں (معجزات) کیساتھ ظلم کیا۔ (یعنی انکو جھٹلایا اور انکو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں سمجھنے کی بجائے جادوگری کا کرشمہ سمجھا۔ تو اے انسان آنکھیں کھول کر تاریخ کے اوراق میں تُو) دیکھ لے کہ ہم نے انکا کیا حشر کیا۔[۱۰۳]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے فرعون! میں تمام جہانوں کے رَبّ تعالیٰ کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں۔ مجھ پر یہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ کوئی بات حق کے بغیر نہ کہوں۔ میں تم لوگوں کے پاس تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے واضح حکم کیساتھ آیا ہوں لہٰذا میرا حکم یہ ہے کہ تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ آزاد کر کے بھیج دے۔[۱۰۴-۱۰۵]

فرعون نے کہا کہ اگر تو کوئی نشانی لایا ہے تو دکھا، اگر تو سچا ہے؟ جواباً حضرت

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ
﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ
عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَا
ذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي
الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾
وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ
كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ
الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ

موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا اور وہ یکا یک ایک بڑا اژدھا بن گیا۔ دوسری نشانی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دکھائی کہ اپنا ہاتھ بغل میں ڈالا اور جب نکالا تو وہ سب کو بہت ہی روشن نظر آ رہا تھا۔[۱۰۶-۱۰۸]

یہ دیکھ کر فرعون کے وزیروں نے کہا کہ یہ تو ماہر جادوگر لگتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے۔ بتاؤ تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو؟[۱۰۹-۱۱۰]

ان سب نے فرعون کو مشورہ دیا کہ اسکو اور اسکے بھائی کو اپنے پاس روک لیجیے اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیج دیں کہ ماہر جادوگر اکٹھے ہو کر آ جائیں۔ پس تمام جادوگر فرعون کے پاس آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم غالب رہے تو ہمیں اَجر کیا ملے گا؟[۱۱۱-۱۱۳]

فرعون نے کہا کہ ہاں! تمہیں اَجر ملے گا اور تم میرے مقرب بن جاؤ گے۔[۱۱۱۴]

اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ
اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ
وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى
اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ ۚ
فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ۚ فَغُلِبُوْا
هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ ۚ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ
سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ صلے قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ لا رَبِّ

(پھر مقابلہ شروع ہوا) انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنا (منتر) پھینکتے ہو یا ہم پھینکیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم ہی پہلے پھینکو۔ انہوں نے جب اپنے منتر پھینکے تو لوگوں کی نگاہوں پر جادو ہو گیا اور انکے دِل خوفزدہ ہو گئے اور وہ بڑا ہی زبردست جادو بنا لائے تھے۔[۱۱۵-۱۱۶]

ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ تم اپنا عصا پھینکو تو وہ پھینکتے ہی اس نے جادوگروں کے جھوٹے جادو کو نگلنا شروع کر دیا۔ (یعنی جادو کا اَثر جاتا رہا) پس اس واقعہ سے **حق** قائم ہو گیا اور **باطل** مٹ گیا (یعنی ہمارا نبی حق لے کر آیا ہے، یہ قائم رہیگا اور باطل مٹ جائیگا۔ تمہاری زندگی باطل پر قائم ہے، یہ باطل جادو کی رسّی کی طرح سے ہے جسکو تم نے حق سمجھا ہوا ہے)[۱۱۷-۱۱۸]

پس وہ سب (فرعون، اسکے وزراء اور فرعون کی قوم) شکست کھا گئے اور وہ ذلیل ہو کر رہ گئے جبکہ جادوگر سجدے میں گر پڑے اور انہوں نے کہا، ہم رَبّ العالمین پر ایمان لے آئے، ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے رَبّ تعالیٰ پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے کہا کہ کیا تم اس پر ایمان لے آئے میری

مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ
اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى
الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ
خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّا اِلٰى
رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ
رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا
وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

اجازت کے بغیر، یقیناً یہ کوئی چال ہے جو تم لوگوں نے اس شہر میں کی ہے تا کہ اسکے رہنے والوں کو بے دخل کر دو۔ اچھا! اسکا انجام تم ابھی دیکھ لو گے۔[۱۱۹-۱۲۳]

اے جادوگرو! میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دونگا اور تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا۔[۱۲۴]

انہوں نے کہا کہ ہم سب نے بالآخر **لوٹنا** اپنے رَبِّ کریم کی ہی طرف ہے۔ کیا تو ہم سے اس بات پر انتقام لے رہا ہے کہ ہم اپنے رَبِّ کریم کی **آیات مبارکہ** پر ایمان لے آئے ہیں (یعنی اسکی توحید کی نشانیاں دیکھنے کے بعد)

پھر انہوں (یعنی جادوگروں) نے اللہ تعالیٰ سے **یہ دُعا کی** کہ اے ہمارے رَبِّ کریم! ہمیں صبر عطا فرما اور ہمیں دُنیا سے اس حال میں اُٹھا کہ ہم تیرے فرمانبردار ہوں۔[۱۲۵-۱۲۶]

تشریح : فرعون اپنے زمانے کی سپر پاور تھا اور مشرک تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے پاس یہ پیغام لے کر گئے کہ وہ بنی اسرائیل جو کہ صدیوں سے اسکی غلامی

کر رہے تھے، انکو آزاد کر دے اور وہ انکو اس ملک سے باہر لے جائے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو ماننے سے انکار کر دیا اور سوال کیا کہ کوئی نشانی دکھاؤ اگر تم سچے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو نشانیاں دکھائیں۔ پہلی نشانی یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر پھینکا تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا۔ دوسری نشانی آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بغل میں ڈال کر نکالا تو وہ روشن ترین بن گیا۔

پہلی نشانی کی حکمت یہ تھی کہ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاؤ گے تو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عصائے اقتدار (Rod of Authority) لے کر آیا ہوں۔ اگر تم نہیں مانو گے تو یہ اقتدار تمہیں سانپ کی طرح ڈَس لے گا۔

دوسری نشانی کی حکمت یہ تھی کہ میرا دایاں ہاتھ میرے اقتدار کی نشانی ہے اور یہ **روشن نشانی** ہے۔ اگر تم مجھ پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں اس روشنی سے فائدہ ہوگا لیکن فرعون ان دونوں نشانیوں کی حکمتیں نہیں سمجھ سکا۔ اس نے ان نشانیوں کو جادو سمجھا اور مقابلے پر اُتر آیا۔

اب مقابلہ میں ایک طرف اللہ تعالیٰ اور اسکا نمائندہ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے اور دوسری طرف ایک مشرک حکمران ہے۔ لازمی بات ہے کہ فتح اللہ تعالیٰ کی ہی ہونی تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ کا نبی غالب آ گیا۔ نبی چونکہ حق لے کر آتا ہے لہٰذا جادوگروں نے **اس حق کو پہچان لیا** اور وہ ایمان لے آئے۔ فرعون چونکہ جاہل تھا، حق کو پہچان نہ سکا۔

ہمارے ارد گرد اللہ تعالیٰ کی بیشمار نشانیاں ایسی ہیں جو **حق** اور **باطل** کو ظاہر کرتی ہیں لیکن ان میں تمیز کرنے والی **آنکھ** چاہیے۔ جادوگروں نے دیکھ لیا تھا کہ ہمارا کھیل باطل ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل **حق** ہے لیکن یہ بات نہ تو فرعون اور اسکے وزیر سمجھ سکے اور نہ اسکی قوم سمجھ سکی لہٰذا بالآخر فرعون اور اسکی قوم ایک دِن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نیست و نابود ہو گئے۔

جب تک وہ آنکھ **آپ** پیدا نہیں کرینگے جس سے آپ **حق** اور **باطل** کو دیکھ سکیں اور تمیز کر سکیں، اس وقت تک آپ صراطِ مستقیم سے دُور رہیں گے۔

زلزلے، دہشت گردی، فرقہ واریت، نااہل قیادت سب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں ہمیں سیدھے راستے پر لانے کیلئے اور سب سے بڑی نشانی اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دکھائی

کہ ہمارا **ایک بازو کٹ چکا ہے۔**

کیا اب بھی ہمیں اور ہمارے اہل اقتدار کو ہوش نہیں آنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو قومِ فرعون سے آزاد اسلئے کروایا تھا کہ فرعون اور اسکی قوم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دِن پر ایمان نہیں رَکھتے تھے۔ یہی وجہ پاکستان کی آزادی کی بنی کہ مشرک ہندو سے آزادی اسلئے ہم حاصل کر رہے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دِن پر ایمان نہیں رَکھتا اور **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''میں ایسے ہر مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۴۶۳) یا اللہ تعالیٰ! ہمیں وہ قیادت نصیب فرما جو ہمیں سیدھے راستے پر چلائے اور خود بھی سیدھے راستے پر ہو کیونکہ کوئی فرد اور کوئی قوم **اچھے سردار** کے بغیر اچھی نہیں بن سکتی۔ (**دیکھیں مکمل** حدیث شریف ۷۵۹، فضائل اعمال از ابوعبداللہ علی بن محمد المغربی، پبلشر المکتبہ الکریمیہ)

قوم کو بنانے اور بگاڑنے میں حکمران کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنا فرض اَدا کر دے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا زمین پر نمائندہ ہے اور اس نے اپنی طرف سے کوشش کی ہے کہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا قانون ہی چلے تو وہ اپنے ذِمہ سے بری ہو گیا۔ قوم خواہ سیدھے راستے پر آئے یا نہ آئے۔ تمام نبی اپنی قوم کے حکمران ہی ہوتے ہیں۔ جو قوم اپنے نبی کی بات مان لیتی ہے، اللہ تعالیٰ اسکو اس دُنیا میں بھی نوازتا ہے اور آخرت میں بھی۔

جو قوم اپنے نبی کو نہیں مانتی جسکی کئی مثالیں قرآن کریم میں موجود ہیں تو قوم کے گناہ نبی پر نہیں ڈالے جائینگے۔ نبی کو اپنے فرض کی ادائیگی کا پورا پورا اَجر ملے گا۔

جھٹلانے والی قوموں میں سب سے اہم قوم فرعون ہے جسکی ایک آدھی نشانی نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نو نشانیاں دکھائیں لیکن اپنے حکمران فرعون کے ڈَر کی وجہ سے جو کہ ایک سفاک دِل حکمران تھا، ایمان نہیں لائے اور فرعون خود ایمان نہیں لایا اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''**وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى** ○''۔ (طٰہٰ ۲۰، آیت ۷۹) ترجمہ ''فرعون (جو کہ اپنی قوم کا لیڈر اور حکمران تھا،) نے اپنی قوم کو گمراہ ہی کیا تھا، کوئی صحیح رہنمائی نہیں کی تھی''۔ ہمارے حکمران بھی فرعون سے کم نہیں ہیں۔ انکا فرض بنتا ہے سیدھے راستے پر چلیں اور قوم کو سیدھا راستہ دکھائیں۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى
وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ
قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا
فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا
بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا
اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا
جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ

ترجمہ◄ (آیات ۱۲۷ سے ۱۳۷) فرعون سے اسکے وزیروں نے کہا کہ کیا تو (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اور اسکی قوم کو ملک میں فساد مچانے کیلئے ایسے ہی چھوڑ دیگا حالانکہ وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔

فرعون نے جواب دیا کہ ہم انکے بیٹوں کو قتل کرتے رہیں گے اور انکی عورتوں کو جیتا رہنے دیں گے۔ ہم ہر طرح سے ان پر **غلبہ** رکھتے ہیں۔[۱۲۷]

دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ہی **مدد** مانگو اور اسی سے ہی **صبر** طلب کرو **کیونکہ زمین تو اللہ تعالیٰ کی ہے** (نہ کہ فرعون کی)، (دُنیا میں) جس بندے کو بھی چاہے، اللہ تعالیٰ حکمران بنا دے لیکن آخرت کی کامیابی تو صرف متقی بندوں کا حق ہے۔[۱۲۸]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ تیرے آنے سے پہلے بھی ہم پر ظلم ہوتا تھا اور تیرے آنے کے بعد بھی ستائے جا رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ قریب ہے وہ وقت کہ تمہارا رَبِّ کریم تمہارے دُشمن کو ہلاک کر دے اور تم

وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ
وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا
جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ
سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا
طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾
وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا
نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ

کو زمین میں خلافت عطا کر دے پھر اللہ تعالیٰ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟[۱۲۹]
ہم نے قومِ فرعون کو کئی سال تک پیداوار کی کمی (یعنی تنگدستی) میں مبتلا رکھا تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ جب انکے پاس اچھا زمانہ آتا تو کہتے کہ ہم اسی کے حقدار تھے (یعنی تکبر کرتے تھے) اور جب بُرا زمانہ آتا تو کہتے، یہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اور اسکے ساتھیوں کی نحوست کی وجہ سے ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کا یہ دستور ہمیشہ سے رہا ہے کہ نبی پر جھوٹا الزام لگاتے تھے) دَراصل ان (یعنی فرعون اور اسکی قوم) پر نحوست تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی (انکے اعمال کی وجہ سے انکو نحوست کے ایام دیکھنے پڑتے تھے) لیکن اکثر اس نظام کا علم نہیں رکھتے تھے۔ (کہ نیکی اور بدی کی جزا اور سزا اللہ تعالیٰ کی ہی طرف سے ہوتی ہے اور مثل مشہور ہے اور بالکل برحق ہے، ''جیسا بوؤ گے، ویسا کاٹو گے''۔)[۱۳۰-۱۳۱]

فرعون کے لوگوں نے کہا کہ تو ہم پر اَثر کرنے کیلئے خواہ کوئی معجزہ بھی لے آئے، ہم تیری بات ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔[۱۳۲]

وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ
مُّفَصَّلٰتٍ قف فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾
وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا
رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ
لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾
فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بَالِغُوْهُ
اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا
غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا

آخر ہم نے ان پر بہت سے معجزات (عذاب، نشانیاں) بھیجے مثلاً

(۱) طوفان کا عذاب بھیجا
(۲) ٹڈی دَل کا عذاب بھیجا
(۳) جوؤں کا عذاب اس قوم میں پھیلا دیا
(۴) ہر گھر میں مینڈک کا عذاب بھیجا
(۵) اور معجزہ دَم یعنی خون کا معجزہ دکھایا

یہ واضح معجزات اور عذاب ہم نے ان پر بھیجے لیکن وہ **تکبر** ہی کرتے رہے۔ حقیقتاً وہ قوم تھی ہی **جرائم پیشہ** لوگوں کی قوم۔ (مسلسل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے تھے)[۱۳۳]

(انکار رویہ یہ رہا کہ) جب کوئی بلا نازل ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہتے، اپنے رَبّ تعالیٰ سے اس عہد کے وسیلے سے دعا کرو جو اس نے تم سے کیا ہوا

يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ
بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ
يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

ہے۔ پھر اگر یہ مصیبت ہم سے تم ٹال دو تو ہم تجھ پر ایمان لے آئینگے اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھی بھیج دینگے (لیکن ہوتا یہ) جب ہم وہ بلا ان سے ٹال دیتے ایک مقررہ وقت پر جس تک اس نے پہنچنا تھا تو وہ یکدم اپنے **عہد** سے پھر جاتے تب ہم نے انتقام لیا اور انکو سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ وہ ہماری نشانیاں (توحید اور رسالت کے متعلق ارشادات، ہدایات اور احکامات) جھٹلاتے رہے تھے اور وہ ان سے بالکل بے پروائی برتتے تھے۔[۱۳۴-۱۳۶]

ہم نے اس قوم کو جسکو زمین میں کمزور بنا کر رَکھا گیا تھا، اس ملک کے مشرق ومغرب کا ہم نے انہیں وارث بنا دیا جس میں ہم نے برکت رَکھی تھی (یعنی فلسطین) تو ہمارا وعدۂ خیر بنی اسرائیل کیساتھ پورا ہوا کیونکہ انہوں نے **صبر** سے کام لیا اور فرعون اور اسکی قوم کے اس (**مشرکانہ**) نظام کو اور نظامِ ریاست کو جو انہوں نے (شرک پر) بنا رَکھا تھا، ملیا میٹ کر دیا۔[۱۳۷]

تشریح : حضرت موسیٰ علیہ السلام حق لے کر آئے جبکہ فرعون باطل پر تھا لیکن اقتدار کے نشے میں فرعون اور اسکے وزراء اپنے آپکو حق پر سمجھتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم کو باطل پر **یعنی فسادی سمجھتے تھے۔**

فرعون کو ڈَر پیدا ہوا کہ انکی قوم کہیں غلبہ نہ حاصل کر جائے لہٰذا اس نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کرنا شروع کر دیا اور بیٹیوں کو زندہ رَکھا۔ یہ کام اس نے اپنی دایوں کے ذریعے سے کروایا۔ اس دَور میں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا

ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں ہی رہ کر پرورش پائی اور جب جوان ہوئے تو نادانستہ طور پر اصلی مصری باشندے قبطی کو قتل کرنے کی وجہ سے مصر سے جانا پڑا اور صحرائے سینا کی ایک بستی کے نیک آدمی کے پاس تقریباً دَس سال گزارے اور وہاں سے جب دوبارہ مصر آئے تو راستے میں اللہ تعالیٰ نے انکو نبوت سے سرفراز کیا اور **آپ کو دو مشن ملے**۔ ایک تو فرعون اور اسکی قوم کو دعوتِ اسلام دیں اور دوسرا بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے آزاد کروائیں۔

مصر میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو فرعون اور اسکی قوم نے انکی رسالت کا انکار کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اسکی قوم کو کئی عذابوں میں ڈال دیا لیکن ان عذابوں سے بھی انہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی خوف نہ آیا اور وہ مسلسل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے دُشمن ہی رہے۔

پھر ایسا ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو فرعون کی اجازت اور اطلاع کے بغیر راتوں رات مصر سے لے کر نکلے۔ فرعون نے انکا تعاقب کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے سمندر میں راستے بن گئے اور بنی اسرائیل نے اس سمندر کو پار کیا اور صحرائے سینا میں جا ٹھہرے۔ پیچھے فرعون کی فوج نے انکا تعاقب کیا تو سمندر کے راستے ابھی قائم تھے تو فرعون اور اسکی فوج نے ان راستوں میں سمندر کو پار کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی سمندر میں غرق کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک مدت کے بعد فلسطین کا حاکم بنا دیا۔

یہ ہے صلہ ایک طرف ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم تھے یعنی بنی اسرائیل اور یہ انجامِ بد تھا ان لوگوں کا جو شرک پر قائم تھے یعنی فرعون اور اسکی قوم۔

یہ ایک اللہ تعالیٰ کا مستقل قانون ہے کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالف ہوگی، وہ اللہ تعالیٰ کی بھی مخالف ہوگی، اللہ تعالیٰ ایک وقت اسکو اس دُنیا سے نیست و نابود کر دیگا اگر وہ ایمان نہیں لائے گی اور آخرت میں انکا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور اگر وہ قوم ایمان لے آئے تو پھر اللہ تعالیٰ اس قوم کو دُنیا اور آخرت میں عزت بخشے گا۔

اس وقت دُنیا کی تمام قومیں جو توحید پر قائم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو آخری نبی مانتی ہیں اور قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب تسلیم کرتی ہیں اور اس

پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتی ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں۔

اس میں ہمارے لیے ہدایت یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے صحیح بندے بنیں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مدد سے کامیاب کرے۔ [آمین]

رَبَّنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

پس تو ہی ہماری کافروں کے مقابلے میں مدد کرتے رہنا

دوسری طرف ہمارے ذہن میں یہ مستقل رہنا چاہیے کہ فرعون اور اسکی قوم کو بار بار اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا کہ ایک خدا پر ایمان لے آؤ اور اسکی ہدایات پر عمل کرو لیکن ہر تنبیہ کو جو کہ تقریباً نو (۹) تھیں، جھٹلایا۔ اس طرح انہوں نے دہرا جھوٹ بولا۔ ایک تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ جب وہ مصیبت ٹل جاتی تھی تو پھر اپنے شرک پر واپس آ جاتے تھے۔ دوسرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آخر دَم تک جھٹلاتے رہے اور انکو جادوگر ہی سمجھتے رہے۔

فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہمارے لیے ایک خاص اہمیت رَکھتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور ہماری قوم میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات اور ہمارے حالات میں بہت بڑی مماثلت ہے اور یہ ہمارے لیے سبق آموز تاریخ کا ایک زرّیں ورق ہے۔

۱) اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو توحید پرست تھی، فرعون کی قوم سے جو مشرک تھی، آزاد کروایا۔

۲) ہماری قوم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا جبکہ وہ لندن کے ایک فلیٹ میں رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان کے مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے حکم دیا اور ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور انشاء اللہ تم کامیاب ہو گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری توحید پرست قوم کو مشرک کے غلبہ سے آزاد کروا دیا۔

۳) آزادی کے بعد بنی اسرائیل کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح ہمیں بھی آزادی کے بعد ابھی تک بہت سی مشکلات میں گزرنا پڑ رہا ہے۔

۴) جیسے اللہ تعالیٰ نے بعد میں بنی اسرائیل کو دُنیا کی مضبوط ترین قوم بنا دیا۔ اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ اس قوم کو بھی اللہ تعالیٰ ایک دِن دُنیا کی بہترین قوم بنا دیگا۔ گو اس وقت حالات کچھ ایسے ہیں کہ نا اُمیدی بھی ظاہر ہوتی ہے لیکن مومن کا کام نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''**قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○**'' (الزمر ۳۹، آیت ۵۳) ترجمہ ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! لوگوں سے فرما دیجئے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر (غلط کام کر کے) ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہرگز نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ تو سب گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم فرمانے والا ہے''۔

۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بعثت کے وقت بنی اسرائیل نے باوجود نبوت کی نشانیاں دیکھنے کے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو واضح طور پر جھٹلا دیا گو بنی اسرائیل توحید پرست ہی تو تھے۔

۶) بنی اسرائیل اب بھی ہمارے دُشمن ہیں جیسے فرعون آخر دَم تک بنی اسرائیل کو دُشمن رہا پھر بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے سمندر سے تو پار کروا دیا اور فرعون اور اسکی فوج کو اسی سمندر میں غرق کر دیا۔

۷) اسی طرح کا معرکہ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اُمت کا بنی اسرائیل کے حکمران دجال سے ہوگا۔ موجود زمانے کے حالات دجال کے خروج کے کافی ثبوت ظاہر کر رہے ہیں لیکن جب بھی بنی اسرائیل مسلمان قوم سے ٹکر لیں گے تو مسلمان قوم حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سرکردگی میں بنی اسرائیل کو اسی طرح ختم کر دیگی جیسے بنی اسرائیل نے فرعون اور اسکی فوج کو ختم کیا تھا۔

ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ ہمیں دجال سے نبرد آزمائی کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں۔ اپنے گھوڑے تیار رکھیں۔ عدل کا نظام قائم کریں۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ
يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى
اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ
قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ
وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ
اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾
وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ
الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ
ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع وَوٰعَدْنَا

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳۸ سے ۱۴۷) بنی اسرائیل کو ہم نے سمندر سے پار کروایا۔ جب وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں کو لیے بیٹھے تھے۔ کہنے لگے کہ اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! ہمارے لیے بھی ایسا رَبّ بنا دے جیسے ان لوگوں کے رَبّ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم تو ایک جاہل قوم ہوئی۔ جس طریقہ کی یہ پیروی کر رہے ہیں، وہ تو **تباہ** ہونے والا ہے اور جو **عمل** وہ کر رہے ہیں، وہ **سراسر حرام** ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لیے کوئی اَور رَبّ تلاش کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں دنیا کی قوموں پر فضیلت بخشی۔ یاد کرو اللہ تعالیٰ (کی قدرت اور اسکے احسان) کو کہ اس نے تمہیں اہلِ فرعون سے نجات دلوائی جبکہ وہ تمہیں سخت عذاب دیا کرتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو قتل کر دیتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رَکھتے تھے۔ اس میں تمہارے رَبّ کی طرف سے بہت بڑی مصیبت تھی (جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کی) [۱۳۸-۱۴۱]

مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ
مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ
هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ
سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا
وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ
لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ
مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ؕ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ
جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ؕ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ

ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تیس (۳۰) راتوں کا وعدہ کیا اور پھر دَس (۱۰) کا اضافہ کیا، اس طرح اسکے رَبِّ کریم نے پوری چالیس (۴۰) راتیں مکمل کیں۔ (یہ کوہِ طور پر آنے کا وعدہ تھا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی سے کہا کہ میرے پیچھے میری قوم کی جانشینی کرو اور ٹھیک کام کرتے رہنا اور **فسادی** (باطل) لوگوں کے طریقے پر نہ چلنا۔[۱۴۲]

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر (کوہِ طور پر) پہنچے اور اسکے رَبِّ کریم نے اس سے بات کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ اے میرے رَبِّ کریم! میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ ذرا اس پہاڑ کی طرف نظر کرو، اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہے تو پھر ممکن ہے کہ تم مجھے دیکھ لو گے تب اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ پر اپنی تجلی دکھائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو افاقہ ہوا تو کہنے لگے کہ اے اللہ تعالیٰ! تیری ذات پاک ہے۔ میں تیرے حضور **توبہ**

سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ
بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ
مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ
شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا
بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ
دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ
يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا

کرتا ہوں اور تجھ پر سب سے پہلے **ایمان** لاتا ہوں۔[۱۴۳]

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)! میں نے تم کو تمام لوگوں میں سے چن لیا ہے اپنی پیغمبری کیلئے اور مجھ سے کلام کرنے کی فضیلت میں۔ پس جو کچھ میں تمہیں دیتا ہوں (احکامات)، اسکو پکڑ لو اور شکر گزار بندوں میں شامل ہو جاؤ۔[۱۴۴] (یعنی اس پر عمل کرو)

تب ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو ہر چیز کے متعلق نصیحتیں اور انکی تفصیل لکھ کر تختیاں پکڑا دیں اور کہا کہ اسکو مضبوطی سے پکڑ لو اور اپنی قوم کو (اسکے مطابق) حکم کرو کہ ان نصیحتوں پر بڑی خوبی سے عمل کریں۔ میں عنقریب تمہیں نافرمان لوگوں کے گھر دکھاؤں گا۔[۱۴۵]

میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو (حق سے) پھیرے رکھونگا جو بلاوجہ زمین میں تکبر کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہر معجزہ دیکھ لینے کے باوجود ایمان نہیں لائیں

كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

گے اور جو سیدھا راستہ تم انکو دکھانے کی کوشش کرو گے، وہ اسکو اختیار نہیں کرینگے اور اگر وہ ٹیڑھا راستہ دیکھیں گے تو اس پر فوراً چل پڑیں گے۔ یہ اسلئے کہ وہ ہماری نشانیوں (معجزات، ہدایات، نصیحتیں وغیرہ) کو جھٹلاتے رہے اور ان سے غفلت برتتے رہے۔[۱۴۶]

جو لوگ ہماری نشانیاں (ارشادات، احکامات، نصیحتیں) جھٹلاتے ہیں اور ہماری آخرت کی ملاقات پر یقین نہیں کرتے تو انکے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ (کیا یہ سچ نہیں ہے کہ) **جیسے اعمال کرو گے، ویسا ہی بدلہ پاؤ گے**۔[۱۴۷]

تشریح : بنی اسرائیل آزاد ہوتے ہی جب ایک بت پرست قوم کے پاس سے گزرے، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسی طرح سے بت کی پوجا کرنے کی اجازت مانگی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشرک قوم میں رہنے کی وجہ سے ایمان والا لاشعوری طور پر شرک کے طریقے اختیار کرتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ مشرک بن چکا ہوتا ہے اور اسکی اولاد بھی انہی رسم و رواج میں پڑ جاتی ہے اور وہ سب مشرک ہونے کے باوجود اپنے آپکو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔

بنی اسرائیل ایک مسلمان قوم تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت وہ مصر میں جب آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام حکومت میں وزیر تھے اور پھر چند سالوں کے بعد خود بادشاہِ مصر بن گئے اور کافی عرصہ تک بنی اسرائیل کا غلبہ قبطیوں پر رہا۔ پھر حکومت

قبطیوں کے ہاتھ میں آئی اور بنی اسرائیل انکی اقلیتی رعایا بن کر رہنے لگے۔ اس وقت سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے تک وہ قبطیوں کے گویا نچلے دَرجے کے مزدور بن کر رہ گئے۔

اس دوران میں لاشعوری طور پر قبطیوں کی بت پرستی کا اَثر بنی اسرائیل پر ہوتا رہا، اسلئے آزاد ہوتے ہی انہوں نے بت پرستی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقاضا کرلیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں جب تک بنی اسرائیل قبطیوں پر غالب رہے، قبطی لوگوں نے بھی بنی اسرائیل کے دِین کا اَثر قبول کیا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا جو جادوگروں کے اللہ تعالیٰ پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے ظاہر ہوا۔ پھر ایک قبطی نے فرعون کے سامنے بھرے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تائید میں ایک لمبی تقریر کی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ فرعون کی بیوی آسیہ اللہ تعالیٰ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھی۔

اکٹھے رہنے میں ایک دوسرے پر اَثر تو ضرور ہوتا ہے۔ جو غالب ہوگا، اسکا اَثر زیادہ ہوگا اور جو مغلوب ہوگا، اسکا اَثر کم ہوگا۔

یہی وجہ تھی کہ ہندوستان میں حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک آزاد مسلمان ریاست کا مطالبہ کیا۔ حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاف بتلا دیا تھا کہ ہندو اور مسلمان دو (۲) مختلف قومیں ہیں۔ مسلمان اگر مشرک کیساتھ جبکہ مشرکین آگے آنے والی جمہوریت میں غلبہ رَکھتے ہونگے اور حکومت انکی ہی بنے گی تو پھر مسلسل انکے زیرِ اَثر رہنے سے بہت سے مسلمان گھرانے لاشعوری طور پر مشرکانہ رسم ورواج میں پڑ جائیں گے۔ اسکی ایک زندہ مثال سپین (Spain) کی تاریخ ہے کہ آج وہاں ایک بھی مسلمان نظر نہیں آتا۔

میں بذاتِ خود جانتا ہوں کچھ ایسے مسلمان لوگوں کو جو کہ انگریز کے زمانے میں سکالرشپ کے لالچ میں عیسائیت قبول کر کے اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان گئے اور واپس ہوئے

بنگلہ دیش بننے کے بعد پاکستان سے محبت رَکھنے والے لوگ آسام کی طرف بھاگ نکلے۔ وہاں کچھ کو تو مجبوراً ہندو مذہب اختیار کرنا پڑا اور اکثر ہندوؤں کے ہاتھوں قتل ہوگئے اور اتنی زیادہ تعداد میں قتل ہوئے کہ ہندوستان کی وزیراعظم اندرا گاندھی کو خاص ہدایات دے کر لوگوں کو اس دہشت گردی سے روکنا پڑا۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ
عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا
يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا
ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ
قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا
لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى
اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا
خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ
وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ؕ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۴۸ سے ۱۵۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پہاڑ پر چلے جانے کے بعد اسکی قوم نے اپنے ساز وسامان بمعہ زیورات سے ایک بچھڑا بنالیا جس میں سے بیل جیسی آواز نکلتی تھی۔ کیا انہوں نے نہ دیکھا (یعنی عقل سے کام نہ لیا) نہ وہ ان سے کوئی بات کرتا ہے، نہ کسی راستے کی ہدایت کرتا ہے اور باوجود اسکے، اسکو اپنا رَبّ ٹھہرالیا اور اس طرح انہوں نے بہت بڑے ظلم کا ارتکاب کیا (کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کیا) [۱۴۸]

جب وہ نادم ہوئے اور محسوس کیا کہ وہ بڑی گمراہی میں پڑ گئے تو پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنے لگے کہ اگر ہمارا رَبِّ کریم ہم پر رحم نہیں کریگا اور ہمیں معاف نہیں کریگا تو ہم برباد ہو جائینگے۔ [۱۴۹]

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس اپنی قوم میں غصے اور رَنج سے بھرے ہوئے آئے تو کہا، بہت بُری حرکت کی تم لوگوں نے میرے پیچھے۔ کیا تم سے

قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا
يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا
تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ
اغْفِرْلِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ
وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا
الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾
وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا
وَاٰمَنُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾

صبر نہ ہوسکا کہ اپنے رَبّ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرتے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کے کھینچے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اے میری ماں جائے! ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے تو تُو بھی دُشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور مجھے اس ظالم قوم کیساتھ شامل نہ کر۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے میرے رَبِّ کریم! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لے کیونکہ آپ بہت ہی رحم فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا، وہ ضرور اپنے رَبّ کے عذاب میں گرفتار ہونگے اور دُنیا کی زندگی میں ان پر ذِلت ہو گی۔ ہم جھوٹ گھڑنے والوں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں لیکن جو لوگ بُری حرکتیں کر بیٹھیں پھر توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو تمہارا رَبِّ کریم معاف فرمانے والا

اور رحم فرمانے والا ہے۔[۱۵۰-۱۵۳]

تشریح: بیل جیسی آواز: (آیت ۱۴۸)

سامری نے جس نے یہ بت بنایا تھا، اس میں ایک سوراخ رَکھ دیا تھا۔ جب ہوا اس میں سے گزرتی تھی تو اس سے ایک آواز پیدا ہوتی تھی جو بیل کی آواز سے مشابہ تھی۔

مشرکانہ خیالات ابھی قوم کے ذہن سے نہیں نکلے تھے۔ قوم نے بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا لیکن کچھ دیر کے بعد اکثریت نے احساس کیا کہ ہم نے غلطی کی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔ بچھڑا بنانے والے اور انکے ساتھی، انہوں نے توبہ نہیں کی لہٰذا وہ واجب القتل ٹھہرے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے واپس ہوئے تو بہت غصے میں تھے کہ اپنے بھائی کو ڈانٹ پلائی اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور اپنے بھائی کیلئے مغفرت طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے بچھڑا بنایا اور اسکی پوجا شروع کی، ہم ان کو دُنیا میں ذِلت کا عذاب دیں گے لیکن **جنہوں نے توبہ کر لی تو ہم انکو معاف کر دیں گے۔**

یہ اللہ تعالیٰ کا عام دستور ہے کہ جو اپنے گناہ سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو معاف فرما دیتے ہیں اور وہ گناہ اسکے نامۂ اعمال سے مٹا دیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''خالق کائنات فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے ایذا دیتے ہیں کیونکہ وہ زمانہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں حالانکہ زمانہ میں خود ہوں۔ اقتدار اور اختیار میرے ہاتھ میں ہے اور میں ہی رات کو اور دِن کو بدلتا رہتا ہوں''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۹)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے پوچھا کہ ''اے (حضرت) معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کے کون سے حقوق اللہ تعالیٰ پر ہیں؟'' پھر فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو شخص شرک نہیں کرتا، اسکو عذاب نہ دے''۔ ([اختصار شدہ] [متفق علیہ] مشکوٰۃ

شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس شخص کو موت آئی اور اس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں بنایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۳۳)

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''جو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام فرما دیتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۳۱) اسکو کلمہ شہادت کہتے ہیں۔ عربی میں یوں ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

انسان ماحول سے متاثر ہوتا ہے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مشرکین کیساتھ مت رہو''۔ (ماخذ از مشکوٰۃ شریف) بنی اسرائیل چونکہ مشرک قوم میں ایک عرصہ دراز تک رہے تھے، اسلئے ان میں بھی شرک کے خیالات پیدا ہو گئے تھے۔ مصر میں رہتے ہوئے شاید بنی اسرائیل کے کچھ افراد فرعون کو اور بتوں کو بھی پوجتے ہونگے۔ اسی طرح قومِ فرعون کے بعض افراد بنی اسرائیل سے متاثر ہو کر توحید پر ایمان لائے ہونگے۔ اسکی ایک مثال تو اس شخص کی مثال ہے جس نے فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر ایک لمبی تقریر کی تھی۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم جو کہ توحیدی قوم تھی، ان میں کچھ افراد ایسے ہونگے کہ جب وہ صحرا میں ہجرت کر کے گئے تو انہوں نے خیال کیا کہ ہمیں بھی فرعون اور اسکے بتوں کی طرح ایک بت بنا لینا چاہیے جسکی ہم عبادت کریں۔ اس گروہ کا سردار سامری تھا۔ اس نے یہ کام کر ڈالا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس ہوئے تو انہیں سخت غصہ آیا اور اپنی قوم کو اس پر وٹوکال سے تنبیہ کی:

۱) سب سے پہلے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو ڈانٹا کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نیابت کرنے کیلئے مقرر کئے گئے تھے۔

۲) پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو ڈانٹا کہ کیا تمہیں عقل نہیں ہے کہ یہ بچھڑا ہاتھوں کا بنایا ہوا ہے۔ نہ یہ دیکھتا ہے، نہ یہ سنتا ہے، نہ یہ کھاتا پیتا ہے، نہ یہ چلتا ہے تو یہ تمہارا معبود کیسے ہوسکتا ہے۔

۳) پھر سامری کو ڈانٹا اور اسکے ساتھیوں کو اور انکے لیے اللہ تعالیٰ نے سزا یہ رکھی کہ انکو قتل کر دیا جائے کیونکہ شرک کی بنیاد انہوں نے ہی ڈالی تھی اور اگر یہ قتل نہیں کیے جائینگے تو یہ قوم میں مزید شرک پھیلا دینگے۔

۴) اور قوم ابھی توحید میں اتنی پختہ نہیں ہوئی تھی کیونکہ عرصہ دراز سے وہ اسلامی شریعت سے محروم رہے تھے۔ اب انہیں اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ انکے لیے ایک ٹریننگ پیریڈ تھا کہ سب معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک ہی معبود کو پکڑو۔ وہی تمہارا اصلی معبود ہے۔ اسکے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

اجتماعی زندگی میں آج کل ہر معاشرے میں تین قسم کے لوگ موجود ہیں:

۱) توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲) توحید پر ایمان تو رکھتے ہیں لیکن آخری نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو نہیں مانتے۔

۳) کافر اور منافقین

اسلئے آج کل اپنے توحیدی عقائد اور رسم و رواج کیلئے سخت محنت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا کہ ''(مشرکوں اور) یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ''۔ (دیکھیں سورۃ المائدۃ ۵، آیت ۵۱) کیونکہ انکے اثر سے تم میں سے کچھ لوگ مشرک بن جائینگے، کچھ یہودیت اختیار کر لیں گے اور کچھ نصرانیت اختیار کر لیں گے۔ اس طرح اسلام کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک زمانہ آئے کہ یہود و نصاریٰ غالب آجائیں اور پھر تمہاری زندگی دِینی اور دُنیاوی کی باگ ڈور انکے ہاتھ میں ہو۔

حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ''جہاں تک میں اسلام کو سمجھا ہوں، وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا فیصلہ غیر مسلم عدالت کیسے کر سکتے ہیں؟'' اسلئے ہمیں اپنا آزاد ملک چاہیے جس میں عدلیہ اسلام پر کام کرے۔

○.....○.....○

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۱۵۴ سے ۱۵۹) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ کم ہوا تو وہ تختیاں اُٹھالیں۔ ان تختیوں میں ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کیلئے جو اپنے رَبّ تعالیٰ سے ڈَرتے تھے۔[۱۵۴]

پھر ایسا ہوا کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر (۷۰) آدمیوں کو چنا اور ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر حاضر ہوئے۔ جب ان لوگوں کو ایک سخت زلزلہ نے آ پکڑا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رَبِّ کریم! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک کرسکتا تھا۔ کیا تو اس قصور میں جو چند بے وقوفوں نے کیا ہے، ہم سب کو ہلاک کرے گا؟ یہ تو آپ کی طرف سے ایک آزمائش تھی۔ تو جسے چاہتا ہے، گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔ تو ہی ہمارا سرپرست ہے۔ ہمیں معاف فرما، ہم پر رحم کر اور تو بہترین معاف کرنے والا ہے۔[۱۵۵]

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي
الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ
بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ
فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ
الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ

اور ہمارے لیے اس دُنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی۔ ہم نے آپکی طرف رجوع کیا۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عذاب تو جسکو میں چاہتا ہوں، دیتا ہوں لیکن میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے (یعنی رحمت) میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے بچیں گے اور زکوٰۃ اَدا کرینگے اور میری ہدایات پر ایمان لائینگے (اور عمل کرینگے)[۱۵۶]

(آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے [ایمان کی دولت]) جو اس نبی اُمّی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی پیروی اختیار کرینگے جسکے متعلق وہ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ نبی اُمّی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، انکے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام ٹھہراتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں دُور کرتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ پس جو لوگ اس (یعنی رسول اللہ صلی اللہ

الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ
اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ
اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا
النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ
الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ

علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر ایمان لائیں، اسکی حمایت کریں اور اسکو مدد دیں اور اس روشنی کی پیروی کریں جو اس پر نازل کی گئی (یعنی قرآن حکیم) وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔[۱۵۷]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) انکو بتا دو کہ میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر آیا ہوں جو آسمانوں کا اور زمین کا بادشاہ ہے۔ اسکے سوا کوئی دوسرا رَبِّ کریم نہیں ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے، وہی موت دیتا ہے۔ پس اے لوگو! ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ پر، اسکے رسول نبی اُمّی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر۔ جو کوئی بھی ایمان لے آئیگا اللہ تعالیٰ پر اور اسکے ارشادات (یعنی قرآن حکیم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) پر، وہی حقیقتاً کامیاب ہونگے۔[۱۵۸]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے

يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

مطابق ہدایت کرتے ہیں اور حق کے مطابق ہی فیصلہ کرتے ہیں۔[۱۵۹]

تشریح: بنی اسرائیل کے متعلق ہی بات چل رہی ہے۔

ان آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل کو ایمان کی دعوت دی جارہی ہے اور انکو بتایا جا رہا ہے کہ ایک وقت تھا کہ تم میں سے بعض نے شرک کیا تھا کہ خود ساختہ بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرمادیا جیسا کہ ستر (۷۰) آدمیوں کا ذِکر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر (۷۰) آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر لے کر کوہِ طور پر گئے۔ انکی ایک غلطی سے اللہ تعالیٰ نے انکو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ زلزلہ آیا اور وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکی طرف سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور انکی بیہوشی دُور ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معافی کیساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دُعا کی کہ یا اللہ تعالیٰ! ہمیں (یعنی بنی اسرائیل کو) دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنی خاص رحمت سے نواز۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں رحمت تو ان پر بھیجتا ہوں جو نافرمانی سے بچتے ہیں۔ زکوٰۃ اَدا کرتے ہیں اور میری ہدایات پر ایمان لاتے ہیں۔

قرآن حکیم کے نزول پر اب اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو یہ فرماتا ہے کہ تمہارے نبی نے تمہارے لیے رحمت مانگی۔ میں نے کہا تھا کہ رحمت انکو ملے گی جو میری نافرمانی سے بچیں گے۔ اب تم اس نبی اُمّی پر ایمان لے آؤ اور میری نافرمانی مت کرو۔ اس نبی کے متعلق نشانیاں میں نے تمہیں تورات اور انجیل میں لکھ کر دے دی تھیں۔

اور اے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! اب انکو بتادو کہ میں تم سب کی طرف (بنی اسرائیل کی طرف اور دُنیا کے تمام انسانوں کی طرف) رسول بن کر آیا ہوں۔ اس بادشاہ کی طرف سے جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے اور اسکے سوا کوئی دوسرا بادشاہ نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ مزید دُنیا کے تمام انسانوں کو اس نبی پر ایمان لانے کو فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ اب جو بھی اس نبی پر ایمان لائیگا، وہی کامیاب ہوگا۔ دوسرے سب ناکام رہیں گے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس ذات کی قسم جسکے قبضے میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کی جان ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم)! اس اُمت (ساری زمین کی آبادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اُمت ہے تا قیامت) میں سے کوئی یہود اور نصرانی اگر میری بات سنے بغیر مر گیا اور اس دِین وشریعت (اسلام) پر ایمان نہ لایا جسکو میں لایا ہوں تو وہ جہنمیوں میں سے ہوگا''۔([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا**''۔(سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے فرمایا، تم اعلان فرمادو کہ اے ''تمام دُنیا کے'' انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔

یہ بالکل واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم **بین الاقوامی** نبی اور رسول ہیں اور اس ذاتِ باری تعالیٰ نے انکو مقرر فرمایا ہے جو اس کائنات کی مالک اور بادشاہ ہے اور اسکے سوا کوئی اَور دوسرا بادشاہ نہیں ہے کہ اسکے حکم کیخلاف ایک دوسرا حکم بھیج دے۔ اب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قیامت تک تمام دُنیا کے واحد نبی ہیں۔ انکے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئیگا۔ جو بھی کوئی ان پر ایمان لے آئیگا اور مسلمانوں میں شامل ہو جائیگا تو **اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی** اور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر ایمان نہیں لائے گا خواہ وہ مشرق، مغرب، قطب شمالی، قطب جنوبی اور انکے درمیان رہ رہا ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہوگا۔

یہی بات اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ہم سب کو بتادی ہے اور اسکا اعادہ کیا گیا ہے قرآن حکیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زبان سے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے پہلے دُنیا میں جتنے بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام آئے، وہ ایک خاص خطہ اور ایک خاص قوم کیلئے ہوتے تھے۔ جب اس خطہ اور اس قوم کے لوگ انکی نبوت کو ٹھکرا دیتے تھے تو بالآخر اللہ تعالیٰ اس قوم اور اس خطے کو تباہ کر دیتا تھا اور زمین پر اس قوم کا ایک بھی نافرمان اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نبی تو ساری دُنیا کیلئے ہیں لیکن جو لوگ ایمان نہیں لائے اور نہیں لا رہے اور نہیں لائینگے، اللہ تعالیٰ اب انکو اس دُنیا میں وہ عذاب نہیں

دیگا جو پہلی قوموں کو دیا کرتا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے اپنے اس نبی کی بعثت کی وجہ سے کیونکہ انکو خطاب ہی اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ وہ ''رحمۃ اللعالمین'' ہیں۔

(اب اندازہ یہ ہوتا ہے کہ) انکی اُمت (یعنی ساری نافرمان انسانیت) کو اللہ تعالیٰ ایسے تباہ نہیں کرینگے جیسے وہ پہلے تباہ کیا کرتے تھے لیکن آخرت میں انکا حساب نافرمانوں میں ہوگا اور نافرمانوں کی جگہ دُنیا کے ہر انسان کو معلوم ہے کہ کون سی جگہ ان کیلئے مقرر کی گئی ہے اور فرمانبرداروں کیلئے کون سی جگہ مقرر کردی گئی ہے۔

اے اقوامِ عالم! قیامت سے پہلے اس وقت سے فائدہ اُٹھائیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور ان کے لائے ہوئے قرآن کریم پر اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر اور اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان لے آئیں تو تم آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت میں رہو گے یعنی جنت میں اور یہاں دُنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں تم پر بھیجے گا۔

اسلام وہی دِین ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تک ہر نبی لاتا رہا ہے۔ اس میں جو تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں، وہ انسان خود اپنے ہاتھوں سے کرتا رہا ہے۔ اب بھی بہت سے ممالک باوجود قرآن کریم اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم موجود ہونے کے اپنے اپنے قوانین بناتے ہیں جو کہ خالق کائنات اور مالک ارض وسماوات کے قوانین کے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ اب کسی قوم کو اور کسی ملک کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے قوانین خود بنائے اور قرآن کریم اور شریعتِ اسلامیہ کو نظر انداز کردے۔

اس نظر انداز کرنے کا انجام بالآخر آگ ہوگی جسکی گرمی دُنیا کی آگ کی گرمی سے ستر (۷۰) گناہ زیادہ ہے اور جہنم ایک ایسا مقام ہے جہاں موت نہیں ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ کھانے کیلئے تھور کا درخت ہوگا اور پینے کیلئے جہنمیوں کے زخموں کی پیپ ہوگی اور بچھونے کیلئے آگ کے بستر ہوں گے اور اوپر لینے کیلئے آگ کے کمبل ہونگے۔

اے اقوامِ عالم! جو اس دِین کو قبول نہیں کر رہے، کیا تم ایسی زندگی پسند کرتے ہو جو ختم بھی کبھی نہیں ہوگی یا ایک دوسری زندگی جس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے ہر آرام اور آسائش اور بہترین کھانے پینے کی چیزیں اور بہترین محلات تیار کر رکھے ہیں بشرطیکہ تم اللہ تعالیٰ اور اسکے آخری نبی پر ایمان لے آؤ۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ
اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا
عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ
وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ
وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا
ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ
قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا
حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ
سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ

ترجمہ◄ (آیات ۱۶۰ سے ۱۷۱) ہم نے بنی اسرائیل کی قوم کو بارہ (۱۲) قبیلوں میں تقسیم کیا (ہر قبیلے کا اپنا ایک سردار تھا) ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی جب اسکی قوم (یعنی بنی اسرائیل) نے اس سے پانی مانگا کہ فلاں چٹان پر اپنی لاٹھی مارو۔ پھر اس چٹان سے بارہ (۱۲) چشمے پھوٹ نکلے اور ہر قوم نے اپنا پانی لینے کی جگہ مقرر کر لی۔ ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیا اور من وسلویٰ اُتارا۔ کھاؤ کہ یہ پاک چیزیں ہیں جو ہم نے تم کو دی ہیں مگر جو ظلم بھی انہوں نے کیا (گوسالہ پرستی)، ہم پر نہیں بلکہ خود اپنے آپ پر ہی ظلم کرتے رہے۔[۱۶۰]

جب ہم نے انہیں حکم دیا کہ اس بستی میں جا بسو اور اس میں جہاں سے چاہو، کھاؤ پیو اور ''حِطَّةٌ'' (مطلب یہ کہ عاجزی سے جھکتے ہوئے) کہتے جاؤ اور جب تم

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا
غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ
السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَسْئَلْهُمْ عَنِ
الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ
فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ
شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ
نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ
مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ

داخل ہوتو جھکتے ہوئے عاجزی سے داخل ہونا، ہم تمہاری خطائیں معاف کر دینگے اور اچھے لوگوں کو ہم مزید بھی عطا کرینگے۔[۱۶۱]

لیکن ان میں سے جو ظالم (نافرمان لوگ) تھے، انہوں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی، بدل ڈالا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے انکے ظلم کی وجہ سے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا۔[۱۶۲]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! ان سے **اس بستی** کے متعلق بھی پوچھو جو سمندر کے کنارے واقع تھی کہ وہ ہفتہ کے دِن اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرتے تھے اور یہ کہ مچھلیاں یومِ سبت (ہفتہ کے دِن) سطح پر انکے سامنے آتی تھیں اور سبت کے علاوہ باقی دِنوں میں نہیں آتی تھیں۔ یہ اسلئے کہ ہم انکو انکی نافرمانی کی وجہ سے انکی آزمائش کر رہے تھے۔[۱۶۳]

ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے کو کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کر

مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى
رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ
اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾
فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا
قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ
عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ
الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَاِنَّهٗ

رہے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے۔ انہوں نے جواب دیا، اسلئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے عذر کرنے والے بن جائیں اور ممکن ہے کہ یہ لوگ نافرمانی سے باز آ جائیں۔ پھر جب وہ اس ہدایت کو بالکل ہی بھلا بیٹھے **تو ہم نے اس گروہ کو بچالیا جو انکو بُرائی سے روکتے تھے اور دوسرے دو (۲) گروہوں کو جو ظالم تھے، انکی نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب میں پکڑ لیا۔**[۱۶۴-۱۶۵]

پھر جب وہ سرکشی (نافرمانی) کرتے ہی رہے جس سے انہیں روکا گیا تھا، تو ہم نے کہا کہ بندر ذلیل بن جاؤ۔[۱۶۶]

اور یاد رکھو! جب تمہارے رَبّ تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ وہ **قیامت تک** مسلسل ایسے لوگ بنی اسرائیل پر بھیجتا رہے گا جو انکو بدترین عذاب دینگے۔ یقیناً تیرا رَبّ تعالیٰ بہت جلد سزا دینے والا ہے لیکن وہ معاف کرنے والا بھی ہے اور رحم کرنے والا بھی ہے (ان کیلئے جو توبہ کر لیتے ہیں)[۱۶۷]

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ
مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ
بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ
مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ
عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ
يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ
مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا
الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ

ہم نے انکو زمین میں **منتشر** کر کے کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں کچھ نیک بھی ہیں اور کچھ بُرے بھی اور ہم انکو اچھے اور بُرے حالات سے آزماتے رہے کہ شاید یہ ہماری طرف رجوع کریں۔ پھر انکے جانشین ایسے لوگ آئے جو **کتابِ الٰہی** یعنی تورات کے وارث بنے تو وہ **اسی دُنیا کے فائدے سمیٹنے لگے** اور کہنے لگے کہ ہمیں معاف کر دیا جائیگا مگر جب وہی دُنیا کا فائدہ پھر انکے پاس آتا ہے تو وہ اسی طرح لے لیتے ہیں جیسے پہلے لیتے تھے۔ کیا ان سے کتاب (تورات) میں عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر حق کے سوا کوئی بات نہیں کرینگے اور یہ خود انہوں نے پڑھا ہے جو کتاب (یعنی تورات) میں لکھا ہوا ہے۔ **آخرت کا گھر تو ان لوگوں کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے ہیں۔ کیا تم اتنی عقل بھی نہیں رکھتے۔** [۱۶۸-۱۶۹]

يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع

جولوگ کتاب (یعنی تورات) پرعمل کرتے ہیں اور **نماز قائم کرتے ہیں**، ہم اچھے لوگوں کا اَجر ضائع کرنے والے نہیں ہیں۔[۱۷۰]

اور جب ہم نے انکے اوپر پہاڑ کھڑا کر دیا گویا کہ ایک شامیانہ ہے اور وہ خیال کرنے لگے کہ یہ ان پر گرنے والا ہے (تو ہم نے انہیں حکم دیا کہ) پکڑو قوت سے جو کچھ ہم تمہیں دے رہے ہیں (یعنی تورات) اور جو کچھ اس میں ہے، اسکو یاد رکھو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو۔[۱۷۱]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی **رحمتوں** اور بنی اسرائیل کی **نافرمانیوں** کا ذِکر ہے مثلاً

(۱) اللہ تعالیٰ نے بہتر انتظام کیلئے قوم کو بارہ (۱۲) حصوں میں تقسیم کر دیا۔

(۲) انکے پانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے چٹان سے بارہ (۱۲) چشمے پیدا کیے۔

(۳) صحرا میں جہاں کوئی سایہ نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے بادل کا سایہ ان پر مسلسل قائم رکھا

(۴) ان کے لیے خاص بہترین، پاکیزہ اور لذیذ کھانے کا انتظام کیا۔ (یعنی من وسلویٰ اور یہ کھانا انہیں بغیر کسی محنت کے ملتا تھا)

(۵) اللہ تعالیٰ نے ایک بستی میں انکو داخلے کی ترغیب دی جس میں ہر طرح کی نعمت موجود تھی اور داخلے کا طریقہ بھی بتایا اور یہ بھی بتایا کہ اگر تم میرا حکم مانو گے تو ہم تمہاری غلطیاں معاف کر دینگے اور اپنی مزید رحمتوں سے نوازیں گے۔

لیکن ان تمام چیزوں کا انہوں نے **عملی** طور پر شکر اَدا نہ کیا بلکہ جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے اس زرخیز بستی میں داخل ہونے کا بتایا تھا یعنی داخل ہوتے وقت **عاجزی** اور **انکساری** کا رویہ رَکھنا لیکن انہوں نے تکبر اور ظلم کا رویہ رَکھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر انکی نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب بھیجا۔ اس میں **ہمارے لیے سبق** یہ ہے کہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرتے رہنا چاہیے اور ان نعمتوں کی قدر اس طرح کرنی چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے **ہر حکم کی فرمانبرداری کریں**۔

اپنی حالت کو بدلنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے کیونکہ پہلا قدم جب تک ہماری طرف سے نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد نہیں کریگا۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم انکو مضبوطی سے پکڑے رَکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ قرآن حکیم اور میری سنت ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۶)

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی نافرمانی کا بالآخر یہ بدلہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''میں ہر زمانے میں تم پر ایسے لوگ بھیجتا رہوں گا جو تمہیں سخت عذاب دیتے رہیں گے''۔ (دیکھیں سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۶۷)

موجودہ زمانے میں بھی ہم نے دیکھا کہ ان پر سخت ترین عذاب اللہ تعالیٰ نے نازل کیا لیکن پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت کو ٹھکرانے سے باز نہیں آئے بلکہ وہ آج بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی قوم کے دُشمنِ اوّل ہیں۔

ہمیں اس قوم کی ہٹ دھرمی سے سبق سیکھنا چاہیے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی مسلسل نافرمانیاں کرتے چلے جا رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ میں ''غفور الرحیم'' ہوں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ''رحمۃ اللعالمین'' ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ ہمیں اس زمین پر تو ڈھیل دیئے جا رہا ہے لیکن ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ آخری فیصلہ تو قیامت کے روز ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قبروں کی زیارت کیا کرو تا کہ تمہیں آخرت یاد رہے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ ۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ
ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ
بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا
اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ ۢ
بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾
وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾
وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ

ترجمہ◄ (آیات ۱۷۲ سے ۱۸۰) تیرے رَبِّ کریم نے اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! بنی آدم کی پشتوں سے انکی نسل کو نکالا اور خود انہی سے گواہی لی، کیا میں تمہارا رَبّ تعالیٰ نہیں ہوں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں (کہ آپ ہی ہمارے رَبّ تعالیٰ ہیں۔ آپکے سوا کوئی دوسرا ہمارا معبود نہیں ہے)

یہ شہادت ہم نے اسلئے لی کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔[۱۷۲]

یا تم یہ کہنے لگو کہ شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور ہم بعد میں ان کی نسل سے پیدا ہوئے۔ کیا تو ہمیں اس قصور میں ہلاک کریگا جو غلط لوگوں نے شروع کیا؟[۱۷۳]

دیکھو ہم اس طرح اپنی ہدایات واضح کرتے ہیں، اسلئے کہ تم ہماری طرف پلٹ آؤ (یعنی شیطانی کام چھوڑ کر ہمارے بتائے ہوئے نیک کام کرنے لگو)[۱۷۴]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ علیہ السلام)! انکو اس شخص کا حال بتاؤ جسکو ہم

مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ
شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ
وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ
تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ
مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ
الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ

نے اپنی آیات (یعنی کتابِ الٰہی) کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان پر عمل کرنے سے گریز کرتا رہا پھر **شیطان** اسکے پیچھے لگ گیا حتیٰ کہ وہ شخص سیدھے راستے سے بالکل ہٹ گیا[۱۷۵]

اگر ہم چاہتے تو اسے اس **علم کے ذریعے** بلندیوں تک پہنچا دیتے مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی **خواہشِ نفس** کے پیچھے ہی لگا رہا حتیٰ کہ اسکی حالت ایسی ہوگئی جیسے کتا کہ اگر تم اس پر حملہ کرو تب بھی اپنی زبان لٹکائے (لالچ کی وجہ سے کہ شاید یہ کوئی چیز کھانے والی ہے) اور اگر تو اسے چھوڑ دے تب بھی زبان لٹکائے رہے (گویا کہ وہ ہر وقت کھانے کی چیز کو ڈھونڈ رہا ہے) یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو **ہماری ہدایات، ارشادات اور احکامات کو جھٹلاتے ہیں** (یعنی ہمارے حلال وحرام مقرر کیے ہوئے کی پرواہ کیے بغیر وہ اپنے نفس کے پیچھے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیتے ہیں تا کہ انکا پیٹ ہر وقت بھرا رہے) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! تم ایسی حکایات (سچے واقعات) لوگوں کو سناتے رہا کرو تا کہ وہ غور وفکر کریں۔[۱۷۶]

بہت بُری مثال ہے ان لوگوں کی جو ہمارے ارشادات، احکامات اور ہدایات کو نہیں مانتے۔ اس طرح وہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔[۱۷۷] (آخرت میں

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ
﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ
كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا
يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ
اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ
هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ

ہم انکو سزا دینگے ہماری نافرمانی کی لیکن ہم نے ظلم نہیں کیا بلکہ خود ہی وہ اپنے اوپر ظلم کرتے رہے)

جسکو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے، وہی ہدایت پر ہے اور جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو وہی (آخرت میں) نقصان اُٹھائینگے۔[۱۷۸]

بہت سے **جن** اور **اِنس** ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم کیلئے پیدا کیا ہے (**کیونکہ**)

۱) وہ ایسے دِل رَکھتے ہیں کہ ان سے سوچتے نہیں۔
۲) ایسی آنکھیں رَکھتے ہیں کہ وہ ان سے دیکھتے نہیں۔
۳) ایسے کان رَکھتے ہیں کہ ان سے سنتے نہیں۔

وہ گویا کہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ کیونکہ یہ بالکل ہی غافل لوگ ہیں۔[۱۷۹]

اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو انہی اچھے ناموں سے پکارا کرو۔ ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اسکے ناموں میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں (مثلاً جیسا کہ

يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

مشرکینِ مکہ نے اَلْاِلٰہ سے لات، العزیز سے عزیٰ اور المنان سے منات وغیرہ پر اپنے بتوں کے نام رَکھے تھے) جو عمل وہ کرتے رہے ہیں، اسکی سزا بھگت کر رہیں گے۔[۱۸۰]

تشریح: آیات مبارکہ ۱۷۲ سے ۱۷۴ تک:

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ یہ فرمایا ہے کہ پیدائشی طور پر بنی نوع انسان کا دِل اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہوتا ہے کیونکہ ہم نے اس سے اس زمین پر آنے سے پہلے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ میں ہی تمہارا رَبِّ کریم ہوں۔ میرے سوا اَور کوئی تمہارا رَبِّ کریم نہیں ہے، ''**اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ**''۔(الاعراف ۷، آیت ۱۷۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر نومولود اپنی فطرت (یعنی اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے ماں باپ اسکو یہودیت یا نصرانیت یا مجوسیت کی جانب مائل کر دیتے ہیں''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۸۳)

زمین پر آنے کے بعد انسان اپنے ماحول سے، تعلیم و تربیت سے کوئی دِین اختیار کر سکتا ہے۔ دِینِ الٰہی یا دِینِ غیر الٰہی۔

انسان کی **تربیت** اس وقت سے ہی شروع ہو جاتی ہے جب وہ **پیدا** ہوتا ہے۔ اسی وقت سے ہی اسکی آنکھیں اور کان کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ میڈیکل سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ بچہ جو کچھ دیکھتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے، وہ اسکے **دِل و دماغ** (Brain & Heart Computers) میں محفوظ ہوتا جا رہا ہے اور جب بولنے کی عمر کو پہنچتا ہے تو اسکے دماغ اور دِل میں جو محفوظ ہوا تھا، اسی سے وہ الفاظ اور فقرے بناتا ہے اور وہی باتیں کرنی شروع کرتا ہے جو اسکے ماحول میں ہوتی رہی تھیں۔

گھر کا جیسا ماحول ہوگا، بچوں کی **اکثریت** اسی ماحول میں بڑے ہو کر ویسے ہی رویہ رَکھیں گے جیسا کہ گھر کا ماحول تھا۔ بچے کی تربیت میں **دوسرا ماحول محلے کا ماحول**

ہےاور **تیسری** جگہ سکول، کالج یا مدرسے کا ماحول ہے۔

والدین پر فرض ہے کہ بچوں کی تربیت کا اس وقت سے احساس کریں جب بچہ اسکے گھر میں پیدا ہوتا ہے اور جب تک سکول کی عمر کو نہیں پہنچتا ہے۔ اسکے بعد حکومت کا فرض ہے کہ اس بچے کی تعلیم اور تربیت کا انتظام کرے قرآن حکیم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق۔ اس طرح ایک قوم جو بنے گی وہ ایک اسلامی قوم بنے گی۔

جب انسانی بچہ اپنی بلوغت کو پہنچتا ہے تو پھر اسکا اپنا ذِمہ بن جاتا ہے کہ وہ کس دِین پر چلتا ہے۔ عام اصول یہی ہے کہ وہ اپنے آباؤ واجداد کے دِین پر ہی رہتا ہے لیکن ایک قلیل تعداد اپنا دِین بدل لیتی ہے۔ مسلمان نوجوان غیر مسلم بن سکتا ہے اور غیر مسلم نوجوان اسلام لاسکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے کہ تمام انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تمام انسانیت کے نبی ہیں اور آخری نبی ہیں۔ قیامت تک انکے بعد دوسرا کوئی نبی نہیں آئیگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر کسی اہلِ کتاب میں سے یہودی یا نصاریٰ میں سے کسی نے میرا نام سنا اور مجھ پر ایمان نہیں لایا تو وہ جہنمی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۸)

آیات مبارکہ ۱۷۵ سے ۱۷۷ تک:

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ دِین کو دُنیا حاصل کرنے کیلئے استعمال نہ کرو۔ جو دِین کا علم حاصل کیا ہے، اسکو خالص اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق عمل میں لاؤ اور **اپنی خواہشات کے پیچھے مت چلو**۔ اگر تم اپنی خواہشات کے پیچھے پڑو گے اور قرآن حکیم کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی تعلیم اور عمل چھوڑ دو گے تو تم کتے سے بھی بدتر ہو جاؤ گے پھر جو تم پر عذاب آئیگا، اس دُنیا میں یا آخرت میں، اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہوگا بلکہ تمہارا ہی قصور ہے کہ تم ہماری نصیحتوں پر عمل نہیں کرتے تھے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ:

عام لوگ پوچھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی گمراہ کرتا ہے تو پھر انسان کا کیا قصور ہے۔

یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا نظام کیسے چل رہا ہے؟ جب انسان **نیک ارادہ** کرتا ہے اور **نیک کام کرنا شروع کرتا ہے** تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ اسکی مدد کرو اور وہ نیک کام میں جیسے بڑھتا جاتا ہے، فرشتے اسکی مدد کرتے جاتے ہیں۔ اسکی حد وہ ہے جو اسکی ہمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا** ''۔(البقرۃ ۲، آیت ۲۸۶) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کسی پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا''۔ نیکی کی طرف پہلا قدم نسان جب اُٹھائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ مدد کیلئے دَس قدم اُٹھائے گا۔ (الحدیث، مشکوٰۃ شریف)

اگر انسان **بُرائی کا ارادہ** کرتا ہے اور **بُرائی شروع کر دیتا ہے** تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس سے دُور چلے جاتے ہیں اور **شیطان اسکا گائیڈ** (Guide) **بن جاتا ہے** پھر وہ بُرائی میں بڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ جہنمیوں میں لکھا جاتا ہے۔ یہی بات تفصیل سے اسی سورۃ یعنی سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۵ اور ۱۷۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

''ہر انسان کے ساتھ ایک ساتھی جنات میں سے ہوتا ہے اور ایک فرشتوں میں سے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۶۰)

قرآن حکیم میں ہے کہ ''**وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ** ○ ''(الزخرف ۴۳، آیت ۳۶) ترجمہ ''جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر شیطان مسلط کر دیتا ہے اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے''۔

ہر نیک کام اللہ تعالیٰ کا ذِکر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''انسان جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور نیکی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ میری طرف ایک قدم آتا ہے تو میں اسکی طرف دَس قدم آتا ہوں (یعنی میں اسکی دَس گنا زیادہ مدد کرتا ہوں) اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف بھاگ کر آتا ہوں (یعنی اگر وہ نیکی میں سستی کرتا ہے تو

میں اسکو برکت دیتا ہوں کہ وہ نیکی میں مستعد ہو جائے)''۔(مشکوٰۃ)

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم اور تربیت حاصل کرنے کیلئے کچھ ایسی قوتیں عطا کی ہیں جن کو ہم حواس (Senses) کہتے ہیں۔ سائنس کی رُو سے یہ قوتیں پانچ (۵) ہیں۔

(حواسِ خمسہ)

(۱) دیکھنے کی قوت

(۲) سننے کی قوت

(۳) سونگھنے کی قوت

(۴) چکھنے کی قوت

(۵) چھونے کی قوت

ان احساسِ خمسہ کیساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو **دِل و دماغ** عطا فرمایا تاکہ ان قوتوں کے ذریعے حاصل کیے ہوئے **علم پر غور وفکر** کر سکے اور اپنا **سیدھا راستہ** تلاش کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں دِل و دماغ کیساتھ دو (۲) قوتوں کو راستہ تلاش کرنے کیلئے خاص اہمیت دی ہے، **ایک دیکھنے کی قوت اور دوسرا سننے کی قوت**۔

اگر یہ دو (۲) قوتیں انسان خلوص سے استعمال کرے اور اپنے ماحول میں زمین ہو یا آسمان، اس کی اشیاء کو اور اس کے نظام کو غور سے دیکھے اور غور سے سنے اور پھر ان پر اپنے دِل و دماغ میں تجزیہ کرے تو بڑی آسانی سے اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے کو تلاش کر لیتا ہے۔

جو لوگ جانوروں کی طرح آنکھیں بند اور کان بند رَکھتے ہیں، وہ جانوروں کی طرح غور وفکر بھی نہیں کرتے لہٰذا وہ سیدھے راستے سے بھٹکے رہتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ مکہ اور پھر تمام انسانوں کیلئے قرآن حکیم میں ایک تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سورج، چاند اور ستاروں کے مشاہدہ سے اپنی قوم کو بتانے کی کوشش کی کہ یہ خود اللہ تعالیٰ نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

دوسرا سورۃ الغاشیہ ۸۸ کی آیات مبارکہ میں واضح طور پر مشرکین کو متوجہ کیا اور آج بھی دُنیا کے تمام انسانوں کو متوجہ کیا جا رہا ہے کہ اپنے ماحول سے تم سیدھا راستہ حاصل کر

سکتے ہو اگر تم غور کرو تو۔

فرمایا کہ ''**اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ○ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ○ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ○ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ○ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ○ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ○ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ○ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ○ اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ○**''۔(الغاشیۃ ۸۸، آیات ۱۷ سے ۲۶) ترجمہ ''کیا تم غور نہیں کرتے کہ اونٹ کیسے پیدا کیا گیا؟ (یعنی **کس نے پیدا کیا؟ کیا تمہارے خیال میں تمہارے بتوں نے پیدا کیا یا کسی انسان نے پیدا کیا یا اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا**)

کیا تم غور نہیں کرتے کہ آسمان کو کیسے بلند کیا گیا؟ (یعنی **کس نے بلند کیا؟ کیا تم نے بلند کیا؟ کیا تمہارے بتوں نے بلند کیا؟ کیا کسی انسان نے بلند کیا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے بلند کیا**؟)

کیا تم غور نہیں کرتے کہ تمہارے سامنے جو بڑے بڑے پہاڑ ہیں، یہ کیسے بنے؟ (یعنی **کس نے بنائے؟ کیا یہ تم نے بنائے یا تمہارے بتوں نے بنائے یا کسی سائنسدان نے بنائے؟ یا کہ اللہ تعالیٰ نے بنائے**۔)

کیا تم غور نہیں کرتے کہ زمین کیسے بچھائی گئی؟ (یعنی **کس نے بچھائی؟ کیا تم نے بچھائی؟ کیا تمہارے بتوں نے بچھائی؟ کیا کسی انسان نے بچھائی یا کسی جن نے بچھائی یا کسی اَور مخلوق نے بچھائی؟ یا اللہ تعالیٰ نے بچھائی؟**)

(اگر تم صحیح معنوں میں غور و فکر کرو گے تو تمہیں فوراً معلوم ہو جائیگا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ جو یکتا ہے، اسکا بنایا ہوا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ پر ہی ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب قرآن حکیم پر ایمان لاؤ)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! تم انکو نصیحت کرتے رہو۔ **تمہارا کام صرف نصیحت کرنا ہے**۔ تم انکے داروغہ نہیں ہو۔

؎ گرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

اور یاد رکھو کہ جو اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان نہیں لائے گا، اسکو ہم بہت بڑا عذاب دینگے۔(اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)

آخر کار انہوں نے پہنچنا تو ہمارے پاس ہی ہے پھر ہم خود ہی ان سے حساب لے لیں گے''۔

کیا ہم اور ہمارے حکمران، علماء اور تعلیم یافتہ لوگ اپنے ماحول پر غور نہیں کرتے کہ یہ سب کچھ جو اس زمین پر خلا میں اور آسمان پر ہو رہا ہے، وہ ایک اللہ تعالیٰ واحد کا ہی بنایا ہوا ہے اور اسکا انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم ان چیزوں پر غور کریں تو سیدھا راستہ تلاش کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئیگی لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم نے **اپنے نفس کو رَبّ بنایا ہوا ہے** اور ہم اسی کو پوجتے جا رہے ہیں اور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے۔ **اسکا انجام کیا ہوگا، خود غور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو آنکھ، کان اور دِل و دماغ دیا ہوا ہے۔**

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو ہے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا؟
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغ

○.....○.....○

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ
ع ۱۸۱ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ
حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ج صلے ۱۸۲ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ط قف اِنَّ
كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۱۸۳ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا سکتہ مَا بِصَاحِبِهِمْ
مِّنْ جِنَّةٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۱۸۴ اَوَلَمْ
يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ لا وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ
اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ج فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ م بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ

ترجمہ◄ (آیات ۱۸۱ سے ۱۸۸) اور ہماری مخلوق میں ایک اُمت ایسی بھی ہے جو حق (سچائی) کا راستہ دکھاتی ہے اور حق (عدل) ہی کے مطابق فیصلہ کرتی ہے۔[۱۸۱]

جو لوگ ہمارے ارشادات (ہدایات، نصیحتیں اور احکامات) کو نہیں مانتے، ہم انہیں ایسے طریقے سے عذاب میں پکڑیں گے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔[۱۸۲]

میں ابھی انکو مہلت دیئے جا رہا ہوں۔ میرا منصوبہ مضبوط اور زبردست ہے۔[۱۸۳]

کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا کہ انکا ساتھی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو کوئی جنون نہیں ہے، وہ تو صرف خبردار کر رہا ہے۔[۱۸۴]

کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کے نظامِ بادشاہت پر غور نہیں کیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، اسکو کبھی غور سے نہیں دیکھا اور کیا انہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ انکا وقت نزدیک ہی آ لگا ہو (یعنی موت کا)۔ ان باتوں کے بعد اب اَور کون سی بات رہ گئی ہے جسکی وجہ سے یہ ایمان لا سکتے ہیں؟[۱۸۵]

﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ
طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ
اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا
يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْئَلُوْنَكَ
كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ
لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ

(یادرکھو) کہ جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے، اسکو کوئی راہ نہیں دکھا سکتا پھر اللہ تعالیٰ انکو انکی سرکشی میں ہی بھٹکتا چھوڑ دیتا ہے۔ (جو خود سیدھی راہ پر آنے کی کوشش نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اسکی مدد نہیں کرتا۔ اسکی مدد شیطان کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے)[۱۸۶]

یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کی گھڑی کب آئیگی؟ انکو بتا دو کہ اسکا علم صرف میرے رَبِّ کریم کے پاس ہے۔ وہ اسکو اپنے وقت پر خود ہی ظاہر کریگا اور وہ آسمانوں اور زمین میں بہت بھاری (سخت) وقت ہوگا۔ وہ وقت اچانک آجائیگا۔ وہ (یعنی کافر) تم سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا کہ تم جانتے ہو۔ انکو بتاؤ کہ اسکا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یعنی اسکا وقت نہ بتانے کی حکمت کو نہیں جانتے)[۱۸۷]

اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! انکو بتاؤ کہ میں تو اپنی ذات کیلئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی جو کچھ چاہتا ہے،

اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۸۸

ہوتا ہے۔ اگر میں غیب کا علم رَکھنے والا ہوتا تو میں اپنے لیے بہت سے فائدے اکٹھے کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ ہوتا۔ میرا فرض (ڈیوٹی [Duty]) تو صرف ان لوگوں کو (بُرے کام کے) بُرے انجام سے خبردار کرنا اور (اچھے اعمال کے) اچھے انجام کی خوشخبری دینا ہے جو ایمان لانے والے ہیں۔[۱۸۸]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کا ذِکر کیا ہے کہ وہ حق پر ہیں اور حق پر ہی فیصلے کرتے ہیں۔ یہ گروہ مومنین کا گروہ ہے۔

اس قوم کا ایک دوسرا گروہ ہے یعنی مشرکین مکہ جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان، نہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان، نہ اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم پر ایمان اور نہ آخرت پر ایمان رَکھتے ہیں۔

یہ ایمان اسلئے نہیں لاتے کہ یہ اپنے ماحول پر غور نہیں کرتے۔ اگر وہ غور کریں تو حق انکو ظاہر ہو جائے اور باطل بھی ان پر عیاں ہو جائے لیکن انکی ایک ہی ضد ہے کہ جن باتوں پر انکے آباؤ واجداد چل رہے تھے، وہی ٹھیک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے ایسے سوالات کرتے تھے جسکا مطلب یہ ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جو کچھ بھی مرضی کر لیں، ہم ایمان نہیں لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں انکو مہلت دیئے جا رہا ہوں۔ ایک وقت آئیگا کہ وہ پکڑے جائینگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رسالت تمام دُنیا کیلئے تھی اور قرآن کریم تمام دُنیا کیلئے ہے اور دُنیا کے تمام غیر مسلموں کا فرض ہے کہ وہ ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو آخری نبی مانیں، قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مانیں اور آخرت کے دِن کے حساب پر یقین رَکھیں۔

ایمان لانے کیلئے آپکو سچے دِل سے اور سچی زبان سے صرف یہ کہنے پڑے گا کہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اَور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔

I testify (with my heart and tongue) that there is no GOD except ALLAH and I (further) testify that MUHAMMAD (P.B.U.H) is ALLAH's Prophet

اسکے بعد آپ نماز اَدا کریں۔ قرآن کریم اور احادیث شریف کی تعلیم حاصل کریں اور ان پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ آپکو آخرت میں جنت کا ٹھکانہ عطا فرمائیگا انشاءاللہ **یہی نصیحت ہم لوگوں کے لیے مفید ہے** کہ ہمیں ہر دَم اپنے ایمان کو تازہ کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ ہمیں اس مہلت سے فائدہ اُٹھانا چاہیے اور جو خامیاں ہمارے ایمان میں اور ہمارے اعمال میں ہیں، انکو درست کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کی اُمید رَکھنی چاہیے۔

آخرت کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ نے انہی آیات مبارکہ میں دو تین دفعہ فرمایا کہ اسکے سوا کسی کو نہیں ہے۔ نہ نبیوں کو، نہ فرشتوں کو اور نہ جنات کو وغیرہ وغیرہ

آزادی کے بعد کسی حکمران نے قوم کی تعلیم اور اسکی تربیت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ یہاں تعلیم کا مطلب قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی تعلیم ہے۔ جو کچھ سکولوں اور کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے، وہ تعلیم نہیں بلکہ ایک ہنر ہے اور اسکا نام ہم نے تعلیم دے دیا ہے مثال کے طور پر ایک استاد ایم-اے اسلامیات کرتا ہے۔ اسکو اتنی دِین سے غرض نہیں ہوتی جتنی اسکو اپنی روزی کمانے کی فکر ہوتی ہے حالانکہ وہ اسلامیات پڑھا ہوا ہے تو وہ طلبہ جو دوسرے مضامین جیسے حساب اور سائنس، جغرافیہ اور تاریخ وغیرہ پڑھتے ہیں، وہ تو صرف اپنی روزی کمانے کیلئے پڑھتے ہیں۔ وہ بھی اپنی جگہ درست ہے لیکن جو تعلیم اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نزدیک ہے، وہ دِین کی تعلیم ہے۔ آپ بیشک حیران ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر آپکو دِین کی تعلیم پر عبور ہوگا تو آپکو روزی کمانے کے کسب کی بھی اللہ تعالیٰ ضروری تعلیم کا بندوبست کر دیگا۔ یاد رَکھیں کہ (۱) مومن کا پہلا فرض علم دِین سیکھنا ہے اور (۲) دوسرا فرض حلال روزی کمانا ہے۔ (ماخذ از مشکوٰۃ)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ
مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ
حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ
رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ
فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾
اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ ز صلے

ترجمہ ◄ (آیات ۱۸۹ سے ۲۰۶) وہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے تمہاری تخلیق ایک جنسِ واحد سے شروع کی اور اسی جنس سے اسکا جوڑا بنایا (یعنی عورت بنائی اور وہ میاں بیوی بن گئے) تا کہ وہ اسکے ساتھ رہ سکے۔ (اور اس طرح ہم نے نسلِ انسانی کو پھیلانے کا ایک نظام بنایا) جب مرد عورت کے پاس جاتا ہے تو اسکو ہلکا سا حمل ٹھہر جاتا ہے اور وہ اسکے ساتھ چلتی پھرتی ہے۔ (بچے کی پرورش ہو رہی ہے) پھر جب بچہ (رحمِ مادر میں) بڑا ہوتا ہے تو عورت بوجھل ہو جاتی ہے تو دونوں (میاں بیوی) مل کر اللہ تعالیٰ، اپنے رَبِّ کریم سے دُعا کرتے ہیں کہ اگر تو ہم کو صالح اولاد دے دے تو ہم تیرے شکر گزار ہونگے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ انکو صالح اولاد عطا کر دیتا ہے (پھر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کو تو بھول جاتے ہیں جس سے وہ اولاد مانگا کرتے تھے) تو اسکے ساتھ دوسروں کو اسکا شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ (مثلاً وہ کہتے ہیں کہ اس پیر نے ہمیں بچہ دیا، اس بزرگ نے ہمیں بچہ دیا۔ اس علاج نے ہمیں بچہ دیا، فلاں بت نے ہمیں بچہ دیا وغیرہ وغیرہ) حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس بہت ہی بلند و بابرکت ہے ان مشرکانہ باتوں سے جو لوگ کرتے ہیں۔ [۱۸۹-۱۹۰]

وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ؕ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ؕ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ؕ

(افسوس ہے انسان پر) کہ لوگ ایسی ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے لگتے ہیں (مثلاً بت، چاند، سورج، ستارے اور فوت شدہ بزرگ وغیرہ) جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں۔[۱۹۱]

اور وہ نہ انکی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اگر تم انہیں پکارو سیدھی راہ کی طرف تو وہ تمہارے پیچھے آنے والے نہیں ہیں۔ خواہ تم انہیں پکارو یا نہ پکارو، یکساں ہے۔[۱۹۲-۱۹۳]

جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، وہ تو محض بندے ہیں جیسے تم ہو (مثلاً فوت شدہ ولی اور پیر، سورج، چاند، ستارے اور بت وغیرہ)۔ ذرا ان سے بات تو کرو اور دیکھو کہ وہ تمہیں جواب دیتے ہیں اگر تم واقعی (ان سے دُعائیں مانگنے میں) سچ پر ہو[۱۹۴]

کیا یہ (یعنی بت) پاؤں رکھتے ہیں کہ ان سے چلتے ہیں؟ کیا یہ ہاتھ رکھتے ہیں کہ یہ ان سے پکڑتے ہیں؟ کیا یہ آنکھیں رکھتے ہیں کہ ان سے دیکھتے ہیں؟ کیا یہ کان رکھتے ہیں کہ یہ ان سے سنتے ہیں؟ (اے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! ان سے کہو کہ بلا لو اپنے شریکوں کو اور پھر تم سب مل کر میرے خلاف تدبیریں کر

اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا
شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّ ۦ
اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى
الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾
وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰهُمْ
يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ
وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا
يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

گزرو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔ (اور پھر دیکھو کہ یہ تیرا کیا بگاڑ سکتے ہیں)[۱۹۵]

میرا سرپرست تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب (قرآن حکیم) نازل کی اور وہ نیک لوگوں کی مدد کرنے والا ہے۔ (بُرے لوگوں کی مدد نہیں کرتا)[۱۹۶]

جن چیزوں کو تم پکار رہے ہو (یعنی بتوں کو) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، وہ نہ تو تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور وہ نہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تو تمہاری بات سن بھی نہیں سکتے۔ انہوں نے تمہاری طرف نظریں تو کی ہوئی ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں سکتے۔[۱۹۷-۱۹۸]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! **درگزر** سے کام لو اور **نیک نصیحت** کرتے رہو اور **جاہلوں** سے بچ کر رہو۔ اگر کبھی شیطان تمہیں بُرے خیالات میں ڈالے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی **پناہ** (مدد اور حفاظت) مانگو۔ وہ سب کچھ دیکھنے والا ہے اور ہر

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ
طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ
﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَيِّ ثُمَّ لَا
يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْ
لَا اجْتَبَيْتَهَا ط قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ
رَّبِّيْ ج هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ

بات کا علم رکھنے والا ہے۔[۱۹۹-۲۰۰]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں، انکو اگر کبھی شیطان کا وسوسہ چھو جائے تو وہ فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں۔ پھر انہیں صحیح حقیقت کی سمجھ آ جاتی ہے۔ (کہ یہ حق ہے اور وہ باطل ہے)[۲۰۱]

ان (جاہلوں) کے بھائی (یعنی شیاطین) انہیں گمراہی کی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں وہ کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔[۲۰۲]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! جب تم ان لوگوں (یعنی کفار) کے سامنے کوئی معجزہ پیش نہیں کرتے تو یہ کہتے ہیں تم اپنے لیے کوئی معجزہ کا انتخاب کیوں نہیں کرتے۔ انکو بتاؤ (کہ میں معجزہ لانے پر قدرت نہیں رکھتا) میں تو اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرا ربِّ کریم میری طرف بھیجتا ہے۔

یہ **ہدایات** جو میرے ربِّ کریم کی طرف سے بھیجی جاتی ہیں، وہ ان کیلئے **رہنمائی** اور **رحمت** ہیں جو ان پر ایمان لے آتے ہیں۔[۲۰۳]

جب قرآن حکیم پڑھا جائے تو اسے **توجہ سے سنا کرو** (تاکہ تم اسکو اچھی

وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ ع السجدة

طرح سمجھ سکو) اور **خاموشی** اختیار کیا کرو (یعنی شور سے بچ کر اس پر غور کرو) تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔[۲۰۴]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اپنے دِل میں صبح و شام (یعنی ہر وقت) **عجز وانکساری** اور **خوف** کیساتھ اور **زبان** سے بھی **ہلکی آواز** کیساتھ اللہ تعالیٰ کا ذِکر کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کے ذِکر میں **غفلت** مت کرو۔[۲۰۵]

جو فرشتے تیرے رَبِّ کریم کے پاس ہیں وہ اسکی بندگی میں کبھی **تکبر** نہیں کرتے۔ وہ اسکی ہمیشہ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اسکے آگے سجدہ ریز رہتے ہیں۔[۲۰۶]

تشریح: یہ آیات مبارکہ انسان کو خبردار کرنے کیلئے ہیں کہ شرک ہر نافرمانی کی جڑ ہے۔ اسی سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور اسی سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنایا جاتا ہے۔ بتوں کو سامنے رَکھ کر پوری زندگی کا نقشہ انسان خود اپنی خواہشات سے تخلیق دیتا ہے اور نام لگاتا ہے بتوں کا حالانکہ بت نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، نہ چلتے ہیں، نہ کھاتے پیتے ہیں، نہ بات کرتے ہیں، نہ نقصان کر سکتے ہیں اور نہ ہی نفع دے سکتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرانا **گناہِ کبیرہ** ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۴۵)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ

۱) ''اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسی کی عبادت کرے اور اس کیساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

۲) اور بندوں کا حق رَبّ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریگا، اللہ تعالیٰ اسکو عذاب نہیں دینگے''۔ (یعنی جہنم میں نہیں جائیگا) (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو اللہ تعالیٰ کی ذات کیساتھ شرک کرتے ہوئے مرا، وہ دوزخ میں جائیگا اور جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی ذات کیساتھ کسی کو شریک نہ کیا، وہ جنت میں جائیگا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۳۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سوال کیا کہ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہرانا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۴۴)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے سرکار صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ میں دس باتوں پر عمل کروں۔ ان میں سب سے پہلی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمائی، وہ یہ تھی کہ

''اگر مجھے جان سے مارے جانے یا جلائے جانے کا بھی خوف ہو تب بھی میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں کسی کو شریک کرنے پر تیار نہ ہوں''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۵۴)

اے انسان! اب یہ تجھ پر منحصر ہے کہ تو خود پہچانے کہ **شرک** کیا ہے اور **توحید** کیا ہے۔ **مثال** کے طور پر

۱) بزرگوں کی قبروں پر سجدہ کرنا یا ان سے مرادیں مانگنا شرک ہے۔

۲) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے نفس کی بات مان کر کسی چیز کو حلال کر لینا یا حرام کر لینا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام نہیں کہا، یہ شرک ہے۔

۳) اپنے نفس کی بات کو پورا کرنا اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم

کے حکم کو پسِ پشت ڈالنا شرک ہے۔

۴) کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا یا بیٹا بنانا جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں، شرک ہے۔

۵) دکھاوے (رِیا) کے طور پر کوئی کام کرنا شرک ہے۔

۶) وسائل پر بھروسہ رَکھنا بھی شرک ہے۔

شرک کی اَور بھی بہت سی قسمیں ہیں۔ان سے بچنے کی کوشش کریں کیونکہ جس نے مرتے دَم تک شرک کیا، وہ جنت میں نہیں جائیگا۔

آیت مبارکہ نمبر۲۰۴:

اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم کو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہو۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے اور اس میں غور وفکر کرنے کیلئے سنانے والے کی طرف پورے جذبے اور شوق سے سنیں اور جو کچھ کہا جا رہا ہے، اسکو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس وقت نہ کوئی آپ سے بات کرے، نہ آپ کسی سے بات کریں کیونکہ ایسی حالت میں **آپکے غور وفکر کا تسلسل** اور **قرآن کریم کو سننے کا تسلسل** ٹوٹ جائیگا اور آپ قرآن کو اچھی طرح **سمجھ نہیں سکیں گے**۔

یہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ہمارا عمل کیا ہے۔

ہم ہزاروں لاکھوں بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھا کر فارغ ہو جاتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے قرآن کریم کا حق اَدا کر دیا۔ ہرگز ایسی بات نہیں ہے۔ قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے عربی زبان کا سیکھنا ضروری ہے۔

اُردو میں قرآن کریم نہیں سمجھا جا سکتا۔ جب تک آپ قرآن کریم کو نہیں سمجھیں گے تو اس پر عمل کیسے کرینگے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رحمت تو اس وقت آئیگی جب آپ اس پر عمل کرینگے۔ مثال کے طور پر ایک دولتمند شخص پڑھتا ہے کہ ''**وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ** ''۔(البقرۃ ۲، آیت ۴۳) ترجمہ ''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ اَدا کیا کرو''۔ وہ بچپن سے پڑھتا چلا جا رہا ہے اور وہ اپنے آپکو سمجھتا ہے کہ میں قرآن کریم پڑھتا ہوں۔ وہ قرآن کریم تو پڑھتا ہے لیکن اسکو سمجھتا نہیں ہے اور چونکہ وہ سمجھتا نہیں، وہ

نہ نماز پڑھتا ہے نہ زکوٰۃ دیتا ہے۔

آیت نمبر۲۰۵:

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور تمام انسانوں کو صبح وشام یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرنے کی نصیحت کی ہے اور فرمایا کہ اس میں غفلت مت کرو۔

آیت نمبر۲۰۶:

فرشتے کبھی تکبر نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تکبر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور انکساری پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند اسکے سامنے **سجدہ** کرنا ہے۔ فرمایا کہ ''**وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ**''۔(العلق ۹۶، آیت ۱۹) ترجمہ ''اور سجدہ کریں اور قرب حاصل کریں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو انسان بھی ایک رائی کے دانے کے برابر تکبر کریگا، وہ جنت میں نہیں جائیگا''۔(ابن ماجہ)

ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا شریک انسان کا اپنا نفس رہا ہے۔ انسان اپنی مرضی کرنا چاہتا ہے جبکہ حق اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اسکی مرضی پر چلا جائے۔ اسلئے تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام یہی پیغام لے کر آئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی نافرمانی مت کرو لیکن زمانہ گزرنے کیساتھ ہر قوم اپنے اپنے زمانے میں اپنی مرضی کرنے لگی۔ جو دِل نے چاہا، اسی کو اپنا لیا۔ نہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی پرواہ کی، نہ نبی کی بات پر دھیان دیا۔

آج بھی گو ہم توحیدی تو ہیں لیکن سب سے پہلے اپنے نفس کی بات مانتے ہیں۔ جو ہمارا دِل کرتا ہے، ہم ویسا ہی کرتے ہیں اور ویسا ہی کرنا چاہتے ہیں اور اسی کو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ یہی درست ہے۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمیں قرآن کریم اور احادیثِ شریف کا گہرا علم نہیں ہے۔ یہ دَراصل حکمران کی ذِمہ داری ہے کہ اس علم کو قوم میں اوّلین ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ خود صراطِ مستقیم پر ہے۔(القرآن) اللہ تعالیٰ کے تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جو آخری نبی ہیں صراطِ مستقیم پر تھے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنی قوم کو صراطِ مستقیم کی تعلیم دی۔ اسی تعلیم کی آج کل ضرورت ہے۔

الانفال ۸

مدینہ منورہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۷۵ آیات ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَيۡنِكُمۡ ۖ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝۱ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ

ترجمہ ◄ (آیات ۱ سے ۱۲) تم سے مالِ غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں۔ ان کو بتا دو کہ مالِ غنیمت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی **نافرمانی سے بچو** اور اپنے آپس کے تعلقات درست رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اطاعت کرتے رہو اگر تم واقعتاً ایمان والے ہو۔[۱]

ایمان والے تو وہ ہوتے ہیں کہ جن کے دِل اللہ تعالیٰ کا ذِکر سن کر **لرز**

زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲ صلے
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ ۝۳ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَهُمْ
دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴ ج كَمَآ
اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ م بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ص وَاِنَّ
فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ لا يُجَادِلُوْنَكَ
فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى
الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶ ط وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ

جائیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ (ہدایات، ارشادات، نصیحتیں اور احکامات) انکے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو انکے **ایمان** کو مزید تقویت دیتی ہیں (اور ایمان والے تو وہ ہوتے ہیں) جو صرف **اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ** رکھتے ہیں۔ (نہ کہ وسائل پر اور نہ ہی جھوٹے خداؤں پر) وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو ہم نے انکو مال دیا ہوتا ہے، اس میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ ہیں **صحیح مومن**، انکے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بڑے بڑے رُتبے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے اور بہترین زرق ہے۔ (یعنی جنت) [۲-۴]

اللہ تعالیٰ نے تجھے **حق** کیساتھ تیرے گھر سے نکالا حالانکہ **مومنین** کا ایک گروہ اسکو ناپسند کرتا تھا۔ وہ تیرے ساتھ خواہ مخواہ **جھگڑا** کر رہے تھے باوجود اسکے کہ حق واضح ہو چکا تھا اور انکا حال یہ تھا کہ گویا وہ جان بوجھ کر **موت** کی طرف ہانکے جا رہے ہیں۔ [۵-۶]

اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ
ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ
الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷ لِيُحِقَّ
الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸
اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ
مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝۹ وَمَا
جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا
النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ
۝۱۰ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ

اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہیں مل کر رہے گا۔ تم تو چاہتے تھے کہ کمزور گروہ سے مڈبھیڑ ہو لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اپنے حکم سے سچ کو سچ ہونا ثابت کر دے اور باطل اور کافروں کی جڑ کاٹ دے **تاکہ حق قائم رہے** اور **باطل مٹ جائے** گو یہ نتیجہ مجرموں (کافروں) کیلئے باعثِ ناگواری ہوگا۔[۷-۸]

یاد کرو کہ ایک دفعہ تم اپنے رَبّ کریم سے مدد مانگ رہے تھے تو جواب میں اس نے تمہارے لیے ایک ہزار (۱۰۰۰) فرشتے پے در پے بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ یہ مدد تو صرف اسلئے تھی کہ تمہارے دِل اللہ تعالیٰ مطمئن فرما دے اور تمہیں اس بات کی خوشی ہو جائے ورنہ **مدد تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی** کے پاس سے آیا کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ (کائنات میں) زبردست ترین ہستی ہے اور حکیم مطلق ہے۔[۹-۱۰]

پھر یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر **غنودگی** کی شکل طاری کر دی جس سے تم

عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝۱۱ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ۱۲

میں **اطمینان** اور **بے خوفی** کی کیفیت پیدا ہوگئی اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تمہارے لیے پانی برسایا تاکہ تمہیں اسکے ذریعے سے پاک کرے اور **شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست** تم سے دُور کرے اور تمہارے **دِل مضبوط** کر دے اور اسکے ذریعے تمہارے **قدم جمادے**۔[۱۱]

پھر یہ بھی یاد رَکھو کہ تیرا رَبِّ کریم فرشتوں سے کہہ رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ایمان لانے والوں کو ثابت قدم رَکھو۔ میں ابھی کافروں کے **دِلوں میں خوف** ڈالے دیتا ہوں۔ پس تم اے مومنین! کافروں کی گردنوں پر اور انکے (ہاتھوں کے) پوروں پر ضربیں لگاؤ۔[۱۲]

تشریح: اسلام سے پہلے عرب میں قبائلی جنگوں میں جو قاتل ہوتا تھا، وہی مقتول کے مال کا حقدار ہوتا تھا۔ اجتماعی جنگ میں تو سب برابر ہوتے ہیں۔ اگلی صف والے بھی اور آخری صف والے بھی اور فوج کے خورد و نوش اور جانوروں کی حفاظت کرنے والے بھی شامل ہیں۔

اب یہ اسلام کی پہلی جنگ ہے اور **اسلام کا مقصد دُنیا میں عدل قائم کرنا ہی**

ہے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے یہ احکامات بھیج دیئے کہ مالِ غنیمت کیسے تقسیم ہونا چاہیے؟ چونکہ ہر فوجی کا اپنا اپنا جنگ میں کردار ہے، اسلئے ہر فوجی کا حصہ برابر ہے لہٰذا پورے مالِ غنیمت کو جمع کیا جائیگا اور وہ حکومتِ الٰہی کے خزانے میں پہلے جمع ہوگا، اسلئے فرمایا کہ حکومت چونکہ اللہ تعالیٰ کی ہے اور نائب اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہیں، اسلئے یہ مال سارے کا سارا بیت المال (یعنی قومی خزانے) کا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اسکو فوجیوں میں تقسیم فرمائینگے۔ کوئی ذاتی فوجی اگر اس مال میں سے چھپ چھپا کر یا اعلانیہ زبردستی لینے کی کوشش کرتا ہے تو وہ خیانت تصور ہوگی۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے تو غنیمت کے بارے میں چوری کا ذِکر فرمایا اور اس چوری کو گناہِ کبیرہ قرار دیا۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۸۱۸)

حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے مال (یعنی مالِ غنیمت یا بیت المال سے کوئی مال) پر حق کے بغیر قبضہ جما لیتے ہیں۔ قیامت کے روز انکے لیے جہنم ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۸۱۷)

ایک آدمی **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** کی اونٹنی کا کجاوہ اُتار رہا تھا تو اسے ایک تیر لگا اور جاں بحق ہوگیا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کہا کہ ''اسے جنت مبارک ہو''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے! وہ چادر جو خیبر کے روز اس نے غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے چرالی تھی، وہ اس پر آگ بن کر بھڑکے گی''۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک آدمی ایک (۱) تسمہ یا دو (۲) تسمے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک (۱) تسمہ بھی آگ سے ہے اور دو (۲) تسمے بھی آگ سے ہیں''۔ (یعنی یہ جہنم کا مال ہے) (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۸۱۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سامان پر ایک آدمی مقرر تھا، وہ فوت ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ جہنم میں ہے''۔ لوگ دیکھنے کیلئے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک کمبل جو اس نے مالِ غنیمت سے چھپالیا تھا، وہ (اس پر) موجود تھا۔ ([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۸۲۰)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ''جو خیانت کرنے والے کو چھپاتا ہے، وہ اسی کی مانند ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۸۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن نہ جھوٹا ہوسکتا ہے، نہ خائن''۔ (احمد)

اب ذرا اپنے ملک کا بھی حال دیکھ لیجیے۔ قومی خزانہ اور اولوا الامر پر نظر ڈالیں۔ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ خیانت کی بیشمار باتیں واضح ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ! انکو معاف فرما۔ انکو ہدایت دے اور ہم عوام کو بھی ہدایت فرما کہ ہم اپنے اولوا الامراء کو سوچ سمجھ کر چنیں اور قبول کریں۔

ان آیات مبارکہ میں ایک اَور بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کا ساتھ دیتا ہے۔ **حق والوں کیساتھ** ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ** ○'' (الروم ۳۰، آیت ۴۷) ترجمہ ''مومنین کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اس جنگ بدر میں واضح طور پر مومنین کی مدد کی اور کچھ باتیں ایسی بھی ہونگی جن کو ہم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے انکو ہم سے چھپائے رَکھنا بہتر سمجھا۔ جو باتیں ظاہر ہیں، وہ یہ ہیں کہ

۱) اللہ تعالیٰ نے مومنین کو تجارتی قافلے سے روک کر جنگی قافلے سے مدبھیڑ کرادی تاکہ فتح کیساتھ مومنین کا حوصلہ بلند ہو جسکو ہم انگلش میں Confidance کہتے ہیں۔

۲) جن مومنین کا ایمان ذرا کمزور تھا اور وہ جنگ سے جی چرانے کا خیال رَکھتے تھے، انکے ایمان کو اس فتح کے ذریعے تقویت دی۔

۳) ایک ہزار فرشتوں کی رفاقت کے متعلق بتایا تا کہ مومنین کا حوصلہ مضبوط ہو۔اس طرح سے ایک مجاہد کیساتھ تقریباً تین فرشتے اسکو حوصلہ دینے کیلئے موجود تھے۔

۴) اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی پریشانی کو دُور کرنے کیلئے ان پر غنودگی طاری کردی جس سے انکی خوف کی حالت جاتی رہی۔

۵) اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش برسائی جسکے ذریعے سے انکو غسل کرنے کا اور وضو کرنے کا موقع مل گیا، اس طرح شیطان کی گندگی دُور ہوگئی کیونکہ باوضو انسان کیساتھ ہمیشہ فرشتے موجود ہوتے ہیں۔

۶) اللہ تعالیٰ نے جب ایک طرف مومنوں کے حوصلوں کے یہ انتظامات کیے، اسکے برعکس کافروں کے دِلوں میں خوف کی حالت پیدا کردی اور ماہر نفسیات یہ کہتے ہیں کہ خوف ایسی چیز ہے کہ انسان کتنا بھی جسمانی طور پر مضبوط ہو، جب اسکے دِل میں خوف آجاتا ہے تو وہ معمولی حالات سے بھی شکست کھا جاتا ہے۔

۷) ایک بہت بڑی کامیابی جنگ بدر کی یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے غیر مسلم شہری مثلاً یہود و نصاریٰ پر یہ رُعب بیٹھ گیا کہ مسلمان مومنین ایک طاقتور جماعت ہے۔ان پر غلبہ حاصل کرنا آسان نہیں ہے۔

۸) مشرکین مکہ کا وہ خیال کہ انکے پاس بہت وسائل ہیں، جنگی اور افرادی، اسی لئے وہ سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کو ہم گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رَکھ دیں گے، یہ غلط ثابت ہوا۔

۹) تاریخ کہتی ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر ابوجہل نے خانہ کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر دُعا کی تھی کہ ''اے اللہ تعالیٰ! کامیابی اس لشکر کو عطا کر جو حق پر ہو''۔تو جنگ میں ثابت ہوگیا کہ حق والے لوگ مومنین ہی تھے اور مشرکین مکہ باطل پر تھے۔ ([قرطبی] القرآن الحکیم مع ترجمہ وتفسیر مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی حاشیہ سورۃ الانفال ۸، آیت ۱۹)

۝.....۝.....۝

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ
فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا
تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا
مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ
﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳ سے ۱۸) ([بدر کے متعلق] کافروں کو یہ سخت سزا اسلیئے دی گئی کہ) انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی **مخالفت** کی تو جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے **مقابلے** میں آئیگا، اسکے لیے نہایت سخت سزا ہوگی۔[۱۳]

یہ تو ہے تم لوگوں کیلیئے دُنیا کی سزا (اے کافرو!) آخرت کی سزا تو جہنم کی آگ کا عذاب ہے۔[۱۴]

اے ایمان والو! جب تم کبھی کافروں سے لڑو تو پیٹھ مت پھیرو۔ (یاد رکھو) جو بھی اس دِن (یعنی لڑائی کے دِن) پیٹھ پھیرے گا، سوائے جنگی چال چلنے کے یا فوج کے حصہ سے ملنے کیلیئے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آ جائیگا اور اسکا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔[۱۵-۱۶]

(لڑائی کے **نتیجہ کی حقیقت** یہ ہے کہ) تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ

رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

نے انکو قتل کیا اور جو مٹھی تو نے پھینکی، تو نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی (یہ مدد اللہ تعالیٰ کی اسلئے ہوئی) تا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو اس آزمائش میں اچھی طرح کامیاب فرما دے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً سننے والا اور جاننے والا ہے۔[۱۷] (یہی تقدیر میں لکھا جا چکا تھا۔)

یہ معاملہ تو تمہارے (مومنین کے) ساتھ کیا اور کافروں کے ساتھ ہم نے ان کی چال کو کمزور کر دیا۔[۱۸]

تشریح : جو بھی انسانوں کے درمیان اچھا کام ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ انکے ساتھ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝**'' (آلِ عمران ۳، آیت ۶۸) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ مومنوں کا سرپرست (دوست، ولی، وکیل، کفیل سب کچھ) ہوتا ہے۔

اور جو بھی کوئی بُرائی کرتا ہے تو وہ اسکے اپنے نفس کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ اس شخص کا ساتھی شیطان ہوتا ہے اور شیطان اس سے یہ بُرائی کراتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''**وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ**'' (النساء ۴، آیت ۷۹) ترجمہ ''جو مصیبت تم پر آتی ہے، وہ تمہاری ذات (یعنی تمہارے اپنے ہاتھوں) کی وجہ سے آتی ہے''۔

ہر نیک کام کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے اور ہر بُرے کام کے پیچھے شیطان کا ہاتھ ہوتا ہے۔

اگر آپ اس نظام کو سمجھ جائیں تو پھر آپکے لیے نیکی کا کرنا اور بُرائی سے بچنا آسان ہو جائیگا۔

آیت نمبر ۱۸: ہم نے انکی چال کو کمزور کر دیا:

اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم نے انکی مدد نہیں کی کیونکہ **وہ حق پر نہیں تھے** اور ہم کسی کی

مدد اسی وقت کرتے ہیں جب کوئی حق پر ہوتا ہے۔ جو حق پر نہیں ہوتا، شیطان اسکا ساتھی بن جاتا ہے اور شیطان کی چال ہمیشہ کمزور ہوتی ہے۔

جنگ بدر میں مشرکین مکہ کا ساتھی شیطان تھا جبکہ مومنین کا ساتھی اللہ تعالیٰ تھا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کیلئے انسان کو اپنی استطاعت کے مطابق مومن بننے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ غلطیوں کو معاف کرنے والا ہے لیکن اگر انسان ارادۃً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ خواہ کتنے قرآن کریم پڑھ لے اور کتنی احادیث شریف یاد کر لے، وہ مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے دِل کو پاک نہیں کرتا۔ اسی کو کہتے ہیں ''قلبِ سلیم''۔ جب تک آپکا قلب (دِل) پاک نہیں ہوگا، قرآن کریم اس دِل پر اَثر نہیں کریگا۔ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اس دِل پر اَثر نہیں کریں گی تو انسان وہاں کا وہاں ہی رہے گا جہاں سے وہ چلا تھا۔

اگر نیت منافقانہ ہے تو کوئی نیکی بھی آپکی قبول نہیں ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بدنیت لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ نماز میں بھی شامل ہوتے ہیں، زکوٰۃ بھی دیتے تھے، جنگوں میں بھی شامل ہو جاتے تھے (بہت مجبوری سے) لیکن چونکہ انکا دِل پاک نہیں تھا، اسلئے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پیچھے نماز انکو مومن نہ بنا سکی اور انکی زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں کی۔ ایک شخص جسکا نام ثعلبہ تھا مدینہ کا رہنے والا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس دو تین دفعہ آیا اور درخواست کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ میرے مال میں ترقی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے رہے کہ ثعلبہ! جو تمہارے پاس ہے، وہی تمہارے لیے بہتر ہے لیکن ایک دِن اسکے اصرار کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے دُعا فرمادی کہ یا اللہ تعالیٰ! اسکے مال میں زیادتی عطا فرما۔ پھر ایسا ہوا کہ مال میں زیادتی تو ہوگئی لیکن جب زکوٰۃ دینے کا وقت آیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو زکوٰۃ دینے سے پہلے انکار کر دیا پھر غلطی کا احساس ہوا تو خود زکوٰۃ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اسکی زکوٰۃ قبول نہیں فرمائی اور لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی اسکی زکوٰۃ قبول نہیں کی کیونکہ اسکا دِل پاکیزہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو گمراہ کر دیا اور وہ کافر ہو کر مرا۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۹ سے ۲۴) اے کافرو (یعنی مشرکین مکہ)! اگر تم نے فیصلہ چاہا تو لو فیصلہ آ گیا۔ اگر تم اب بھی باز آ جاؤ تو تمہارے ہی لیے بہتر ہے اور اگر تم پھر ایسی حرکت کرو گے تو ہم بھی ایسا ہی دوبارہ جواب دینگے اور تمہاری فوج **خواہ کتنی ہی زیادہ ہو**، تمہارے کسی کام نہیں آئیگی کیونکہ **اللہ تعالیٰ تو مومنین کیساتھ ہوتا ہے**۔ (اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون زیادہ طاقتور ہے)[۱۹]

اے ایمان لانے والو! **اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرو اور اسکے رسول** (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) **کی اطاعت کرو** (یعنی اسکے نقش قدم پر چلو) اور حکم (اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا) سن لینے کے بعد منہ مت موڑو اور انکی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کہا (یہودیوں اور منافقین نے) کہ ہم نے سن لیا حالانکہ انہوں نے حقیقتاً نہیں سنا۔[۲۰-۲۱]

یاد رکھو! خدا تعالیٰ کے نزدیک **بدترین** انسان وہ ہے جو **بہرے** بنے ہوئے ہیں اور **گونگے** بنے ہوئے ہیں (یعنی نہ اللہ تعالیٰ کی باتیں سنتے ہیں اور نہ ہی

الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتے ہیں)۔ یہ **عقل** سے کام نہیں لیتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوتا کہ ان (کافرین اور منافقین) میں کچھ نیک نیتی کی **رَمق** ہے تو وہ ضرور انہیں سننے کی توفیق دیتا (لیکن اب) جب وہ ان کو سنواتا ہے (کیونکہ ان میں نیک نیتی نہیں ہے) تو وہ بے رُخی کے ساتھ منہ پھیر جاتے ہیں۔ (اس لئے ان کو توفیق نہیں ملتی ان کی بد نیتی کی وجہ سے)[۲۲-۲۳]

اے ایمان لانے والو! اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حکم پر **لبیک** کہا کرو (یا اللہ تعالیٰ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! ہم حاضر ہیں) جب بھی وہ (یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) تمہیں ایسے کام کی طرف بلائیں جو تمہارے لیے دائمی زندگی (یعنی آخرت میں کامیابی) کا باعث بنے۔ **یاد رکھو! اللہ تعالیٰ انسان اور اسکے دِل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے**۔ بالآخر جانا تو تم نے اسی کے پاس ہے۔[۲۴]

تشریح: وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ:

اللہ تعالیٰ کافرین کو وارننگ (Warning) دے رہا ہے کہ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو جیسے اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں تمہیں سخت ذلیل کیا، اسی طرح آئندہ بھی تمہیں ذلیل کریگا کیونکہ اللہ تعالیٰ مومنین کا دوست ہے، غیر مومنین کا وہ دوست نہیں ہے کیونکہ وہ شیطان کے دوست ہیں اور شیطان اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ شیطان کے

دوستوں کا ساتھی نہیں بن سکتا اور یہ ایک اَٹل قانون ہے جو تبدیل ہونے والا نہیں ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن کی صفات کیا ہونی چاہییں تاکہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اسکے ساتھ مضبوط ہو جائے، وہ یہ کہ

(۱) اللہ تعالیٰ کے احکامات جو قرآن حکیم میں ہیں، ان پر صدق دِل سے پوری طرح عمل کیا جائے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے احکامات جو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے قول اور عمل سے سامنے آئیں، انکی اطاعت کی جائے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بات کو غور سے سنا جائے اور اس پر غور وفکر کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے نکال دیا۔

(۴) ''صم، بکم'' کا یہاں مطلب یہ ہے کہ تم نہ تو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنتے اور نہ تم آگے پہنچاتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو کوئی میری بات سنے [اور قرآن کریم کی بات] اسکو دوسروں تک پہنچا دے''۔ (ابن ماجہ)

(۵) اللہ تعالیٰ چونکہ دِلوں کے چھپے ہوئے بھید جانتا ہے، اس لیے جنکے دِل میں اللہ تعالیٰ پر اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لانے کی طلب ہوتی ہے لیکن ظاہری حالات اسکو ظاہر کرنے میں مانع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ایمان لانے کی جرات عطا فرما دیتا ہے اور جن لوگوں کے دِلوں میں ایمان لانے کی طلب نہیں ہوتی لیکن زبان سے وہ خواہ کتنا ہی کہتے رہیں (جیسا کہ منافقین) تو اللہ تعالیٰ انکو دِل سے ایمان لانے کی توفیق نہیں دیتا۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''منافق اس بکری کی طرح ہے جو کبھی اس ریوڑ میں چلتی ہے کبھی اس ریوڑ میں''۔ (مشکوٰۃ)

(۶) انسان کو ہر وقت آخرت یاد رہنی چاہیے۔ آخرت آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ مرنے کے بعد حساب کتاب ہوگا تو ایک بیوقوف سے بیوقوف انسان بھی یہ جاننے کی صلاحیت رَکھتا ہے کہ وہ کام کرے جو اسکے فائدے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف بتا دیا ہے کہ نیکی کرنے والے جنت میں جائینگے اور بُرائی کرنے والے جہنم میں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جہنم کی آگ دُنیا کی آگ سے ستر (۷۰) گنا زیادہ تیز ہے اور انسان اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا''۔ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ انسان اور اسکے دِل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے: (آیت نمبر ۲۴)

اللہ تعالیٰ انسان کے دِل کی ظاہری باتیں بھی اور چھپی ہوئی باتیں بھی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ردِّعمل اسکی نیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر نیت میں ایمان کی طلب ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو ایمان میں مدد دیتا ہے۔ اگر اسکے دِل میں نافرمانی کی نیت ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسکی مدد نہیں کرتا بلکہ شیطان اسکا ساتھی بن جاتا ہے۔ اب اگر وہ چاہے بھی ایمان کی طرف آنا لیکن نیت میں پھر وہی کھوٹ ہو تو اللہ تعالیٰ ایمان اور کفر کے درمیان حائل ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسکو توفیق نہیں دیتا کیونکہ اسکی دِل کی گہرائیوں کی نیت میں ابھی بھی کھوٹ ہے۔

جنگ بدر ہمیں سبق دیتی ہے کہ

؎ مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
کافر ہو تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ

[اقبال]

آیئے! ہم مومن بننے کی کوشش کریں۔

مومن بننے کیلئے قرآن کریم کا سمجھنا ضروری ہے۔ قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے عربی زبان کا سمجھنا ضروری ہے اور اسکے ساتھ احادیث شریف کا وسیع ذخیرہ بھی انسان کے پاس موجود ہونا چاہیے۔ اگر آپ قرآن کریم کو سمجھیں گے نہیں تو اس پر عمل کیسے کرینگے۔ اگر عمل نہیں کرینگے تو آپ مومن کیسے بنیں گے۔

عمل کے بغیر آپ مومن نہیں بن سکتے مثلاً ایک آدمی پڑھتا جا رہا ہے، ''**اٰتُوا الزَّكٰوةَ**''۔ ترجمہ ''زکوٰۃ دیا کرو''۔ اگر وہ روزانہ یہ آیت پڑھتا ہے لیکن اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتا تو اسکا پڑھنا اسکے لیے کوئی فائدہ مند نہیں ہے۔ قیامت کے روز عمل تولیں جائینگے۔ جسکا عمل نہیں ہوگا، اسکا پلڑہ خالی ہوگا تو اسکی نجات کیسے ہوگی۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ
خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾
وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي
الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ
وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ
وَالرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ ◄ (آیات ۲۵ سے ۴۰) اس عذاب سے بچو جو صرف **ظالموں** (یعنی کافروں) **پر ہی نہیں آئیگا** (بلکہ نیک اور بد، سب پر واقع ہوگا) اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔[۲۵]

(اے ایمان لانے والو!) اس زمانہ کو یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے اور تمہیں ملک میں **کمزور** بنا کر رکھا گیا تھا۔ تمہیں خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں لوگ تمہیں اُچک نہ لے جائیں (یعنی تم کو، تمہارے بیوی بچوں اور مال و دولت کو اغوانہ کرلیں اور تمہیں غلام نہ بنالیں) اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمہیں **اپنی حفاظت** میں رکھا اور **اپنی مدد** سے تمہاری ہمت بڑھائی اور تمہیں **پاکیزہ** (یعنی حلال اور پاک) رزق عطا کیا۔ تمہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرو۔[۲۶] (یہ زمانہ مکہ کا ذِکر ہے)

اے ایمان لانے والو! جان بوجھ کر (ارادۃً) اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے **خیانت** نہ کیا کرو اور نہ ہی اپنی ایک دوسرے کی **امانتوں** میں خیانت کیا کرو۔[۲۷]

جان لو! دَراصل تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے باعثِ **امتحان**

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ
اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۲۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ
سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ
۝۲۹ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ
يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ
وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا
قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاۗءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ

ہیں (کہ آیا انکے ذریعے تم جہنم خریدتے ہو یا جنت خریدتے ہو) اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے لیے بہت بڑا اَجر ہے۔ (اگر تم ان دو (۲) چیزوں کیساتھ اپنا رویہ جنت خریدنے کا رکھو)[۲۸]

اے ایمان لانے والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی **نافرمانی** سے بچتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں **حق و باطل** میں پہچان کی صلاحیت عطا فرمائے گا اور تمہاری **بُرائیوں** کو مٹا دے گا اور تمہاری **غلطیوں** کو معاف فرما دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔[۲۹]

تجھے یاد ہوگا کہ ایک وقت تیرے خلاف (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) کافرین تدبیریں بناتے تھے کہ یا تو تجھے قید کرلیں یا تجھے قتل کر ڈالیں یا تجھے جلاوطن کر دیں۔ وہ **اپنی جگہ** منصوبے بنا رہے تھے اور **اللہ تعالیٰ اپنی جگہ** تدبیر کر رہا تھا اور **اللہ تعالیٰ کی تدبیر** ہی سب سے بہتر ہوتی ہے۔[۳۰]

هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ
اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا
حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا
كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ
اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا
كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ

وہ وقت بھی یاد ہوگا جب ان کافرین کو ہماری آیات مبارکہ (یعنی قرآن حکیم) سنائی جاتی تھیں تو وہ کہتے تھے کہ ہاں! سن لیا ہم نے، ہم بھی ایسی باتیں بنا سکتے ہیں اگر ہم چاہیں۔ یہ تو وہی پرانی کہانیاں ہیں جو پہلے سے چلی آ رہی ہیں۔[۳۱]

وہ بھی تم کو یاد ہوگا جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ! اگر یہ (یعنی قرآن کریم) واقعی سچی بات ہے اور تیری طرف سے ہے تو تُو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دوسرا دَردناک عذاب ہم پر لے آ۔ (کیسا متکبرانہ مزاج تھا مشرکین کا)[۳۲]

اس وقت ان پر عذاب بھیجنا مناسب نہیں تھا کیونکہ تم ان میں موجود تھے (مکہ مکرمہ میں اور تبلیغ کا عمل جاری تھا) اور اللہ تعالیٰ اس وقت عذاب نہیں بھیجتا جب لوگ (یعنی مومنین) استغفار کر رہے ہوں۔ (خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے خوف سے استغفار بہت کرتے تھے)[۳۳]

(اب تم مدینہ طیبہ میں ہو اور مشرکین کو تبلیغ کا راستہ بند ہے) اب اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کیوں نہ بھیجے جبکہ وہ مسجدِ حرام کا راستہ روک رہے ہیں حالانکہ وہ اس مسجد

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ
الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا
كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ
اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا
ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ
الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ
عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ

کے جائز متولی تو ہیں نہیں۔ اسکے جائز متولی تو صرف وہ لوگ ہوتے ہیں جو **متقی** ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہوں) مگر اکثر لوگ یہ نقطہ نہیں جانتے۔[۳۴]

میرے گھر (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس (مسجدِ حرام میں) ان لوگوں (یعنی کافروں) کی نماز تو صرف یہ ہوتی ہے کہ **تالیاں** بجالیں اور **سیٹیاں** بجالیں۔ پس اب چکھو عذاب کا مزہ اپنے کفر کی وجہ سے۔ (جنگ بدر کا عذاب)[۳۵]

جو لوگ ایمان نہیں لائے (یعنی کافر)، وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں لوگوں کو خدا تعالیٰ کے راستے سے روکنے کیلئے (یعنی اسلحہ جنگ خریدتے ہیں) یہ خرچ کرتے رہیں گے پھر انکا یہ رویہ انکے لیے ہی باعثِ ندامت بن جائیگا۔ بالآخر وہ مغلوب ہو جائینگے (یعنی شکست کھا جائینگے) اور پھر یہ **کافر جہنم** کے پاس اکٹھے کر دیئے جائینگے۔[۳۶]

اس (یعنی قیامت کے) وقت اللہ تعالیٰ **ناپاک** (کافر) لوگوں کو **پاک** (مومن) لوگوں سے الگ کر دے گا۔ پھر ہر ناپاک کو ناپاک کیساتھ ملا کر ایک جتھا بنا

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

دے گا اور پھر اس جتھے کو جہنم میں جھونک دے گا۔ یہ لوگ اس دِن نقصان اُٹھانے والے ہوں گے۔[۳۷]

کافروں سے کہو کہ اگر تم اب بھی باز آ جاؤ تو جو کچھ پہلے تم نے گناہ کیے ہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دیگا لیکن اگر تم نے وہی حرکتیں کیں جو پہلے کرتے رہے ہو تو تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوگا جو پہلی قوموں کیساتھ ہو چکا ہے۔ (یعنی تم پر بھی اسی دُنیا میں عذاب آ جائیگا)[۳۸]

اے ایمان والو! کافروں سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (کفر کا نظام) باقی نہ رہے اور دِینِ حق (دِینِ اسلام) کا غلبہ پورے کا پورا اللہ تعالیٰ کیلئے ہو جائے۔ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں تو انکے اعمال کا دیکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ (وہ چاہے تو انکو معاف کرسکتا ہے)[۳۹]

لیکن اگر وہ وہی حرکتیں کریں تو تم لوگ جان لو کہ اللہ تعالیٰ **تمہارا مولیٰ** (سرپرست) ہے (کافر تم لوگوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتے) وہ **بہترین مولیٰ** اور **بہترین مددگار** ہے۔ (صدق اللہ العظیم)[۴۰]

تشریح: لَا تَخُوْنُوا:

اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہمیں **خیانت** کرنے سے۔

(۱) اللہ تعالیٰ سے خیانت مت کرو، اسکے حقوق اَدا کرو۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے خیانت مت کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقش قدم پر چلو۔ بدعت کو رواج مت دو۔

(۳) اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے خیانت مت کرو۔ انکے حقوق پورے پورے اَدا کرو

(۴) قرآن حکیم ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اسکو سمجھو اور اس پر عمل کرو۔

اگر ہم ان امانتوں کو اَدا کرینگے تو تب ہی ہم صحیح مومن کہلائے جاسکتے ہیں۔

مال اور اولاد فتنہ ہیں۔

پہلے جان لیجئے کہ فتنے کا مطلب ہمیشہ فساد ہی نہیں ہوتا۔ یہ عربی کا لفظ ہے۔ اسکا مطلب عذاب بھی ہے، فساد بھی ہے، آزمائش بھی ہے، امتحان بھی ہے۔

یہاں اسکا مطلب **امتحان** ہے۔

مال سے انسان کا امتحان:

حلال مال کی برکات بہت ہیں۔ حرام مال کی بے برکتی اور عذاب اس دُنیا میں بھی ہے اور سخت عذاب آخرت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو فرمایا کہ ''**كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا**''۔ (المومنون ۲۳، آیت ۵۱) ترجمہ ''اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو''۔ یہی حکم اللہ تعالیٰ نے مومنین کو فرمایا کہ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی پاک روزی کھاؤ جو ہم نے تمہیں دے رکھی ہے''۔ (دیکھیں سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۱۷۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول فرماتا ہے'' (حرام کو قبول نہیں کرتا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک آدمی کا ذِکر فرمایا کہ ''وہ طویل سفر کرتا ہے۔ بال بکھرے ہوئے ہیں اور غبار آلودہ ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھا کر دُعا مانگتا، اے رَبّ! اے رَبّ!۔ اسکی التجا کیسے قبول ہوگی جبکہ اسکا کھانا

حرام ہے، پینا حرام ہے، لباس حرام کا ہے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۰)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر۔ کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جو مشتبہ چیزوں سے بچا، اس نے اپنے دِین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو ان میں پڑا، وہ حرام میں پھنس گیا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام سے پلا ہوا ہو''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو بندہ حرام مال کمائے اور جو وہ اپنے پسماندگان کیلئے چھوڑے گا (وراثت میں) تو وہ مال انکو جہنم کی طرف لے جانے کا سامان ہوگا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۱)

امیر المومنین **حضرت عمر فاروق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ پیا اور پلانے والے سے پوچھا کہ ''یہ دودھ تم نے کہاں سے حاصل کیا؟'' کہنے لگا کہ ''زکوٰۃ کے اونٹ ایک جگہ پانی پی رہے تھے۔ ان لوگوں نے میرے لیے دودھ نکالا، یہ وہ دودھ ہے''۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈالا اور قے کر دی۔ (کیونکہ ایک تو آپکو زکوٰۃ جائز نہیں تھی اور دوسرا یہ بیت المال کے اونٹ تھے، اسلئے آپکے لیے یہ دودھ پینا حرام تھا)(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۸)

مال کے بارے میں چند ایک مزید باتیں یہ ہیں:

(۱) **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''جو شخص سونے اور چاندی کا مالک ہو اور اسکا حق اَدا نہ کرے (یعنی زکوٰۃ نہ دے) تو قیامت کے دِن اسکے لیے آگ کی تختیاں بنا کر گرم کر کے اسکے پہلو، پیشانی اور کمر داغے جائیں گے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۶۷۹)

(۲) **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''جسکو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور اس نے اسکی زکوٰۃ اَدا نہ کی تو اسکے لیے یہ مال گنجے سانپ کی شکل میں بنا دیا جائیگا اور قیامت کے دِن وہ سانپ اس شخص کی گردن میں پٹے کی طرح ڈال

دیا جائے گا اور یہ سانپ اس شخص کی دونوں باچھوں کو پکڑ کر کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۶۸۰)

(۳) **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''نہیں شامل ہوتی زکوٰۃ کسی مال میں مگر اسکو ہلاک کر دیتی ہے''۔(یعنی یہ زکوٰۃ حلال مال کو بھی حرام کر دیتی ہے)۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۶۹۹)

مال میں اسراف کرنے کو منع فرمایا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''**كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا**''۔(الاعراف ۸، آیت ۳۱) ترجمہ ''کھاؤ، پیو لیکن اسراف مت کرو''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب بندہ صبح کرتا ہے تو دو (۲) فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! خرچ کرنے والے کو نعم البدل عطا فرما۔ دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! بخیل کے مال کو تلف فرما''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۶۶)

(۴) **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز نہ کرو۔ اگر تم بے حساب خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ بے حساب عطا فرمائیگا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۶۷)

(۵) **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** سے پوچھا گیا کہ ''کون سا صدقہ افضل ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب تم تندرست ہو، زیادتی کی خواہش کرتے ہو، فقر سے خوف رَکھتے ہو، دولت کی اُمید رَکھتے ہو اور اس وقت کا انتظار نہیں کرتے ہو کہ تمہاری جان گلے میں ہو''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۷۳)

(۶) **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''بخیل اور احسان جتانے والے جنت میں داخل نہیں ہونگے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۷۹)

(۷) **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی بندہ حرام مال کمائے پھر اس سے خیرات کرے تو وہ قبول ہو جائے''۔([احمد] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۱)

اولاد سے انسان کا امتحان:

(۱) اولاد کی صحتمند پرورش
(۲) صحتمند تعلیم
(۳) صحتمند تربیت

صحتمند پرورش کا مطلب یہ ہے کہ اسکو حلال کی روزی کھلائی جائے اور اسکی بیماریوں کا بروقت علاج کیا جائے۔

صحتمند تعلیم کا مطلب قرآن حکیم اور احادیث شریف کی تعلیم اور کسی ہنر کی تعلیم جس سے وہ اپنی حلال روزی کما سکے۔

صحتمند تربیت کا مطلب **اخلاقیات** کی تربیت کہ وہ اچھا شہری بن سکے۔ یہ اخلاقیات **قرآن حکیم** اور **احادیثِ رسول** صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے معیار پر ہوں۔

یہ سب کچھ والدین کی ذِمہ داری ہے۔ اگر وہ انکی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتے تو قیامت کے روز وہ جواب دہ ہونگے۔

؎ یارب دِلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے
پھر وادیٔ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے

[اقبال]

۝.....۝.....۝

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۱ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ

ترجمہ◄ (آیات ۴۱ سے ۵۶) خوب جان لیں کہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور اسکے رشتہ داروں کا ہے اور یتیموں کا، مسکینوں کا اور مسافروں کا (یعنی بیت المال)۔ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز (یعنی وحی) پر جو فیصلے کے روز (یعنی جنگِ بدر) یعنی دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے دِن ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی (تو یہ حصہ خوشی سے اَدا کرو) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[۴۱]

(لڑائی کے وقت) تم میدانِ جنگ کے قریب تھے اور وہ دوسری طرف دُور تھے اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا۔ اگر کہیں پہلے سے تمہارے اور انکے درمیان جنگ کا اقرار ہو چکا ہوتا تو تم وقت کے تعین میں اختلاف کرتے (جسکے نتیجے میں جنگ ٹل جاتی) لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ جس بات کا وہ فیصلہ کر چکا ہے، وہ ہو کر رہے تا کہ جس نے ہلاک ہونا ہے (یعنی باطل) وہ واضح دلیل کیساتھ ہلاک ہو اور جس نے زندہ

اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ
وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ
عَلِيْمٌ ۝۴۲ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ
اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴۳
وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ
يُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ

رہنا ہے (یعنی حق) وہ بھی واضح دلیل کیساتھ زندہ رہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کا سننے والا اور جاننے والا ہے۔[۴۲]

(اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فیصلہ کو اس طرح انجام تک پہنچایا کہ) اس نے اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! انکو تمہارے **خواب** میں تھوڑا کر کے دکھایا۔ اگر وہ انکی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو تم لوگ ہمت ہار بیٹھتے اور لڑائی کے معاملہ میں آپس میں جھگڑنے لگتے لیکن اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں اس سے بچایا۔ یقیناً وہ (تمہارے) سینوں کا حال جانتا ہے۔[۴۳]

پھر اس نے یہ بھی کیا کہ مقابلے کے وقت تم لوگوں کی **نگاہوں** میں دُشمن کو تھوڑا کر کے دکھایا اور دُشمن کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے دکھایا تا کہ جو اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا ہے (تقدیر میں لکھ چکا ہے)، وہ ہو کر رہے۔ (یعنی لڑائی ہوگی اور مومنین فتح یاب ہوں گے) یاد رکھو! تمام معاملات کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (یعنی ہر کام کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس کام کو اسی طرف لے جاتا ہے جو اس نے اپنی تقدیر میں فیصلہ کر رکھا ہے)[۴۴]

مَفْعُولًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا
اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ
وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا
كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ
النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

اے ایمان لانے والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہوتو **ثابت قدم** رہو (اور ثابت قدم رہنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو یعنی) **اللہ تعالیٰ کا ذِکر** کرتے رہو۔ اس طرح تم فتح یاب ہوجاؤ گے۔[۴۵]

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی فرمانبرداری کرو۔ **آپس میں جھگڑا مت کیا کرو ورنہ بزدِل ہوجاؤ گے** اور تمہاری **ہوا** اُکھڑ جائے گی (یعنی دُشمنوں پر رُعب جاتا رہے گا) **صبر سے کام لیا کرو** کیونکہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔[۴۶]

ان لوگوں کا سا رویہ مت اختیار کرو جو اپنے گھر سے نکلے اِتراتے ہوئے (**گھمنڈ** اور **تکبر** کیساتھ) اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے (یعنی **رِیا کی خاطر**) (مشرکینِ مکہ) اور عمل ان کا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ (انکے ظلم کی وجہ سے لوگ ایمان لانے سے ڈَرتے ہیں) جو کچھ وہ کر رہے ہیں، اللہ

اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ
وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ج فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ
عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى
مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ط وَاللّٰهُ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ ۝۴۸ ع اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ط وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۹ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ
يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ

تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔[۴۷]

شیطان نے انکے اعمال انکے لیے خوشنما بنا دیئے۔ کہنے لگا کہ آج تم کو کوئی شکست نہیں دے سکتا اور میں تمہارا ساتھی ہوں (یعنی میں تمہارا مددگار رہوں اور تمہیں فتح یاب کر کے رہونگا۔ یہ تھا وسوسہ جو شیطان نے مشرکین کے دِلوں میں ڈال دیا تھا۔ وہ اپنی تعداد اور اپنے سامانِ جنگ کو جب دیکھتے تھے تو شیطان کے اس وسوسہ پر خوش ہوتے تھے کہ آج ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا) لیکن جب دونوں گروہ (مسلمان اور کفارِ مکہ) آمنے سامنے ہوئے تو شیطان اُلٹے پاؤں **بھاگ** گیا اور کہنے لگا کہ میں تو کسی چیز کا ذِمہ نہیں لیتا۔ میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ میں اس وقت اللہ تعالیٰ سے ڈَر رہا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔[۴۸]

(اس لڑائی میں) منافقین اور وہ لوگ جنکا ایمان ابھی کمزور تھا، کہنے لگے کہ ان لوگوں (یعنی مومنین) کو تو انکے دِین نے دھوکے میں ڈال رَکھا ہے (یہ گروہ ظاہری

وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۵۰ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۵۱ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۵۲

حالات دیکھ رہا تھا) اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر **بھروسہ** رکھے تو وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زبردست بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے۔ (یہ لوگ صحیح مومنین صادقین تھے جو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھ رہے تھے اور انکو فتح کا یقین تھا)[۴۹]

کاش! تم خود دیکھتے جب فرشتے کافروں کی جانیں نکال رہے تھے اور انکے **چہروں** اور **کمروں** پر مارتے بھی جاتے تھے اور یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ اب چکھو مزہ نارِ جہنم کا۔[۵۰]

یہ سزا تمہارے لیے (اے مشرکینِ مکہ) اس وجہ سے ہے، جو **اعمال** تمہارے **ہاتھوں** نے آگے بھیجے اور یقین رکھو، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ (بُرے اعمال کا نتیجہ ہر صورت بُرا ہی نکلے گا اور سزا اتنی ہی ہوگی جتنا بُرا عمل کیا گیا۔ ذرا برابر زیادتی نہیں کی جائیگی)[۵۱]

اسی طرح کا انجام قومِ فرعون اور اس سے پہلی قوموں کیساتھ ہو چکا ہے۔ انہوں نے بھی ہماری ہدایات (ارشادات، نصیحتیں اور احکامات) کو جھٹلایا اور ہم نے انکو بھی انکے **گناہوں کی وجہ** سے گرفتار کرلیا۔ (ہر ایک کو یاد رکھنا چاہیے کہ) **اللہ تعالیٰ قوت والا ہے اور سخت عذاب دینے والا ہے۔ (ان لوگوں کو جو اسکے حکموں پر عمل نہیں کرتے)**[۵۲]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى
قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ
عَلِيْمٌ ۝۵۳ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ
بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا
ظٰلِمِيْنَ ۝۵۴ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ ۝۵۵ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ

یہ ایک اللہ تعالیٰ کا **مستقل قانون** ہے کہ وہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو دی ہوئی ہے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے ہاتھوں سے اس نعمت کو نہیں بدل دیتی (یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نافرمانی شروع کر دیتے ہیں، اسلئے اللہ تعالیٰ وہ نعمت ان سے واپس لے لیتا ہے اور یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والا ہے اور ہر بات کا علم رکھنے والا ہے۔[۵۳]

اسی طرح قوم فرعون اور ان سے پہلی قوموں کو انکے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا اور قومِ فرعون کو ہم نے غرق کیا کیونکہ وہ سب ظالم (اللہ تعالیٰ کے نافرمان) تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ (ارشادات، نصیحتیں اور احکامات) کو مانتے نہیں تھے۔(اور ان پر عمل نہیں کرتے تھے)[۵۴]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے **بدتر** زمین پر چلنے والی **مخلوق** میں سے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یکتا نہیں مانتے (یعنی توحید پر یقین نہیں رکھتے بلکہ شرک کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں۔[۵۵]

ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور وہ لوگ (بھی بدترین ہیں) جن کے ساتھ تو نے معاہدہ کیا پھر وہ ہر دفعہ اس کو توڑ دیتے ہیں اور وہ ذرا بھی اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں رکھتے۔ (یعنی بنی اسرائیل کا قبیلہ بنوقریظہ)[۵۶]

تشریح: جنگِ بدر کے حالات جاری ہیں۔

مالِ غنیمت سب ایک جگہ اکٹھا ہو جاتا تھا۔ پہلے اسکا پانچواں حصہ علیحدہ کر کے وہ بیت المال میں جمع کرا دیا جاتا تھا۔ اس میں سے

(۱) حاکمِ وقت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور انکے گھر والوں کا خرچ دیا جاتا

(۲) پھر اسکے بعد ساری رقم قوم کے کمزور ترین لوگوں پر خرچ کی جاتی اور راہ چلتے مسافروں کو مدد دی جاتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تو سارے کا سارا خرچ غریبوں مسکینوں پر فرما دیتے تھے اور اپنے گھر کیلئے بہت ہی معمولی رکھتے تھے، کبھی بالکل ہی نہیں رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے گھر میں کئی کئی دِن فاقہ رہتا تھا۔

یہ ہے اس **حکمران** کا رویہ جس نے چند سالوں میں غریب ترین قوم کو امیر ترین بنا دیا تھا۔ **حضرت ابو ہریرۃ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک وقت تھا کہ میں بھوک سے چل نہیں سکتا تھا تو میں مسجد میں لیٹ گیا کیونکہ چلنے کی سکت نہیں تھی اور میں اتنا بے جان تھا کہ پاس سے گزرنے والے لوگ مجھے ہلا جلا کر دیکھتے تھے کہ آیا یہ زندہ ہے یا نہیں۔ ایک آدمی نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیوں لیٹے ہو تو میں نے اسکو بتایا کہ میں اُٹھنے کی اور چلنے کی طاقت نہیں رکھتا بھوک کی وجہ سے۔ (شمائل ترمذی)

پھر ایک وقت آیا کہ **حضرت ابو ہریرۃ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھوں پر ایک قیمتی ترین چادر ہے جو کہ قُطّن کی بنی ہوئی تھی۔ اس زمانے میں قُطّن ایک ایسا کپڑا تھا جو شاید مصر میں بنتا تھا اور السی کے ریشے سے بنایا جاتا تھا اور کپڑوں میں یہ سب سے زیادہ قیمتی

کپڑا ہوتا تھا تو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس چادر سے اپنا ناک صاف کیا اور ساتھ ہی کہنے لگے کہ کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کی ایک وقت میں (حضرت) ابو ہریرۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دو وقت کا کھانا نہیں ملتا تھا اور اب (حضرت) ابو ہریرۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قُطّن سے اپنا ناک صاف کر رہا ہے۔

۱۹۴۷ء میں ہماری معیشت باوجود بے پناہ مہاجرین کے آنے کے آج سے بہت زیادہ مضبوط تھی۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں ڈالر کی قیمت چھ روپے تھی اور آج ۲۰۱۷ء میں ڈالر کی قیمت ایک سو چھ روپے ہے۔ آج ہم دُنیا کی غریب ترین قوموں میں شمار ہوتے ہیں۔ اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں **سیاسی استحکام** نہیں ہے۔

۱۹۶۹ء کے بعد جب صدر ایوب کا زمانہ ختم ہو گیا تو معیشت تیزی سے تنزل پذیر ہوتی گئی کیونکہ آج تک کوئی بھی حکومت مستحکم حکومت نہیں آئی۔ سیاسی اور عسکری حکومتیں بدلتی رہیں اور کسی کو بھی اس بات کا شعور نہیں تھا کہ **لڑائی جھگڑے** سے ملک ترقی نہیں بلکہ تنزل کی طرف جایا کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جہاں لڑائی جھگڑا ہوگا، وہاں شیطان ہوگا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

اور یہ سیاسی لوگوں کا لڑائی جھگڑا اب ایک **مستقل** رواج بن چکا ہے اور ہمارا تنزل بھی مستقل بنتا جا رہا ہے۔ اسکا حل ایک ہی ہے جو **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے ان احادیث مبارکہ میں فرمایا کہ

۱) **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''جو جھگڑے (بحث و مباحثہ، نازیبا الفاظ، جھوٹ بولنا، بداخلاقی کرنا وغیرہ وغیرہ) سے باز رہا، اللہ تعالیٰ اسکے لیے جنت کے کنارے ایک درخت لگاتا ہے''۔ (ترمذی شریف)

۲) **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''جو شخص باوجود حق پر ہونے کے جھگڑے سے باز رہا، اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کے عین بیچوں بیچ درخت لگاتا ہے''۔ (ترمذی شریف)

۳) **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''ہر انسان چرواہے کی مانند ہے اور ہر شخص اپنی رعیت کا مسئول ہے (قیامت کے روز اس سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائیگا) لوگوں کا امیر اپنی رعایا کا چرواہا ہے، اس سے اسکی رعایا کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ مرد اپنے گھر کا چرواہا ہے۔ وہ اپنے گھر کے متعلق جواب دہ ہوگا''۔ ([اختصار شدہ] ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۵۵۴)

۴) **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''ایک بھیڑیا ایک بکری ریوڑ سے لے کر بھاگا تو چرواہے نے پیچھے بھاگ کر اپنی بکری کو چھڑا لیا۔ بھیڑیا کہنے لگا کہ اب تو تُــــو نے بکری چھڑالی ہے (کیونکہ تمہارا امیر عادل ہے) لیکن اس وقت تم کیا کروگے جب تیری بکریوں کا چرواہا خود بھیڑیا ہوگا'' (یعنی رعایا کا امیر بھیڑیا صفت حکمران ہوگا) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! کیا بھیڑیا باتیں کرتا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں اس پر ایمان لایا اور (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور (حضرت) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی۔ اگر وہ سنیں گے تو اس پر ایمان لائیں گے (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت اس مجمع میں موجود نہیں تھے)''۔ (صحیح بخاری)

۵) **حضرت ابو ہریرۃ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک لمبی حدیث شریف (حدیث جبریل) میں قیامت کی **نشانیوں** میں سے ایک نشانی یہ بتائی کہ ''جب تم دیکھو کہ ننگے بدن، ننگے پا، بہرے، گونگے تمہارے سردار بن جائیں تو قیامت کا انتظار کرو''۔ ([اختصار شدہ] مسلم، کتاب الایمان، جلد اوّل، حدیث ۷)

۶) ایک دِن **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے اپنا خواب بیان فرمایا۔ فرمایا کہ ''میرے سامنے سے کچھ لوگ گزارے گئے۔ کسی کا کرتہ میں نے سینے تک دیکھا، کسی کا نیچے تک پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے سامنے سے گزرے تو میں نے دیکھا کہ انکا کرتہ پیچھے زمین پر گھسٹتا آ رہا ہے''۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ

آلہ وسلم! اسکی تعبیر کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''دِین'' بعض کتابوں میں ہے کہ ''علم''۔ مطلب یہ ہوگا کہ علم دِین۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۷۸۲)

۷) **اللہ تعالیٰ** نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ**'' (البقرۃ ۲، آیت ۱۸) ترجمہ ''وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف کبھی پلٹ کر نہیں آئینگے''۔

ان احادیث شریف پر آپ غور کریں اور قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت مبارکہ پر غور کریں۔ ان سب کا لبِ لباب یہ ہے کہ

۱) ہمارے امیر جھگڑالو ہیں لہٰذا ہر وقت شیطان انکے ساتھ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی برکت کہاں سے آئیگی۔ (بمطابق حدیث نمبر ۱)

۲) ہمارے امیر بھیڑیے کی طرح ظالم ہیں تو بھیڑوں کی رکھوالی کون کریگا۔ (بمطابق حدیث نمبر ۳-۴)

۳) وہ دِین سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ وہ سر سے پاؤں تک ننگے ہیں۔ وہ معاملات کو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق کیسے حل کرینگے۔ (بمطابق حدیث نمبر ۵-۶)

۴) وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں، وہ عدل کا نظام کیسے نافذ کرینگے۔ (بمطابق آیت مبارکہ نمبر ۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک عورت کو ایک بلی کے باندھے رَکھنے کی وجہ سے عذاب دیا گیا کیونکہ وہ بھوک سے مرگئی۔ وہ عورت نہ تو اسکو کھلا چھوڑتی تھی کہ اپنی غذا خود حاصل کرلے اور نہ وہ اسکو غذا دیتی تھی، اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس پر عذاب کیا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۸۰۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور قول ہے کہ ''اگر دریائے نیل کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مرگیا تو (حضرت) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے قیامت کے دِن پوچھا جائے گا''۔ ہمارے حکمرانوں نے یہ مندرجہ بالا دو احادیث شریف کبھی سنی ہیں۔ اگر سنی ہیں تو کبھی ان پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کوشش نہیں کی تو یاد رَکھیں کہ قیامت کے دِن ان سے اپنی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ
لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۵۷ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً
فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
الْخَآئِنِيْنَ ۝۵۸ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ
اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝۵۹ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ
مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ
اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا
تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ

ترجمہ ◄ (آیات ۵۷ سے ۶۹) (اے مومنین!) جب ایسے کفار سے تمہارا لڑائی میں واسطہ پڑے تو انکی ایسی خبر لو کہ انکے بعد آنے والے لوگ نصیحت پکڑیں۔[۵۷]

اگر کبھی تمہیں کسی قوم سے **خیانت** کا ڈر ہو تو اسکے معاہدے کو اعلانیہ اسکے آگے پھینک دو۔ (یعنی معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دو) اللہ تعالیٰ ہرگز خائنوں کو پسند نہیں فرماتا۔[۵۸]

کافر (مشرکینِ مکہ) یہ نہ سمجھیں کہ وہ جیت گئے ہیں۔ وہ ہرگز ہم کو ہرا نہیں سکتے۔[۵۹]

جہاں تک ممکن ہو، زیادہ سے زیادہ **جنگی قوت** تیار رکھو اور ہر وقت تیار کیے ہوئے گھوڑے حاضر رکھو تا کہ اللہ تعالیٰ کے اور تمہارے دُشمنوں پر تمہارا خوف طاری رہے اور ان دُشمنوں پر بھی خوف چھایا رہے جن کو تم نہیں جانتے لیکن ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) جانتے ہیں۔ یقین رکھو کہ جو کچھ بھی تم **اللہ تعالیٰ کے راستے** میں خرچ کرو گے،

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ
۝۶۰ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى
اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۶۱ وَاِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ
یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ
بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ۝۶۲ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ
اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ
قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ
حَكِیْمٌ ۝۶۳ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ

اسکا پورا پورا بدلہ تمہیں دے دیا جائیگا اور تمہارے ساتھ ذرا برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔[۶۰]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اگر دُشمن صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔[۶۱]

اگر وہ تجھ سے **دھوکہ** کرنے کی نیت رکھتے ہیں تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ (یاد رکھو کہ) وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے سے تمہاری مدد کی اور مومنوں کے دِلوں میں ایک دوسرے کیلئے **محبت** پیدا کر دی حالانکہ اگر تم زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر لیتے تو ان لوگوں کے دِلوں میں **محبت** پیدا نہیں کر سکتے تھے لیکن وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان لوگوں کے دِل آپس میں **محبت** سے جوڑ دیئے۔ یقیناً وہ بڑا زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔[۶۲-۶۳]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! تیرے لیے اور مومنین کیلئے اللہ تعالیٰ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۴ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ
عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ
يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا
اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝۶۵
اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ
فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ
وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

ہی کافی کارساز ہے۔ (تمہیں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہونا چاہیے۔ نہ وسائل کی طرف نظر کرو، نہ انسانوں کی طرف نظر کرو)[۶۴]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! مومنوں کو جنگ کی ترغیب دیا کرو۔ اگر تم میں سے بیس (۲۰) آدمی ثابت قدم ہونگے تو وہ دوسو (۲۰۰) پر فتح یاب ہونگے اور اگر سو (۱۰۰) صبر کرنے والے ہونگے تو ہزار (۱۰۰۰) کافروں پر فتح حاصل کرینگے کیونکہ کافر ایسے لوگ ہیں جو سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ ہی انہیں اس بات کا علم ہے کہ فتح اور شکست صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے)[۶۵]

لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ تم میں (ایمان کی) کمزوری ہے۔ اب اگر سو (۱۰۰) مومن صبر کرنے والے ہونگے تو دوسو (۲۰۰) کافرین پر فتح حاصل کر لینگے اور اگر ہزار (۱۰۰۰) ہونگے تو دو ہزار (۲۰۰۰) پر فتح یاب ہو جائینگے۔ یہ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ **صابرین** کا ساتھی ہے۔ (غیر صابرین مثلاً منافقین اور کافرین کا ساتھی نہیں ہے) (مومن صبر کرنے والا ہوتا ہے)[۶۶]

نبی کو یہ نہیں چاہیے تھا کہ جب تک زمین میں اچھی طرح خون نہ بہا دیا

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ
لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ
عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ
لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا
مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾

جاتا، کسی کو قید کرتے۔ تم دُنیا کا فائدہ چاہتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آخرت کا فائدہ چاہتا ہے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔[۶۷]

اگر تقدیر میں پہلے سے لکھا نہ جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لوگوں سے لیا ہے، اسکے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں بڑی سزا دیتا۔[۶۸]

اچھا! اب کھاؤ جو تم نے غنیمت کا مال (فدیہ) حاصل کیا کہ یہ تمہارے لیے حلال ہے اور پاکیزہ ہے۔ (آئندہ یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۶۹]

تشریح : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ **خیانت** کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ خیانت کرنے والا خواہ کافر قوم سے ہو یا مسلمان قوم سے۔

آیت مبارکہ نمبر ۵۷:

''اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے مومنین! جب تم اپنے دُشمن سے لڑو تو ایسی سخت لڑائی کرو اور ایسی سخت سزا انکو دو کہ آئندہ آنے والے لوگ کان پکڑ لیں''۔

اسی نصیحت کو اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ نمبر ۶۷ میں دہرایا ہے۔

آیت مبارکہ نمبر ۵۸:

اللہ تعالیٰ **خیانت** کو پسند نہیں فرماتا اور نہ ہی **وعدہ** توڑنے کو پسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''یقیناً ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی امانتوں اور وعدے کی **حفاظت** کرتے ہیں''۔ (دیکھیں سورۃ المومنون ۲۳، آیت اسے ۱۱ تک)

حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس شخص کا کوئی ایمان نہیں **جو امین نہیں** اور اس شخص کا کوئی **دین نہیں** جو وعدہ پورا نہیں کرتا''۔ (مسند احمد، حدیث ۳/۲۵۱)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے دوسرے سے قرض لیا اور ایک مدت واپس کرنے کی مقرر کر لی پھر وہ باہر چلا گیا اور وہ مدت آ گئی تو اس نے ایک لکڑی میں سوراخ کر کے وہ رقم اور ساتھ ایک رقعہ باندھ کر دریا میں بہا دیا اور دُعا کی کہ یا اللہ تعالیٰ! یہ اس شخص کے پاس پہنچ جائے جس سے میں نے قرض لیا تھا۔ ادھر قرض خواہ بندرگاہ پر آیا اس نیت سے کہ شاید وہ جہاز واپس آیا ہو لیکن وہاں اسے ایک لکڑی ملی۔ اس نے اُٹھا کر دیکھا تو اس میں اسکا قرض تھا اور قرضدار کا خط تھا۔ ([اختصار شدہ] صحیح بخاری) کیسا خوبصورتی سے قرض اَدا کیا۔ اے قرآن کریم کے پڑھنے والے! ذرا اپنے ماحول پر بھی نظر ڈال کہ ہمارا کیا طریقہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاهْدِنَا [آمین]

آیت مبارکہ نمبر ۶۰:

اس میں اللہ تعالیٰ ہمیں ترغیب دے رہا ہے کہ اپنے **دفاع** کیلئے ہر وقت تیار رہو۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۷۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے راستہ (یعنی دفاع) میں ایک صبح یا ایک شام

گزارنا دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے''۔(صحیح بخاری)

حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دِن **سرحد** پر پہرہ دینا دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے اور جنت میں تمہارے کسی ایک کوڑے جتنی جگہ مل جانا دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے (یعنی دفاع) میں ایک شام یا ایک صبح کو چلنا دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے''۔(صحیح بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بہترین جہاد سرحدوں کی حفاظت ہے''۔(شرح مسلم از غلام رسول سعیدی)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مجھے بتائیں کہ ''ایک شخص **ثواب** اور **شہرت** کیلئے جہاد کرتا ہے، اسے کیا ملے گا؟'' **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''اسے کچھ نہیں ملے گا'' اور فرمایا کہ ''بیشک اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اسی کیلئے اور اسی کی رضا کیلئے ہو''۔ (نسائی، کتاب الجہاد)

ایک شخص نے **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** سے پوچھا کہ ''ایک آدمی مالِ غنیمت کیلئے لڑتا ہے، ایک شہرت کیلئے، ایک بہادری دکھانے کیلئے۔ ان میں کون اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص اسلئے لڑتا ہے کہ **اللہ تعالیٰ کا کلمہ** بلند ہو، صرف وہ شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والا ہے''۔(صحیح بخاری)

آیت مبارکہ نمبر ۶۲-۶۳:

دِلوں میں **محبت** اللہ تعالیٰ ہی پیدا فرماتا ہے۔ محبت اتحاد کی جڑ ہے۔ **نفرت** اور **حسد** اتحاد کو ختم کرنے والے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھا تو یقین آ

گیا کہ یہ چہرۂ انور کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم لوگوں کو یہ تعلیم فرما رہے تھے کہ ''اے لوگو! آپس میں **سلام** کرنے کو رواج دو۔ لوگوں کو **کھانا** کھلایا کرو۔ **صلہ رحمی** کیا کرو (رشتہ داروں سے حسن سلوک رَکھنا) جب لوگ رات کو سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھا کرو (یعنی **تہجد**) اور پھر سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۸۱۲)

اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جن باتوں کی وصیت کی ہے، اگر کوئی شخص ان پر تاحیات عمل کرتا رہے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(۱) ہر ایک کو سلام کرے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ خواہ غریب ہو یا امیر۔

(۲) غریبوں کیلئے دِل کھول کر خرچ کرے۔ موجودہ زمانے میں انکی ضروریات کو پورا کرنا گو بہت مشکل ہے لیکن خلوص دِل سے تھوڑی مدد بھی انکو بہت بڑی مدد محسوس ہوگی۔ ایک شخص جہنمی تھا۔ اسکے پاس ایک جنتی شخص گزرا۔ جہنمی شخص نے اسکو بلایا۔ کہنے لگا کہ مجھے پہچانتے ہو۔ جنتی شخص نے کہا کہ ہاں! تو جہنمی شخص نے اسکو کہا کہ آپ کو یاد ہے کہ میں نے تمہیں ایک دفعہ ایک گلاس پانی کا پلایا تھا جب تمہیں پیاس لگی ہوئی تھی تو کیا تم اس حوالے سے اللہ تعالیٰ سے میری رہائی کی سفارش کر سکتے ہو۔ جنتی نے اللہ تعالیٰ سے سفارش کی اور جہنمی کو جنت میں داخل کروادیا۔

(۳) صلہ رحمی: اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک رَکھنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ رحم (Uterus) رحمٰن سے نکلا ہے تو اللہ تعالیٰ نے رحم کو اپنے نام سے منسوب کیا ہے۔ اسکا اپنا نام ''**اَلرَّحْمٰن**'' رحمت ہی رحمت ہے۔ فرمایا کہ ''میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ میری رحمت میرے غصے پر غالب رہے گی۔ (دیکھیں تفہیم البخاری، جلد پنجم، حدیث ۲۹۸۲)

رشتہ داروں سے اچھا سلوک یہ نہیں ہے کہ وہ اگر آپ سے اچھا سلوک رَکھتے ہیں تو آپ بھی ان سے اچھا سلوک رَکھیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اچھا سلوک وہ ہے کہ کوئی رشتہ دار آپ سے بُرا سلوک کرے تو آپ اس سے اچھا سلوک کریں

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷۰ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۷۱ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ

ترجمہ◄ (آیات ۷۰ سے ۷۵) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! جو قیدی تمہارے قبضے میں ہیں، انکو بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ تمہارے دِلوں میں کچھ خیر ہے (یعنی نیکی کی نیت ہے تو مسلمان ہو جاؤ) تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بڑھ چڑھ کر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۷۰]

اور اگر وہ (یعنی مشرکینِ مکہ) تیرے ساتھ **خیانت** کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں (شرک کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت ہے) اسی لئے وہ تمہاری قید میں آ گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اور دانا ہے۔[۷۱]

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا، ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور انکی مدد

اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ
شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي
الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ ۢ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۷۲
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۗ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ
تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝۷۳ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

کی، وہی دَراصل ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جولوگ ایمان تو لائے لیکن **ہجرت نہیں کی**، تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے آ جائیں اور اگر دِین کے معاملہ میں وہ تم سے مدد چاہیں تو انکی مدد کرنا تم پر فرض ہے لیکن کسی ایسی قوم کیخلاف نہیں جس سے تمہارا **معاہدہ** ہو چکا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔[۷۲] (معاہدے کی پاسداری مسلمان کو مدد کرنے پر فضیلت رَکھتی ہے۔)

جو لوگ **کافر** ہیں، وہ ایک دوسرے کے **دوست** ہیں۔ اگر تم (یعنی اے ایمان والو!) یہ (یعنی آپس میں ایک دوسرے سے دوستی) نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔[۷۳] (مسلمانوں کو اتحاد کی ترغیب دی جا رہی ہے جیسے کافر مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں)

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے انکو ٹھکانہ دیا اور انکی مدد کی، یہ سب حقیقت میں مومن

حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ
مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ
فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾

ہیں۔ان کیلئے مغفرت ہے اور بہترین رزق ہے۔(اللہ تعالیٰ کے پاس یعنی جنت)[۷۴]

جن لوگوں نے بعد میں ایمان قبول کیا اور پھر ہجرت کی اور پھر جہاد میں حصہ لیا تمہارے ساتھ تو وہ بھی تم ہی میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کتاب (یعنی قانونِ وراثت) میں خونی رشتہ دار دوستوں پر سبقت رَکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رَکھتا ہے۔[۷۵]

تشریح: آیت نمبر۷۰ کے متعلق:

اللہ تعالیٰ جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم! انکے دِلوں میں ایمان کی چاہت نہیں ہے۔اگر انکی نیت ایمان لانے کی ہو تو ہم انکو ایمان لانے کی توفیق دے دیں۔

آیت نمبر۷۱:

انکی عادت **خیانت** کرنا ہے۔انہوں نے پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی خیانت کی یعنی اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک ہی مانا جائے۔اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ان لوگوں نے بہت سی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا اور اللہ تعالیٰ کا صحیح حق جو تھا توحید کا، وہ انہوں نے قبول نہیں کیا۔انکا قید ہونا انکی خیانت کی سزا ہے۔

آیت نمبر۷۲:

ہجرت کی بہت فضیلت ہے۔**آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی۔ہجرت سے پہلے کے سب گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں''۔(مشکوٰۃ شریف)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اپنا ہاتھ بڑھائیں کہ میں بیعت کروں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے دستِ مبارک بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ''اے (حضرت) عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا بات ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ ''میں اسلام لانے سے قبل ایک شرط لگانا چاہتا ہوں''۔ سرکار صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو چاہو، شرط لگاؤ''۔ میں نے پوچھا کہ ''کیا میرے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے (حضرت) عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تجھے معلوم نہیں کہ **اسلام** ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو پہلے سرزد ہوئے ہیں۔ **ہجرت** بھی سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور اسی طرح **حج** بھی سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۵)

آیت نمبر ۷۳:

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ سب کافر اسلام کے خلاف متحد ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مومنین کو نصیحت کرتا ہے کہ تم بھی آپس میں اتحاد رکھا کرو تا کہ زمین پر فساد یعنی باطل کا غلبہ نہ ہو جائے۔ اگر زمین پر باطل کا غلبہ ہوا تو زمین کا اَمن ختم ہو جائیگا۔

آیت نمبر ۷۵:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف) اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو مسلمان کیساتھ ایسے برتاؤ رکھنا چاہیے جیسے سگے بھائی کیساتھ رکھا جاتا ہے یعنی پیار و محبت اور انصاف کا لیکن اس آیت نے یہ واضح کر دیا ہے کہ مہاجر اور انصار گوان میں ''بھائی چارہ'' کر دیا ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ وراثت میں شامل ہیں۔ وراثت صرف نسبی خاندان میں ہی چلے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلم اُمت ایک دیوار کی مانند ہے کہ ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تقویت دیتی ہے''۔

التوبہ ۹

مدینہ منورہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۲۹ آیات ہیں

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖۤ اِلَى الَّذِيۡنَ عٰهَدۡتُّمۡ مِّنَ
الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝۱ فَسِيۡحُوۡا فِى الۡاَرۡضِ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ
وَّاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ غَيۡرُ مُعۡجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ
مُخۡزِى الۡكٰفِرِيۡنَ ۝۲ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖۤ
اِلَى النَّاسِ يَوۡمَ الۡحَجِّ الۡاَكۡبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىۡٓءٌ
مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ وَرَسُوۡلُهٗ ؕ فَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَهُوَ خَيۡرٌ

ترجمہ ◄ (آیات ۱ سے ۱۵) اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف سے معاہدہ سے دَست برداری کا اعلان ہے جن مشرکین سے تم (یعنی مسلمانوں) نے معاہدے کیے ہوئے ہیں۔[۱]

پس یہ لوگ چار مہینے چل پھر سکتے ہیں اور جان رَکھو (اے مشرکین)! کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رُسوا کرنے والا ہے۔[۲]

اور اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف سے حجِ اکبر کے دِن تمام لوگوں کیلئے کہ اللہ تعالیٰ **مشرکین سے لاتعلق ہے** اور اسکا

لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى
اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳﴾ اِلَّا
الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ
شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ
عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ
﴿۴﴾ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا
الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ
وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ

رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) بھی۔ اے مشرکین! اگر تم لوگ توبہ کرلو تو یہ تمہارے لیے ہی بہتر ہے اور اگر تم توبہ نہیں کرو گے تو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! کافروں کو سخت عذاب کی خبر سنا دو۔[۳]

جن مشرکین نے تم نے معاہدے کیے ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنے معاہدوں کو پورا کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں چھوڑی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ایسے لوگوں کیساتھ مدتِ معاہدہ پورا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ متقیوں (عہد کی پاسداری کرنے والوں) ہی کو پسند فرماتا ہے۔[۴]

جب محترم مہینے گزر جائیں تو مشرکین (مکہ) کو جہاں پاؤ، ان سے جنگ کرو اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں انکی خبر لینے کیلئے بیٹھو۔ اگر وہ توبہ کرلیں (ایمان لے آئیں) اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر انکا پیچھا چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ بڑا درگزر فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۵]

تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا
سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ
الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ
اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا
يَعْلَمُوْنَ ۝۶ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ
اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ
فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷
كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا
وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى

اگر مشرکین (مکہ) میں سے کوئی پناہ مانگ کر تمہارے پاس آ جائے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن لے۔ پھر اسے اسکی اَمن کی جگہ تک پہنچا دو۔ یہ اسلئے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ علم نہیں رَکھتے۔[۶]

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کیساتھ عام مشرکین کا معاہدہ کیسے ہوسکتا ہے؟ (یعنی ہرگز نہیں ہوگا) مگر جو معاہدہ پہلے ہو چکا ہے، مسجدِ حرام کے پاس، اگر وہ مشرکین اس پر قائم رہیں تو تم بھی قائم رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ متقیوں کو پسند فرماتا ہے۔ (یعنی عہد کی پاسداری کرنا تقویٰ کی نشانی ہے)[۷]

ہرگز ان سے نیا معاہدہ نہیں ہوسکتا کیونکہ انکا حال یہ ہے کہ اگر وہ تم پر قابو پا جائیں تو تمہارے معاملہ میں نہ تو کسی قرابت کا پاس کریں، نہ کسی معاہدہ کی پاسداری

قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا
وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝۱۰ فَاِنْ تَابُوْا
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي
الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۱۱ وَاِنْ
نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ
دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ

کا، وہ اپنی زبانوں سے تم کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن انکے دِل انکار کرتے ہیں۔ اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔[۸]

وہ اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچ دیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے راستے میں سدِّ راہ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بہت بُرے عمل ہیں جو یہ لوگ کرتے رہے ہیں۔[۹]

کسی ایمان لانے والے کے معاملہ میں نہ یہ رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کی پاسداری کا۔ یہ ہمیشہ زیادتی کرنے والے لوگ ہیں لیکن اگر یہ توبہ کر لیں (یعنی ایمان لے آئیں) اور نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر یہ تمہارے دِینی بھائی ہیں۔ ہم اپنی آیات مبارکہ (ارشادات، نصیحتیں اور احکامات) تفصیل سے بیان کر رہے ہیں، ان لوگوں کیلئے جو علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔[۱۰-۱۱]

یہ مشرکین حلفیہ عہد کرنے کے بعد اگر پھر توڑ ڈالیں اور تمہارے دِین میں

لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا
اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ
بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ
اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ
يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ
عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ
غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

اعتراضات کرنے شروع کر دیں تو کفر کے ان علمبرداروں (Ring Leaders) سے جنگ کرو کیونکہ ان کے حلفیہ عہدوں کا کوئی اعتبار نہیں تا کہ وہ ان شرارتوں سے باز آ جائیں۔[۱۲]

تم کیوں نہیں جنگ کرو گے ان لوگوں کیساتھ جو اپنے عہد توڑتے رہے ہیں اور جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو ملک سے نکالا اور زیادتی انہوں نے ہی شروع کی تھی۔ کیا تم ان سے ڈَرتے ہو۔ اگر تم واقعتاً مومن ہو تو اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈَرا جائے۔[۱۳]

ان سے جنگ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں انکو سخت عذاب دیگا اور انہیں ذلیل کریگا اور ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کریگا اور بہت سے مومنوں کے دِل ٹھنڈے کریگا۔[۱۴]

اور انکے دِلوں کی جلن ختم کر دیگا اور توبہ کی توفیق جسکو چاہے، دیگا۔ اللہ تعالیٰ

سب کچھ جاننے والا اور دانا ہے۔[۱۵]

تشریح: فتح مکہ مکرمہ کے بعد مشرکین کو چار (۴) ماہ کی مہلت دی گئی جس میں وہ یہ فیصلہ کر لیں کہ آیا! انہوں نے اسلام قبول کرنا ہے یا ملک چھوڑنا ہے یا مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنی ہے۔ اس دوران میں جن مشرکین قبائل کے ساتھ پہلے سے معاہدہ کیا جا چکا تھا، اس معاہدے کی مسلمان پاسداری کریں گے بشرطیکہ مشرکین بھی اس معاہدے کی پاسداری کریں۔

اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو وہ مسلمانوں کے دِینی بھائی بن کر رہیں گے۔ اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو پھر یا تو زمینِ عرب کو چھوڑ جائیں یا مسلمانوں سے جنگ کیلئے تیار ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ کرنے کیلئے کسی سے مت ڈَرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈَرو اگر تم صحیح معنوں میں مومن ہو اور اللہ پر ہی بھروسہ رَکھو۔ اسی کو حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یوں فرمایا

؎ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا سب سے بڑا دُشمن مشرک ہے۔ اگر ہم اس سے غافل رہیں گے یا اس سے ڈَریں گے تو پھر یہ صحیح ایمان کی حالت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو مدد کرتا ہے مومنین کی جیسے فرمایا کہ ''**وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ○**'' (آلِ عمران ۳، آیت ۶۸) ترجمہ ''میں مومنین کا حامی و مددگار ہوں''۔

اگر ہم مومن بن جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شاملِ حال رہے گی اور خواہ مشرک کی تعداد کتنی ہی ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں ہی غالب کرے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا قرآن حکیم میں وعدہ ہے کہ ''**وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ**''۔ (آلِ عمران ۳، آیت ۱۳۹) ترجمہ ''ہمت نہ ہارو اور غم نہ کرو اگر تم صحیح مومن ہو تو بالآخر تم ہی غالب رہو گے''۔

تم اللہ تعالیٰ کیساتھ اپنا وعدہ پورا کرو۔ جب اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لیا کہ ''**اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى**''۔ (الاعراف ۷، آیت ۱۷۲) ترجمہ ''کیا

میں تمہارا رَبِّ کریم نہیں ہوں؟ تو سب نے پکار کر کہا کہ بالکل! آپ ہمارے رَبِّ کریم ہیں''۔ پھر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے تم سے عہد لیا کہ ''**اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ**''جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ یہ عہد باندھا، اسکے لیے لازم ہے کہ ملکی دفاع کو اوّلین ترجیح دے۔ یادرہے کہ مضبوط دفاع کے بغیر ہم اپنا دِین محفوظ نہیں رَکھ سکتے اور نہ ہی اپنے بھائیوں کو آزاد کرا سکتے ہیں۔ ہر بچے کو سپاہی بنانا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائیگا جو اس نے اوپر کی آیت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے۔ اگر تم مشرکین کیخلاف جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ ہمارا مشرک دُشمن صلح کی طرف ہرگز نہیں آ رہا۔

مشرکین ہر زمانے میں ضدی اور ہٹ دھرم رہے ہیں۔ قومِ عام، ثمود، فرعون وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے تو تقریباً ایک ہزار سال (۹۵۰ سال) مشرکین کو سمجھانے میں لگا دیئے لیکن چند نفوس کے علاوہ پوری کی پوری قوم ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ ہمارے قریب کا ہمسایہ بالکل قومِ نوح کی طرح کا ہے۔ ہزاروں سال انکو سمجھانے کے باوجود انہوں نے بت پرستی نہیں چھوڑی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہم پر خاص رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزاد مملکت عطا کی جس میں ہم قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق اپنے قوانین بنائیں تو کوئی قوت ہمیں روک نہیں سکتی لیکن مشرک ملک میں ہم آئے روز سنتے ہیں کہ مسلمانوں پر دائرہ زندگی تنگ کیا جا رہا ہے۔ فرعون نے بھی توحیدی قوم کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اور اسکی فوج اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود ہی ختم ہوگئی۔

ایک زمانہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ کہ ہمارا مشرک دُشمن ایسے حالات میں پھنس جائے گا کہ اسکا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ شرک ظلم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ مظلوم کی بددُعا ایسے سنتا ہے کہ اسکے اور مظلوم کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا۔ مشرک ملک میں جو مسلمان ریاستیں ہیں، ان پر سخت ظلم ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ ظلم دیکھ رہا ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ ظلم مشرک ظالم کو ختم کر دے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

۝.....۝.....۝

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا
رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا
مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ
اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ
خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ
يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۶ سے ۲۴) اے ایمان لانے والو! کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں یونہی چھوڑ دیگا جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو ابھی دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون ہیں جو اسکی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور مومنین کے سوا کسی (کافر) کو جگری دوست نہیں بناتے۔ جو کچھ بھی اعمال تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہوتا ہے۔[۱۶]

یہ مشرکین کا کام نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں۔ وہ تو خود اپنے کفر (یعنی اللہ تعالیٰ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، اسکے کلام پاک کے انکار) کی شہادت دے چکے ہیں۔ ان مشرکین کے وہ اعمال (جو انہوں نے نیکیاں سمجھ کر کیے تھے)، ضائع ہو گئے اور وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔[۱۷]

دَرحقیقت مسجدوں کو آباد کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور

الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ
اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ

روزِ آخرت پر ایمان رَکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ڈَرتے نہیں ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ہدایت حاصل کرینگے۔[۱۸]

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد کا آباد کرنا اس شخص کے کام کے برابر سمجھ لیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رَکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دونوں برابر نہیں ہیں (جہاد کی فضیلت مسجد کو آباد کرنے کی فضیلت سے زیادہ ہے) اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔[۱۹]

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اپنے اموال اور جانوں کیساتھ۔ انکے دَرجے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ بلند ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو حقیقتاً کامیاب ہونے والے ہیں۔[۲۰]

انکا رَبِّ کریم انکو بشارت دیتا ہے اپنی رحمت کی اور اپنی رَضا کی اور جنت کی

مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝۲۱
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ
۝۲۲ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ
وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى
الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۳ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ
وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ
اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ
تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ
فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ

جس میں ان کیلئے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں تیار ہیں۔اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ان کیلئے بہت بڑا اَجر موجود ہے۔[۲۱-۲۲]

اے ایمان لانے والو! اپنے باپ دادوں کو، بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ کفر کو ایمان سے محبوب رَکھتے ہیں اور جو انکو دوست بنائیگا، وہ ظالم ہونگے۔[۲۳]

انکو بتا دو کہ اگر تمہارے آباؤ واجداد، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان اور قبیلہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جسکے ماند پڑ جانے کا ڈَر ہے اور تمہارے وہ گھر جس میں ٹھہرے رہنے کو تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور اسکی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے (یعنی عذاب کا) اور یاد رَکھو کہ اللہ

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[۲۴]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں جہاد پر زور دیا گیا ہے۔ جہاد مومن کی زندگی میں ایک ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاد کے بغیر آپ اپنے ایمان کی حفاظت نہیں کر سکتے اور جہاد کے بغیر آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام دوسرے لوگوں تک نہیں پہنچا سکتے۔

ایک جہاد شیاطین کے خلاف ہے خواہ وہ شیاطین جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے۔

ایک دوسرا جہاد اس سے بھی بڑا ہے۔ وہ ہے اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا۔

ان آیات مبارکہ میں زیادہ اشارہ شیاطین جن وانس کے متعلق ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''جنت کے سو دَرجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے بنائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ہر دو دَرجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کا۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا اعلیٰ دَرجہ ہے اور اسکے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے جس سے جنت کے دریا نکلتے ہیں''۔([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۱۱)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی دِن رات نمازیں پڑھے اور روزے رَکھے''۔([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۱۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلے تو اسکا اللہ تعالیٰ ذِمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذِمہ ہے کہ یا تو اسے ثواب اور مالِ غنیمت دے کر واپس کر دے (یعنی جنگ سے سلامتی سے لوٹ آئے) یا اسے جنت میں داخل کر دے''۔ (یعنی شہید ہو جائے) ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قسم اس ذات کی جسکے قبضے

میں میری جان ہے! میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید ہو جاؤں''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۱۴)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑا تیار کر کے ایک روز (سرحد کی) نگرانی کرنا دُنیا اور جو کچھ دُنیا میں ہے، اس سب سے بہتر ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۱۵)

حضرت ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی بندے کے قدم غبار آلود ہوں اور اسے (جہنم کی) آگ چھو جائے، یہ ناممکن ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۱۸)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا تو اس نے جہاد ہی کیا اور جس نے مجاہد کے گھر والوں کی نگرانی کی تو اس نے بھی جہاد کیا''۔ ([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۲۱)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''ایک آدمی مہار والی اونٹنی لے کر آیا اور عرض کی کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ کیلئے ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تمہیں اسکے بدلے قیامت کے روز سات سو اونٹنیاں ملیں گی''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۲۳)

نوٹ: (دیکھیں سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۲۶۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ دِین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اسکے لیے جہاد کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۲۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کوئی شخص ایسا نہیں کہ جنت میں داخل ہوا اور دُنیا میں واپس جانا چاہے سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کریگا کہ اسے دُنیا میں بھیجا جائے تا کہ وہ دَس دفعہ

شہید ہو کیونکہ اس نے شہید کا احترام دیکھ لیا ہے''۔(تمام لوگوں سے بڑھ کر شہید کا اللہ تعالیٰ احترام فرماتا ہے)([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اطلاع دی کہ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونا ہر گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے سوائے قرض کے''۔([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۳۰)

نوٹ: قرض اَدا کرنا پڑیگا۔

۱) اسکے وارث اسکی جائیداد سے قرض اَدا کریں۔

۲) اگر جائیداد اتنی نہیں ہے تو اسکے وارث اپنی طرف سے قرض اَدا کریں۔

۳) اگر وارث بھی اَدا نہیں کر سکتے تو پھر مسلمان حکومت قرض اَدا کرے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو (مسلمان) فوت ہو گیا اور اس نے نہ تو جہاد کیا اور نہ اسکے دِل میں جہاد کا خیال کبھی آیا تو وہ نفاق کے ایک حصے پر مرا''۔(مشکوٰۃ شریف جلد دوم حدیث ۳۶)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک آدمی غنیمت کیلئے لڑتا ہے۔ دوسرا شہرت کیلئے۔ تیسرا اپنی بہادری دکھانے کیلئے اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والا کون ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ جو صرف اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کیلئے لڑتا ہے، وہ صحیح جہاد ہے''۔(باقیوں کا جہاد صحیح نہیں ہے)([متفق علیہ] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک شخص جو جہاد کی اجازت مانگنے کیلئے آیا تھا، سے فرمایا کہ ''اپنے والدین کی دیکھ بھال کرو۔ یہی تمہارا جہاد ہے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۶۴۰)

نوٹ: اگر والدین کی دیکھ بھال کیلئے گھر میں ایک مرد کے علاوہ کوئی نہیں ہے تو اسکو جہاد پر نہیں جانا چاہیے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

۱) ''سب سے محبوب عمل اللہ تعالیٰ کو نماز کا وقت پر اَدا کرنا ہے۔

۲) پھر فرمایا کہ اسکے بعد اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل اپنے والدین کی خدمت کرنا ہے۔

۳) پھر فرمایا کہ اسکے بعد اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس مسلمان نے اپنی زندگی میں کبھی جہاد کا نہیں سوچا، وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی، اللہ تعالیٰ کو اسکی کوئی پرواہ نہیں''۔ (مشکوٰۃ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ**''۔ (التوبہ ۹، آیت ۷۳) ترجمہ ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور اے اہلِ ایمان!) کفار کیساتھ جہاد کرو اور منافقین کیساتھ بھی''۔

جہاد کا عام طور پر مطلب لیا جاتا ہے جنگ۔ تبلیغ میں جنگ آخری حربہ ہے اور وہ بھی وقت کے تقاضے کے مطابق۔ اصلی جہاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو کمزور ایمان والے مسلمان اور غیر مسلموں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا جائے دانائی سے اور حکمت سے۔ یہ بہترین جہاد ہے جو انسان آج کی دُنیا میں کر سکتا ہے۔

لیکن پہلے انسان کو خود اللہ تعالیٰ کے پیغام کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ جب وہ علم اور عمل میں پختہ ہو جائے تو پھر وہ جہاد کے جذبہ سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دینے کیلئے نکلے کیونکہ جب تک انسان خود صراطِ مستقیم میں نہیں چلے گا، اسکے پیغام کا اَثر بہت کم ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی زندگی سے ظاہر ہے کہ اسکے لیے سخت محنت و مشقت کی ضرورت ہے کہ انسان ایسا سیدھے راستے پر چلے کہ کوئی اسکی طرف انگلی نہ اُٹھا سکے۔

اصحاب صفہ میں سے بہت سی جماعتیں تبلیغ کیلئے نکلتی تھیں۔ وہ جنگ نہیں کرتی تھیں بلکہ ان میں بہت سے لوگ شہید بھی ہو جاتے تھے کیونکہ جس قبیلہ کی طرف وہ گئے، انہوں نے یا تو ان سے دھوکہ کیا اور قتل کر دیا یا انکی دعوت کو بالکل ہی ٹھکرا دیا۔ قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی تعلیم حاصل کرنا ایسا ہی جہاد ہے جیسا کوئی جنگ میں غیر مسلموں کیساتھ لڑ رہا ہے۔ جنگ تبوک کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا کہ تم میں سے ایک جماعت پیچھے ٹھہرتی جو تعلیم حاصل کرتی۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ
حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ
شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ
وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ
تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ
الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى
مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

ترجمہ ◄ (آیات ۲۵ سے ۲۹) اللہ تعالیٰ اس سے پہلے بہت موقعوں پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور **غزوۂ حنین** میں بھی جبکہ تمہاری **کثرتِ تعداد** نے تمہیں **تکبر** میں ڈال دیا مگر وہ (کثرتِ تعداد) تمہارے بالکل کام نہ آئی اور زمین باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر (میدانِ جنگ) سے بھاگ گئے۔ (اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی بجائے تعداد پر بھروسہ کرلیا اور وہ بھی تکبرانہ انداز میں گویا کہ وہ شرک کے مرتکب ہوئے)[۲۵]

پھر **اللہ تعالیٰ** نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے قلبِ اطہر پر اور مومنین کے قلوب پر حالتِ سکون نازل فرمائی (دُشمن کا خوف دِل سے نکال دیا) اور ایسے لشکر (یعنی **فرشتے**) انکی مدد کیلئے بھیجے جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کو سخت عذاب دیا۔ ایسا ہے ہمارا عذاب جو ہم کافروں کو دیتے ہیں۔[۲۶]

پھر اللہ تعالیٰ نے جس پر چاہا، اپنی توجہ فرمائی اور توبہ کی توفیق دی۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۲۷]

اے ایمان لانے والو! **مشرکین ناپاک ہیں**۔ انکو مسجدِ حرام میں اس سال

اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ ع

کے بعد داخل نہیں ہونا چاہیے (یعنی ان کو داخل ہونے سے روکو) اگر تمہیں مالی تنگدستی کا ڈر ہے تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے فضل سے غنی فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ علم والا اور دانا ہے۔[۲۸]

جنگ کرو ان سے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حرام فرمایا ہے، اسکو حرام نہیں مانتے اور انکے خلاف جنہوں نے دِینِ حق کو اپنا دِین نہیں بنایا یعنی اہلِ کتاب (بنی اسرائیل) حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دینے لگیں اور ماتحت بن کر رہیں۔ (یعنی اسلامی حکومت کے ماتحت)[۲۹]

تشریح: اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں بار بار فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھو۔ اپنے وسائل جمع ضرور کرو لیکن وہ وسائل جیتنے کیلئے کافی نہیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آپکے ساتھ نہیں آتی۔

جنگِ حنین سے پہلے مسلم فوج کبھی اتنی بڑی نہیں ہوئی تھی جتنی اَب۔ اس لئے سپاہیوں کے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ آج تو ہم جیتے ہی جیتے اور وقتی طور پر اللہ تعالیٰ پر سے بھروسہ ہٹ گیا اور وسائل پر بھروسہ آ گیا (یہ شرک ہے)۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد نہیں فرمائی اور وہ میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ محاذ پر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور آپکے ساتھ چند حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین رہ گئے تھے جنہوں نے ان بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو آواز دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم یہاں موجود ہیں تو پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف لوٹے اور اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی مدد فرمائی ایسے لشکروں سے (یعنی فرشتوں سے) جو سپاہیوں کو نظر نہیں آتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دِل کا خوف اطمینان سے بدل دیا۔ (اور ان کو معاف فرما دیا)

اس میں ہمارے لیے یہ نصیحت ہے کہ وسائل پر نظر نہیں ہونی چاہیے بلکہ **اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیے** گو حتی الامکان وسائل اکٹھے کرنا تدبیر کا ایک لازمی حصہ ہے

مشرک بنیادی طور پر ناپاک ہے، اسلئے انکو سنہ ۹-ہجری کے بعد حج کرنے سے منع کر دیا گیا۔

انہی آیات مبارکہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اہلِ کتاب سے بھی جنگ کرو۔ اگر وہ دِینِ اسلام قبول کر لیں تو بہتر ہے ورنہ شکست کھا کر **جزیہ** دیں اور اسلامی حکومت کے ماتحت رہیں۔ ان آیات مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حکومت نہ تو مشرک کی ہوگی، نہ اہلِ کتاب کی بلکہ مسلمان کی حکومت ہی بنے گی خواہ وہ تھوڑی تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ میں اُترنے سے پہلے اپنے دُشمن کو تین (۳) شرائط بھیجتے تھے:

(۱) اسلام قبول کرلو، ہمارے تمہارے حقوق برابر ہونگے

(۲) اگر یہ نہیں قبول تو مسلمان حکومت کو جزیہ (ٹیکس) دو اور ہم اسکے بدلے تمہاری جان، مال اور آبرو کی حفاظت کرینگے۔

(۳) اگر یہ بھی قبول نہیں تو پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جس کا میدان، اسی کی حکومت بنے گی۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان جہاں بھی ہوگا، وہ نہ تو مشرک کے

تابع ہو کر رہے گا، نہ اہلِ کتاب کے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ اسکے ایمان کی کمزوری ہے۔

اگر مسلمان آبادی یہ نہیں کر سکتی تو پھر بہتر ہے کہ اس ملک سے ہجرت کر لی جائے۔ **اللہ تعالیٰ** کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کیساتھ مت رہو۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے قبیلہ بنوخثعم کی طرف ایک لشکر روانہ کیا (جو مشرک تھے)۔ قبیلہ کے چند لوگوں نے سجدہ کر کے پناہ مانگی تو مسلمانوں نے انہیں جلدی میں قتل کر دیا۔ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو پہنچی تو ان کیلئے نصف دیت اَدا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ''میں ایسے ہر مسلمان سے لاتعلق ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے''۔ عرض کیا گیا کہ ''کیوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ مشرک سے اتنی دُور رہے کہ دونوں کو ایک دوسرے کی آگ دکھائی نہ دے''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۴۶۳)

تحریکِ آزادی ہند میں مسلم لیگ کا مطالبہ آزادی اسی نقطہ پر تھا کہ قائد اعظم بار بار فرماتے تھے کہ ہندو اور مسلم دو (۲) مختلف قومیں ہیں۔ ایک مشرک قوم ہے جبکہ دوسری توحید پرست قوم ہے تو آزادی کے بعد براعظم ہند میں بننے والی حکومت جمہوری ہوگی اور وہ مشرک کی حکومت ہوگی کیونکہ مشرک تعداد میں مسلمانوں سے زیادہ تھے۔ اسلئے مشرک کے غلبے میں توحید پرست نہیں رہ سکتے اور یہی جدوجہد کشمیریوں کی ہے کہ مشرک وفاقی حکومت کے ماتحت کشمیریوں کی زندگی توحید پر قائم نہیں رہ سکتی۔

قائداعظم نے ایک تقریر کے دوران فرمایا کہ ''جہاں تک میں اسلام کو سمجھا ہوں مسلمانوں کے معاملات کا فیصلہ غیر مسلم حکومت (غیر مسلم عدالت) نہیں کر سکتی''۔ (روزنامہ نوائے وقت)

اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ ایک دِن کشمیری بھی مشرکین کے غلبہ سے آزادی حاصل کر کے رہیں گے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ

قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّاوقفه وَاغْفِرْلَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○''۔(البقرۃ۲،آیت۲۸۶)

ترجمہ''اے اللہ تعالیٰ! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر جائیں تو ہمیں نہ پکڑنا۔اے ہمارے رَبِّ کریم! جو بوجھ تو نے پہلوں پر ڈالا ہے، وہ ہم پر نہ ڈالنا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈالنا، جسکی ہم طاقت نہیں رَکھتے۔ ہم سے دَرگزر فرمانا، ہمیں معاف فرما دینا اور ہم پر رحم فرمانا۔ تو ہی ہمارا مولیٰ ہے۔ پس تو ہی ہمیں کافروں کے مقابلے مدد کرنے والا ہے''۔

ہم نے مومن بننے کی وہ کوشش نہیں کی جو ایمان کا تقاضا ہے بلکہ آزادی ملنے کے بعد ہم نے یوں سمجھ لیا کہ گویا ہم اپنی مرضی سے جو کریں، وہی ٹھیک ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ'' کامیاب وہی ہونگے جو تقویٰ اختیار کریں گے۔تقوے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حکم پر مکمل طور پر عمل کرے۔ جس کام کے کرنے کو کہا جائے، اسکو فوری طور پر اور خلوص کیساتھ کریں۔ جس کام سے روک دیا گیا ہے، اس سے فوری طور پر رُک جائیں۔

آزادی کے بعد ہوا یہ کہ پہلے رشوت تھوڑی تھی پھر ہم رشوت لینے میں بھی اللہ تعالیٰ کی حدود سے آزاد ہو گئے حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں''۔(مشکوٰۃ شریف) سود کا کاروبار جو پہلے سے بنکوں میں چلا آ رہا تھا، وہ ویسے کا ویسا ہی رہا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ''سود کا کاروبار کرنے پر دَس (۱۰) آدمیوں پر لعنت ہوتی ہے''۔(مشکوٰۃ شریف) شراب بھی ویسے ہی چلتی رہی۔ غیر مسلموں کو لائسنس دینے کے بہانے مسلم حکمران پیالے بھر بھر کے پیتے رہے حالانکہ ایک مسلم حکومت میں اگر کوئی غیر مسلم بھی شراب پیتا ہے تو اس پر بھی سزا واجب ہے۔

مسلمان کی عدالت جب بھی فیصلہ کرے گی، قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق ہی فیصلہ کرے گی خواہ دونوں فریق مسلمان ہوں یا دونوں غیر مسلم ہوں یا ایک فریق مسلمان ہو اور دوسرا غیر مسلم۔ اسکی کئی مثالیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی زندگی میں ملتی ہیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنِ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى
الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ
يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ
قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوْٓا
اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا
اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ

ترجمہ ◄ (آیات ۳۰ سے ۳۵) یہودی کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ یہ تو انکی اپنی زبان کی باتیں ہیں (انکے پاس کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے) یہ ویسے ہی باتیں کرتے ہیں جیسے پہلی قومیں شرک کی باتیں کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ انکو ہلاک کرے۔ وہ کیوں دھوکا کھائے جا رہے ہیں؟ (جبکہ انکے پاس اللہ تعالیٰ کی کتابیں تورات اور انجیل موجود ہیں)[۳۰]

ان لوگوں (یعنی یہود و نصاریٰ) نے اپنے علماء اور درویشوں کو بھی اپنا رَبّ بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے اور اسی طرح (نصاریٰ نے) حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی رَبّ بنا لیا ہے حالانکہ انکو حکم دیا گیا تھا کہ رَبِّ واحد کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں (کیونکہ) اسکے سوا کوئی دوسرا رَبّ کائنات میں ہے ہی نہیں۔ وہ بہت پاک ہے (وہ بے نیاز ہے۔ کسی مخلوق کا کسی طریقے سے محتاج نہیں ہے) ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔[۳۱]

بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ
كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا
مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ
بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ
يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَوْمَ

یہ لوگ (مشرکین اور یہود ونصاریٰ) چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس نور (یعنی اسلام) کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی روشنی (یعنی نظامِ اسلام) کو مکمل کیے بغیر نہیں رہیگا گو یہ سب کافروں کو ناپسند ہو۔[۳۲]

اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کو ہدایت (ارشادات، نصیحتیں، احکامات) اور سچا دِین دے کر بھیجا تا کہ باقی دِینوں پر غالب رہے خواہ مشرکین (اور یہود ونصاریٰ) کو یہ ناگوار ہی گزرے۔[۳۳]

اے ایمان لانے والو! (یہود ونصاریٰ کے) عالم اور درویش، لوگوں کے مال باطل طریقہ سے (یعنی کرپشن سے) کھا جاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں (کیونکہ غلط فتوے دیتے ہیں اور بھاری قیمت وصول کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ) جو سونے چاندی کے خزانے جمع کرینگے اور اس میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ نہیں کرینگے تو انہیں دَردناک عذاب کی خبر سنا دو۔[۳۴]

يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

جس دِن اسی سونے چاندی کو جہنم میں تپایا جائیگا پھر ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور کمروں کو اس سے داغا جائیگا (اور ہم کہیں گے کہ) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا تو لو! اب اس جمع کیے ہوئے خزانے کا مزہ چکھو۔[۳۵]

تشریح : **حضرت عدی بن حاتم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے عیسائی تھے، جب اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں پوچھا کہ ''ہم نے اپنے علماء اور درویشوں کو خدا کیسے بنایا؟'' حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جو کچھ یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں، اسے تم حرام مان لیتے ہو اور جو کچھ یہ حلال قرار دیتے ہیں، اسے تم حلال مان لیتے ہو؟'' (اور یہ اللہ تعالیٰ کے حلال وحرام کی ذرا پرواہ نہیں کرتے) تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! یہ تو ہم ضرور کرتے ہیں''۔ فرمایا کہ ''یہی انکو خدا بنا لینا ہے''۔ (تفہیم القرآن، سورۃ توبہ، نوٹ ۳۱) یعنی خدا کا صحیح حکم فتویٰ میں بتانے کی بجائے انکے علماء اور درویش اپنے دُنیا کے لالچ کی وجہ سے غلط فتویٰ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تورات اور انجیل کا فتویٰ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام بھی واضح فرما دیا ہے اور حلال بھی واضح فرما دیا ہے اور کچھ چیزیں مشتبہ ہیں۔ جو مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے، وہ اپنے دِین کی حفاظت کر لیتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہمارے بعض علماء بھی فتوے کی قیمت لے کر فتویٰ دیتے ہیں جو کہ غلط ہے اور ہمارے لوگوں کا قرآن کریم اور احادیث شریف کے متعلق علم نہ ہونے کی وجہ سے اسی فتوے کو صحیح سمجھ لیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر میرے پاس اُحُد کے برابر سونا ہوتو میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اسکو تین (۳) دِن کے اندر اندر ختم کردوں اور صرف اتنا رَکھوں جتنا کہ مجھے قرض اَدا کرنے کیلئے کافی ہو''۔ ([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۶۵) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ مال کو جمع نہ کرو، اسکی زکوٰۃ دو اور اسکے علاوہ اپنی ہمت کے مطابق ۱/۳ تک مال کا صدقہ کرسکتے ہو۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب بندہ صبح کرتا ہے تو دو (۲) فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! اپنی راہ میں خرچ کرنے والے کو اچھا بدلہ عطا فرما۔ دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! کنجوسی کرنے والے کے مال کو کم کردے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۶۶)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''جاہل سخی اللہ تعالیٰ کو بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۷۵)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آتش پرست کے بیٹے تھے۔ وہ گھر سے بھاگ کر شام چلے گئے اور اسلام لانے سے پہلے وہاں ایک یہودی راہب کے پاس یہودیت اختیار کی۔ کچھ سالوں کے بعد جب یہودی راہب قریب المرگ ہو گئے تو اس نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ اب میرا وقت قریب ہے، تم ایک دوسرے راہب کے پاس چلے جاؤ۔ جب یہ راہب مرنے لگا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی تک اسی کے پاس تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ جو بھی اللہ کے راستے میں اس راہب کو نذرانہ دیتا ہے، وہ کسی کام میں نہیں لاتے سوائے اسکو جمع کرنے کے اور جب وہ فوت ہو گیا تو یہ بات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس علاقے کے لوگوں کو بتادی۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۳۳:

اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ دِین اسلام جو سچا دِین ہے اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین اسکے سخت مخالفین میں سے ہیں، ایسی طاقتور پوزیشن میں رہے کہ وہ اپنے دُشمنوں پر ہمیشہ غالب رہے۔ یہ مقصد ان ذرائع کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

۱) اسلامی ممالک میں عدل قائم کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وقت اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے وقت تھا۔
۲) اپنی دفاعی قوت کو اس دَرجہ بڑھایا جائے کہ گھوڑے ہر وقت تیار رَکھے جائیں۔
۳) معیشت اس دَرجہ مضبوط ہو کہ ہم کسی کے محتاج نہ رہیں۔
۴) دِین کی اشاعت کی جائے تا کہ دُنیا کے غیر مسلم نارِ جہنم سے بچ جائیں۔

سب سے بڑی قوت اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر ہے۔ (القرآن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم صراطِ مستقیم پر تھے۔ (القرآن) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی صراطِ مستقیم پر تھے۔ (القرآن) اللہ تعالیٰ کو اپنا ساتھی بنانے کیلئے ضروری ہے کہ ہم صراطِ مستقیم پر چلیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہماری تعلیم کا معیار اتنا پست ہے کہ کوئی لاکھوں میں ایک آدمی ملتا ہے جو سچ بولتا ہو اور سچ پر قائم رہتا ہو۔

قوم کی اکثریت قوم کا آئینہ ہوتی ہے۔ اگر اکثریت جھوٹ پر چل رہی ہے تو وہ صراطِ مستقیم پر ہرگز نہیں چل سکتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن بدکاری بھی کر سکتا ہے، رشوت بھی لے سکتا ہے لیکن جھوٹ نہیں بول سکتا''۔ (جنت کی کنجی)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان ہو، جھوٹ نہیں بولتا تو وہ نہ بدکاری کبھی کرے گا اور نہ کبھی رشوت لے گا گویا کہ سچائی جو ہے، وہ اسکو ان چیزوں سے روک دیتی ہے۔ اسلئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ**'' (العنکبوت ۲۹، آیت ۴۵) ترجمہ ''یقیناً نماز بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے''۔ ذرا غور کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ''حیا ایمان سے ہے۔ جس میں حیا نہیں، اس میں ایمان نہیں''۔ (مشکوٰۃ) تو مطلب یہ ہوا کہ جس میں حیا ہے، وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا ورنہ نہ وہ مسلمان ہے، نہ وہ مومن ہے۔ ذرا اپنے معاشرے پر غور کیجیے۔ خاص طور پر اوپر کے طبقہ میں۔ یہاں کا اصول یہ ہے کہ جتنا بڑا ہوگا، اتنا ہی بڑا جھوٹ ہوگا۔ جتنا چھوٹا ہوگا، اتنا ہی چھوٹا جھوٹ ہوگا۔

اگر سچائی (حق) ہر نیکی کی بنیاد ہے تو لازمی بات ہے کہ جھوٹ (باطل) ہر بُرائی کی بنیاد ہے۔ ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کیونکہ حضرت علامہ اقبال نے فرمایا کہ ایک ایک فرد سے قوم بنتی ہے۔ ؎ ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ [اقبال]

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۶ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ

ترجمہ ◄ (آیات ۳۶ سے ۴۱) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین پیدا فرمائے، بارہ (۱۲) ہی ہے۔ ان میں سے چار (۴) مہینے خاص محترم ہیں۔ یہی ٹھیک دِین ہے لہٰذا ان چار (۴) مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو (یعنی انکا احترام تم پر لازم ہے مگر) ضرورت پڑنے پر ان میں بھی مشرکوں سے سب مل کر (یعنی متحد ہو کر) لڑ سکتے ہو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں۔ **جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں ہی کیساتھ ہوتا ہے۔** (یعنی ان لوگوں کیساتھ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں) [۳۶]

''**نَسِیْءُ**'' (محترم مہینوں کو حلال کر لینا) تو کفر میں ایک مزید کافرانہ حرکت ہے جسکی وجہ سے انکے کفر میں اَور زیادہ گمراہی ہو جاتی ہے کیونکہ کسی سال (مشرکین) ایک مہینے کو حلال کر دیتے ہیں اور کسی سال اسکو حرام کر دیتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے حرام (محترم) مہینوں کی تعداد پوری بھی کر دیں اور اللہ تعالیٰ کا حرام کیا ہوا

اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ
اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ
اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ
الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ
اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ
وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ

حلال بھی کرلیں۔ انکے بُرے اعمال ان کیلئے پسندیدہ بنادیئے گئے ہیں۔ (اسی لئے) اللہ تعالیٰ منکرینِ حق کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتا۔ (کیونکہ وہ خود ہدایت کی طرف پہلا قدم نہیں اُٹھاتے) (یہی رویہ یہود و نصاریٰ کے راہبوں کا تھا اور ہے۔ جہاں چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے دِین میں اپنی مرضی کرلیتے ہیں)[۳۷]

اے ایمان لانے والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ جب تم سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے کیلئے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چمٹ جاتے ہو۔ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دُنیا کی زندگی کو پسند کرلیا ہے؟ یاد رکھو کہ دُنیاوی زندگی کا مال و متاع (خواہ کتنا ہی زیادہ ہو) آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑا ہے۔[۳۸]

اگر تم نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دَردناک سزا دیگا اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئیگا اور تم اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکو گے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قدرت رَکھتا ہے۔[۳۹]

اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

اگر تم نے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی مدد نہ کی (تو یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اسکی **مدد** اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسکو وطن سے نکال دیا تھا جبکہ وہ صرف دو (۲) تھے۔ جب وہ دونوں غار میں تھے اور جب ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی طرف سے **سکونِ قلب** عطا فرمایا اور اسکی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم نہیں دیکھ سکتے اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کا منصوبہ قتل ناکام کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا منصوبہ ہی کامیاب (بلند) رہا۔ (مت بھولو کہ) اللہ تعالیٰ **زبردست** ہے اور **حکیم** بھی ہے[۴۰]

نکلو باہر خواہ تم ہلکے ہو (یعنی وسائل کم ہیں) **یا بھاری ہو** (یعنی وسائلِ جنگ تمہارے پاس کافی ہیں) **اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی دولت اور اپنی جانوں کیساتھ۔ یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے اگر تم جانو تو۔**[۴۱]

تشریح : حضرت **عبداللہ بن عباس** رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تمہارا سب سے افضل جہاد سرحدوں کی نگرانی ہے''۔
(شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی، کتاب الامارۃ)

ہم جس خطے میں بس رہے ہیں، وقت کا تقاضا ہے کہ ہماری فوج سب اداروں سے زیادہ مضبوط ہو کیونکہ مشرک ہمارے دروازے پر بیٹھا ہے اور مشرک کیخلاف تیار رہنا، اپنی حفاظت کرنا ہر شہری کا اوّلین فرائض میں سے ایک فرض ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد دفاع پر اتنی توجہ نہیں دی گئی، جتنی وقت کی ضرورت ہے۔ ہم کافی عرصہ مکمل دوسرے ملکوں پر فوجی وسائل کیلئے بھروسہ کرتے رہے ہیں پھر خود ہم نے خود کفیل ہونے کی کوشش کی ہے لیکن ابھی تک مکمل خود کفیل نہیں ہوئے۔

ایک سوئی سے لے کر ایٹم بم تک ہمیں خود کفیل ہونا چاہیے اور کسی دوسرے ملک پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے، اس سے آگے ترقی کریں اور اپنے آپکو خود کفیل بنائیں اور **صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھیں**۔

ہمارا دُشمن مکہ کے مشرکین کی طرز کا دُشمن ہے۔ وہ ایسا ہی ضدی ہے اور شرارتی ہے، جیسا مشرکین مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں تھے۔ وہ ہمارا ازلی دُشمن ہے لیکن افسوس ہے کہ ہمارے اربابِ اقتدار اس پہلو کو معمولی لے رہے ہیں اور اسکے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھانے کیلئے بھی تیار ہیں جبکہ قرآن حکیم کی رُو سے مشرک آپکا دوست کبھی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ہمیں چاہیے کہ مشرک سے کسی خیر کی اُمید رکھیں۔ مشرک کیساتھ کھانا پینا اور شادی کرنا سب حرام ہے تو وہ ہمارا دوست کیسے بن سکتا ہے۔ وہ ایسا **دُشمن** ہے کہ جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ وہ ایسی **چالیں** چلتے ہیں کہ جس سے پہاڑ ہل جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک کہ لوگ ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار نہ کرلیں اور جب وہ اقرار کرلیں گے اور نماز اَدا کرنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو میں انکا پیچھا چھوڑ دوں۔ زمین اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی ہے''۔ (مشکوٰۃ)
(جب زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو نظام بھی اسی کا چلنا چاہیے۔ یہ عام فہم بات ہے جو

ہمارے سیاسی لوگوں کو سمجھ نہیں آتی)

ان حالات میں حکومت کا فرض ہے کہ ملک میں ہر شہری کو دفاع کی تربیت دی جائے اور اس پر سنجیدگی سے کام کیا جائے۔

پھر قرآن حکیم کی ایک بات کو یاد رکھیں۔ طالوت کی فوج کے مومنین نے کہا کہ

''كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً م بِاِذْنِ اللّٰه''۔

(البقرۃ ۲، آیت ۲۴۹) ترجمہ ''بارہا چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب آ گئی ہیں''

پھر ہم عرض کرتے ہیں کہ ہم اپنے گھوڑے اس طرح تیار رکھیں جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''تمہارا رُعب دُشمن پر چھایا رہے''۔ (دیکھیں سورۃ الانفال ۸، آیت ۶۰)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ایمان تو اس دَرجے کا تھا کہ وسائل کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا حکم ہوا، اسکو دِل و جان سے قبول کیا اور اپنے سے کئی گنا بڑی فوجوں کو شکست دی، اسی لیے حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

؎ مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

؎ دو نیم انکی ٹھوکر سے صحرا و دریا سمٹ کر پہاڑ انکی ہیبت سے رائی

آج کا مسلمان ایمان کے لحاظ سے بہت کمزور ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے نصیحت فرمائی تھی کہ دُنیا کو اپنا مقصود مت بنالو کیونکہ یہ چند روزہ زندگی ہے اور آخرت تمہارے لیے بہتر ہے۔ وہ سبق ہم بھول چکے ہیں۔ ہم نے دُنیا کو مقصد بنالیا ہے اور آخرت کو بھلا دیا ہے۔ آخرت کو ہم نے ثانوی حیثیت بھی نہیں دی۔ ہم نئے نئے طریقے کرپشن کے نکالتے ہیں کہ ہمیں دُنیا میں جو کچھ ہے، ہمارے ہاتھ میں آ جائے۔ ایک سویپر سے لے کر اقتدار کے اعلیٰ ایوانوں تک یہی ایک مقصد رہ گیا ہے کہ دُنیا کو سمیٹ لیں جتنا سمیٹ سکتے ہیں۔ حلال اور حرام کی تمیز ختم ہو چکی ہے۔ عدل کا شعور کسی کے دماغ میں نہیں ہے۔ حقوق کی ادائیگی کا کوئی علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذِکر کیلئے کوئی وقت نہیں ہے۔ بس دُنیا ہی دُنیا ہے جسکے پیچھے ہم لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّا تَّبَعُوْكَ
وَلٰكِنْ ۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ
اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ
تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا

ترجمہ◄ (آیات ۴۲ سے ۷۰) اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اگر (منافقین کو) فائدہ جلدی حاصل ہوتا نظر آتا اور سفر بھی آسان نظر آتا تو وہ تمہارے ساتھ چلنے پر تیار ہو جاتے لیکن ان کیلئے سفر پُر مشقت تھا۔ اب وہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم چل سکتے تو ضرور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ نکلتے۔ وہ اپنے آپکو ہلاک کر رہے ہیں۔ (یعنی جہنم میں جانے کا سامان پیدا کر رہے ہیں) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ **جھوٹ** بول رہے ہیں۔[۴۲]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔ تم نے انکو رُخصت کیوں دے دی؟ چاہیے تھا کہ تم رُخصت نہ دیتے تا کہ بات واضح ہو جاتی کہ کون سچے ہیں اور کون جھوٹے۔[۴۳]

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رَکھتے ہیں، وہ تم سے یہ اجازت نہیں مانگیں گے کہ انہیں اپنی جان و مال سے جہاد کرنے سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ **متقیوں** کو جانتا ہے۔ (اور فاسقوں کو بھی جانتا ہے)[۴۴]

يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ
يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ
عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ
اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا
زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاْ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ
يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ

جو تم سے ایسی اجازت مانگتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ انکے دِلوں میں (کفر اور ایمان کے درمیان) شک ہے اور وہ اپنے شک میں ہی مذبذب رہتے ہیں۔ (یہ منافقین ہیں)[۴۵]

اگر انکا پکا ارادہ ہوتا نکلنے کا تو وہ اس کیلئے کوئی تیاری کرتے (لیکن انہوں نے تیاری نہیں کی) اللہ تعالیٰ کو انکا اُٹھنا پسند ہی نہیں تھا، اسلئے اللہ تعالیٰ نے انکو اُٹھنے سے روک دیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ بیٹھے رہو بیٹھنے والوں کیساتھ۔ (یعنی عورتوں کیساتھ گھروں میں بیٹھے رہو کیونکہ انکی نیت ہی اُٹھنے کی نہیں تھی)[۴۶]

اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو **خرابی کا باعث** بنتے اور تمہارے درمیان فتنہ برپا کرنے کی کوشش کرتے اور تمہارے درمیان (کافروں کیلئے) **مخبری** کی خاطر تمہاری باتیں سنتے۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔[۴۷]

اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے فتنہ برپا کرنے کی کوششیں کی ہیں اور تمہیں

وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ
اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ
لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ
جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ
تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ
اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ
يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى
اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ

ناکام کرنے کیلئے ہر اُلٹی تدبیر اختیار کر چکے ہیں حتیٰ کہ حق (سچ) آ گیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہو کر رہا اور یہ بات انکو اچھی نہ لگی۔ (یہاں اشارہ جنگ اُحُد کی طرف ہے جبکہ منافقین کا ایک گروہ میدانِ جنگ سے پلٹ آیا تھا)[۴۸]

ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے رُخصت دے دیجئے اور مجھ کو فتنے میں نہ ڈالیے حالانکہ فتنے ہی میں تو وہ پڑے ہوئے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں) اور جہنم ان کافروں (یعنی منافقین) کو گھیرے ہوئے ہے۔[۴۹]

جب تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو انکو بُری لگتی ہے اور جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اچھا ہوا! ہم نے اپنا کام پہلے سے ہی ٹھیک کر رکھا تھا (یعنی ہم ان کیساتھ شامل نہیں ہوئے) اور یہ خوشی خوشی واپس (اپنے گھروں کو) لوٹ جاتے ہیں۔[۵۰]

انکو بتا دو، جو کچھ بھی ہمیں پہنچتا ہے (بُرائی یا بھلائی) وہ وہی پہنچتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہمارے لیے تقدیر میں لکھ رکھا ہے۔ وہی ہمارا مولیٰ ہے اور مومنین اسی

بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا

پر ہمیشہ بھروسہ کرتے ہیں۔[۵۱]

انکو بتاؤ تم ہمارے لیے جس چیز کا انتظار کر رہے ہو، وہ اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور ہے (یعنی شہید ہوئے تو جنت میں جائینگے۔ واپس ہوئے تو مالِ غنیمت لے کر لوٹیں گے) اور ہم تمہارے معاملے میں اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو سزا دیگا۔ یا تو وہ خود سزا دے یا ہمارے ہاتھوں سے دلوائے۔ اب تم بھی انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔ (کہ تمہیں کس کے ہاتھوں سزا ملتی ہے)[۵۲]

انکو بتاؤ کہ تم مال خرچ کرو خوشی سے یا مجبوری سے، ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا کیونکہ **تم نافرمان قوم ہو**۔ (تم دَراصل منافق ہو اور منافق کی کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی)[۵۳]

ان کے خرچ کیے ہوئے مال قبول نہ کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کیساتھ **کفر** کیا (یعنی بے وفائی اور خیانت کی) اور یہ کہ جب یہ نماز پڑھتے ہیں تو انتہائی کاہلی سے اور جب یہ خرچ کرتے ہیں تو مجبوری سے۔ (یعنی منافق کی نہ نماز قبول، نہ زکوٰۃ وصدقہ)[۵۴]

وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ
اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾
وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ
وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ
مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا
مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ

(اے قوم مومنین!) ان (یعنی منافقین) کے مال و دولت اور اولاد کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا۔ اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ انہی چیزوں کے ذریعے انکو دُنیا کی زندگی میں عذاب دے اور جب وہ مریں تو وہ کفر (یعنی منافقت) کی حالت میں ہی مریں۔[۵۵]

یہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کہ ہم تم ہی میں سے ہیں (لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے) یہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جو تم سے خوف کھاتے ہیں۔ (یعنی یہود و نصاریٰ)[۵۶]

اگر انہیں کوئی پناہ لینے کی جگہ مل جائے (کوئی شخص یا قبیلہ یا کوئی قوم انہیں اپنی پناہ میں لے لے) یا کوئی غار وغیرہ یا کوئی چھپنے کی جگہ تو بھاگ کر وہاں جا چھپیں۔[۵۷]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! ان میں سے بعض لوگ (یعنی منافقین میں سے) صدقات کی تقسیم میں تم پر **اعتراض** کرتے ہیں۔ اگر انہیں کچھ دے دیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور جب انہیں نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ اس بات پر راضی ہوتے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ

يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ
فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّمَا
الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا
وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ

وعلیٰ آلہ وسلم نے انہیں دیا ہے تو ان کیلئے بہتر تھا اور انکے لیے یہ اچھا تھا کہ وہ کہتے کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے (یعنی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے، ہم اس پر راضی ہیں)۔ وہ اپنے فضل سے ہمیں مزید عطا فرمائیگا اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بھی۔ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے طالب ہیں۔ (منافقین عام طور پر مالدار تھے، اسلئے انکو صدقہ دینا جائز نہیں تھا)[۵۸-۵۹]

دَراصل صدقات تو ہوتے ہیں غرباء کیلئے، مسکینوں کیلئے اور ان لوگوں کیلئے جو صدقات کے کام پر مقرر کیے ہوتے ہیں (حکومت کی طرف سے) اور ان کیلئے جنکے دِل جیتنا مطلوب ہوں (یعنی نومسلم) اور ان کیلئے جن کو غلامی سے آزاد کروانا ہو اور قرضداروں کی مدد کیلئے اور اللہ تعالیٰ کے راستے (یعنی جہاد) میں خرچ کرنے کیلئے اور مسافروں کی امداد کیلئے۔ یہ مقرر کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور دانا ہے۔[۶۰]

يُـؤۡمِـنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَرَحۡمَةٌ لِّلَّذِيۡنَ
اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ؕ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ
عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۶۱﴾ يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَكُمۡ لِيُرۡضُوۡكُمۡ ۚ
وَاللّٰـهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَحَـقُّ اَنۡ يُّـرۡضُـوۡهُ اِنۡ كَـانُوۡا
مُـؤۡمِنِيۡنَ ﴿۶۲﴾ اَلَـمۡ يَعۡـلَـمُـوۡۤا اَنَّـهٗ مَنۡ يُّحَادِدِ اللّٰهَ
وَرَسُـوۡلَـهٗ فَـاَنَّ لَـهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيۡهَا ؕ ذٰلِكَ
الۡـخِزۡىُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۶۳﴾ يَـحۡـذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ اَنۡ تُنَزَّلَ

ان (یعنی منافقین) میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کو دُکھ دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص کانوں کا کچا ہے۔ انکو بتاؤ کہ اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے، مومنین پر اعتماد رکھتا ہے اور مومنین پر سراسر رحمت ہے۔ یاد رکھو، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو دُکھ دیتے ہیں، انکے لیے دردناک سزا مقرر ہے۔[۶۱]

یہ لوگ (یعنی منافقین) اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم یعنی مومنین راضی ہو جائیں حالانکہ اگر یہ **واقعتاً مومن** ہیں تو زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کو **راضی** کریں۔ (عوام کو راضی کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو راضی کریں فرمانبرداری سے)[۶۲]

کیا یہ لوگ (یعنی منافقین) جانتے نہیں ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ منافقت کریگا، تو اسکے لیے دوزخ کی آگ ہوگی جس میں وہ ہمیشہ رہیگا۔ یہ بہت بڑی رُسوائی ہے۔[۶۳]

منافقین ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ایسی سورت انکے متعلق نازل نہ ہو جائے

عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ
اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ
وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ
تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ
اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ
طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع اَلْمُنٰفِقُوْنَ

جو انکے دِلوں کے بھید کھول دے۔ ان سے کہہ دو کہ بیشک (تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا) مذاق اُڑاتے رہو۔ اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کر دینے والا ہے جسکے ظاہر ہونے سے تم ڈرتے ہو۔ (یعنی منافقت کو) [۶۴]

جب تم ان سے پوچھتے ہو کہ کیا باتیں کر رہے ہو تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو **ہنسی مذاق** اور **دِل لگی** کر رہے تھے۔ انکو خبردار کر دو کہ کیا تمہاری (اتنی جرات ہے کہ) ہنسی اور دِل لگی اللہ تعالیٰ اور اسکی آیات مبارکہ (ارشادات، نصیحتیں اور احکامات) اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ ہے۔ (یعنی کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے؟ کہ وہ تمہیں سخت عذاب دے سکتا ہے۔ اس ہنسی مذاق کے بدلے جو تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ کرتے ہو) [۶۵]

ان سے کہو کہ بہانے نہ بناؤ۔ تم ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو چکے ہو۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں تو دوسرے گروہ کو ہم ضرور عذاب دینگے کیونکہ وہ مجرم ہیں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ پیشین گوئی فرما رہا ہے کہ ایک گروہ مرنے سے پہلے توبہ کر

وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ ۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ
بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ
اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ
وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ
حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾
كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ
اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ

کے مخلص مومن بن جائیگا جبکہ دوسرا گروہ نفاق پر ہی جان دیگا)[۶۶]

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی ہیں۔ وہ **بُرائی کا حکم** دیتے ہیں، اچھے کاموں سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ باندھے رَکھتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے)۔ یہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا بھول گئے ہیں) اور ہم نے بھی انکو بھلا دیا ہے کیونکہ یہ منافقین **نافرمان لوگ** ہیں۔[۶۷]

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کررَکھا ہے کہ منافق مرد اور منافق عورتیں اور کفار (یعنی مشرک اور یہود و نصاریٰ وغیرہ) جہنم کی آگ میں جائینگے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی جگہ ان کیلئے موزوں ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور ان کیلئے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہوگا۔[۶۸]

اے منافقین اور کافرو! تمہارا رویہ پہلی کافر قوموں کی طرح کا ہے جو کہ تم

فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ
اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ
اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

سے **زیادہ طاقتور، زیادہ مالدار** اور **زیادہ صاحبِ اولاد** تھیں۔ انہوں نے دُنیا میں اپنے حصے کے مزے لوٹ لیے اور تم نے اپنے حصے کے مزے اس طرح لوٹے ہیں جیسے ان کافر قوموں نے لوٹے اور ویسی ہی بحثوں میں تم بھی پڑے ہوئے ہو جیسی بحثوں میں وہ پڑے ہوئے تھے۔ انکا انجام یہ ہوا کہ دُنیا اور آخرت میں انکے اعمال ضائع ہو گئے اور آخر کار وہ خسارے میں ہی رہے۔ (یعنی تمہارے اعمال بھی دُنیا اور آخرت میں ضائع ہو جائینگے اور تم بھی ہمیشہ جہنم میں داخل کر دیئے جاؤ گے)[۶۹]

کیا ان لوگوں کو پہلی قوموں کی خبریں نہیں پہنچیں (مثلاً) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، عاد کی قوم، ثمود کی قوم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور مدین کے رہنے والے اور اُلٹی ہوئی بستیوں والے (یعنی قومِ لوط)۔ انکے پاس بھی انکے رسول واضح ہدایات لے کر آئے (لیکن انہوں نے نافرمانی کی اور وہ عذابِ الٰہی سے صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے)۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔ (ہر بُرا کام ظلم ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ظلم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۷۰

آلہ وسلم کی نافرمانی ظلم ہے۔ یہ سب کچھ وہ کرتے تھے)[۷۰]

تشریح: منافقین کے متعلق:

یہ آیات مبارکہ منافقین کے بارے میں ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نافرمانی کی گو ظاہری طور پر وہ دعویٰ کرتے رہے کہ ہم فرمانبردار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔

جو منافق منافقت پر جان دیتا ہے، وہ جہنمی ہے۔ جو منافق پُرخلوص مومن بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ دِلوں کے بھید اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی یہ عادات بتائی ہیں کہ

۱) جب مسلمانوں کا ساتھ دینے میں دُنیاوی فائدہ نظر آتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ جب انہیں مال و جان کا نقصان نظر آتا ہے تو وہ جھوٹے بہانے بنا کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

۲) جہاد سے ہمیشہ جی چُراتے ہیں اور جھوٹ بول کر اپنے آپکو جنگی محاذ سے علیحدہ کر لیتے ہیں اور بزدلانہ طور پر عورتوں کی طرح گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں۔

۳) یہ مسلم معاشرے میں ہمیشہ ہی فتنہ برپا کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف کام کرتے ہیں۔

۴) مسلمانوں کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور جب مسلمانوں کے حالات اچھے ہوتے ہیں تو اسکو وہ ناپسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اگر وہ خرچ کرتے بھی ہیں تو مجبوری میں کرتے ہیں اور یہ خرچ انکا اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔

۵) انکا کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہے۔

۶) نماز بڑی کاہلی سے پڑھتے ہیں۔ نماز بھی قبول نہیں۔

۷) منافق بہت قسمیں کھانے والا ہوتا ہے اور اپنی قسموں کی وجہ سے وہ مومن کو یقین دلاتا ہے کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ جھوٹ

بولتا ہے۔

۸) منافق اللہ تعالیٰ اور اسکے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں پر ہنسی مذاق کرتا ہے۔

۹) منافقین قرآنی احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ پر اعتراض کرتے ہیں۔

۱۰) منافق کئی طریقے سے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دُکھ دیتا ہے۔بعض لوگ توہین رسالت کے مرتکب ہوئے ہیں۔

۱۱) منافق لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا۔

۱۲) منافق اپنے مال و دولت پر بھروسہ رکھتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے مال کو جمع کرتا رہے تاکہ مومنین پر اسکا رُعب چھایا رہے۔وہ حلال وحرام میں کوئی تمیز نہیں کرتا

۱۳) اسلامی قوانین کی بحث میں وہ غیر معقول توجیہات دیتا ہے کیونکہ وہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دو (۲) ریوڑیوں کے درمیان پھرتی ہے۔کبھی ایک ریوڑ میں چلی جاتی ہے اور کبھی دوسرے میں''۔(مشکوٰۃ شریف،جلد اوّل،حدیث ۵۰)

منافق کا رویہ جو قرآن حکیم کی ان آیات مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے اور مندرجہ بالا حدیث شریف میں بتایا گیا ہے،اس پر ہمیں غور وفکر کرنی چاہیے اور اپنی حالت پر نظر دوڑانی چاہیے۔

منافقت بڑی خطرناک خصلت ہے۔اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے اور استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ہمیں معلوم نہیں کہ ہماری کون سی بات منافقت میں لکھی جائیگی۔ہم اللہ تعالیٰ سے ایسے رویے کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم دانستہ یا نادانستہ کوئی ایسی بات یا عمل کریں جسکو منافقت کہا جاسکتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اللہ تعالیٰ سے بہت **ڈرنے والے تھے۔**

۱) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک رات حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کے بعض منافقین کے نام بتائے۔ صبح کے وقت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھاگے بھاگے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ کہنے لگے کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ جن منافقین کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے تمہیں بتائے ہیں، ان میں کہیں میرا نام تو نہیں ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں! آپکا نام نہیں۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی ہوئی۔

؎ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی [اقبال]

مومن اللہ تعالیٰ کا شیر ہوتا ہے۔ سچ بات کہنے سے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ اسکی منصوبہ بندی واضح اور ٹھوس ہوتی ہے۔ وہ لومڑی کی طرح چالیں نہیں چلتا اور منافق کی چالیں لومڑی کی چالیں ہوتی ہیں۔

؎ کافر ہے تو کرتا ہے شمشیر پہ بھروسہ
مومن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی [اقبال]

؎ اَوروں کا ہے پیام اَور، میرا پیام اَور ہے
عشق کے دَردمند کا طرزِ کلام اَور ہے

؎ آتی تھی کوہ سے صدا رازِ حیات ہے سکون
کہتا تھا مورِ ناتواں لطف خرام اَور ہے

[اقبال]

۝.....۝.....۝

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ
يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ
اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع يٰٓاَيُّهَا
النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ

ترجمہ ◄ (آیات ۷۱ سے ۹۳) مومنین مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے **دوست ہیں**۔ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے **حکموں** پر چلتے ہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔[۷۱]

اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے وعدہ کر رکھا ہے ایسی جنتوں کا جن میں ندیاں مسلسل بہہ رہی ہیں اور رہنے کیلئے **پاکیزہ گھر** ہیں ان ہمیشہ رہنے والے باغوں میں اور سب سے بڑھ کر نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان سے **راضی** رہے گا۔ یہ ہے بڑی **کامیابی**۔ (جسکے لیے انسان کو اس دُنیا میں محنت کرنی چاہیے)[۷۲]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! کفار اور منافقین سے جہاد کیا کرو

عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾
يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ
وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ
وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ
فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا
يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا
نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ

اور انکے ساتھ **پوری قوت** سے (جب ضرورت پڑے تو) **جنگ** کرو۔ انکا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین جگہ ہے۔[۷۳]

یہ لوگ (یعنی منافقین) اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی (حالانکہ ہم یعنی اللہ تعالیٰ شہادت دیتے ہیں کہ) انہوں نے کفر کا کلمہ ضرور کہا۔ وہ اسلام لانے کے بعد پھر کافر بن گئے اور انہوں نے جو کرنے کا ارادہ کیا، وہ کر نہ سکے۔ یہ **شرارت** اب وہ اسلئے کر رہے ہیں کہ **تنگدستی** سے نکل کر اب وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے فضل سے **مالدار** ہو چکے ہیں۔ (اور اب انکا دماغ خراب ہو گیا ہے) اگر یہ منافقین اب بھی **توبہ** کر لیں تو انہی کیلئے بہتر ہے اور اگر باز نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دُنیا اور آخرت میں دَردناک سزا دیگا اور سارے ملک میں انکا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔[۷۴]

ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر

فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ

اس نے اپنے فضل سے ہم کو کچھ دیا تو ہم بھی خیرات کرینگے اور نیک بن کر رہیں گے اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا تو وہ کنجوس بن گئے اور اپنے وعدے سے پھر گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ انکی عادت یہی ہے کہ وہ اپنے وعدوں سے پھر جانے والے ہیں۔[۷۵-۷۶]

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دِلوں میں **نفاق** بھر دیا روزِ قیامت تک اس **وعدہ خلافی** کی وجہ سے جو وہ کرتے رہے اور اس **جھوٹ** کی وجہ سے جو وہ بولتے رہے۔[۷۷] (خبردار! وعدہ خلافی اور جھوٹ سخت قابل سزا گناہ ہیں۔)

کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ تو انکے خفیہ راز بھی جانتا ہے اور انکی پوشیدہ مجلسوں کی کارروائی کو بھی جانتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر غیب کا علم رکھتا ہے۔[۷۸]

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو اہلِ ایمان کی مالی قربانیوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور ان لوگوں کا مذاق اُڑاتے ہیں جنکے پاس صدقہ دینے کیلئے کچھ نہیں

فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۹ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ
اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا
يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۸۰ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ
بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ
يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ

سوائے اسکے کہ وہ اپنے اوپر مشقت برداشت کر لیتے ہیں (اور مزدوری کر کے جو تھوڑا بہت حاصل ہوتا ہے، اس سے صدقہ کرتے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ ان مذاق کرنے والوں کا مذاق اُڑاتا ہے اور ان کیلئے دَردناک عذاب تیار ہے۔[۷۹]

تم انکے لیے مغفرت طلب کرو یا نہ کرو، برابر ہے۔ اگر تو انکے لیے ستر (۷۰) دفعہ بھی مغفرت طلب کریگا تو بھی اللہ تعالیٰ انکو ہرگز معاف نہیں کریگا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی مخالفت کی ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ نافرمان قوم کو ہدایت بخشے۔[۸۰]

پیچھے بیٹھ رہنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر بڑے خوش ہوئے۔ انہوں نے اپنے مال اور جان سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کو پسند نہ کیا اور کہنے لگے کہ اس سخت گرمی میں مت نکلو۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! انکو بتادو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ سخت ہے۔ کاش! کہ وہ اس بات کی سمجھ بوجھ رکھتے۔[۸۱]

حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا
وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾
فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ
لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ
تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ
مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى
اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا
تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

اچھا! اب خوش ہولیں تھوڑے دِن۔ پھر روئیں گے بہت دِن۔ یہ ہوگی جزا انکی جو عمل وہ کرتے رہے تھے۔[۸۲]

اگر اللہ تعالیٰ انکے درمیان تمہیں واپس لے جائے اور آئندہ ان میں سے کوئی گروہ جہاد کیلئے نکلنے کی اجازت مانگے تو صاف کہہ دینا کہ اب تم میرے ساتھ ہرگز نہیں چل سکتے اور نہ میرے ساتھ ہو کر دُشمن سے جنگ کر سکتے ہو کیونکہ تم نے پہلی دفعہ ہی پیچھے رہ جانے والوں کیساتھ گھر میں بیٹھے رہنا پسند کرلیا تھا۔[۸۳]

اور آئندہ ان میں سے جو کوئی مرے، اسکی نمازِ جنازہ ہرگز نہ پڑھنا اور نہ ہی اسکی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر (دِل سے) ایمان نہیں لائے اور جب وہ مرے تو نافرمان ہی مرے۔ (یعنی کفر کی حالت میں مرے، نہ کہ ایمان کی حالت میں)[۸۴]

اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا
بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا
الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾
رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ
وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

انکے مال و اولاد سے دھوکہ نہ کھانا۔ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ انکو عذاب دے (اس مال و دولت کے ذریعے) دُنیا میں بھی (اور آخرت میں بھی) کہ وہ مریں تو کافر ہی مریں۔[۸۵]

جب کبھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ مل کر جہاد کرو تو وہ اجازت لینے کیلئے آ جاتے ہیں۔ (وہ لوگ بھی جو خوشحال ہیں) اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے ہم پیچھے بیٹھنے والوں (یعنی عورتوں) کیساتھ ہی بیٹھے رہیں گے۔[۸۶]

انہوں نے عورتوں کیساتھ بیٹھنا پسند کیا تو ہم نے بھی انکے دِلوں پر مہر لگا دی اور ان سے سمجھ بوجھ کی صلاحیت سلب کر لی۔[۸۷]

اسکے برعکس رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور سچے ایمان والے اسکے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنکے لیے سب بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔[۸۸]

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ
سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾
لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى
الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا
لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ

اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے ندیاں بہہ رہی ہیں اوران میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔[۸۹]

دیہاتی لوگ بھی آئے اور انہوں نے پیچھے رہ جانے کی اجازت مانگی۔ وہ بھی بیٹھ رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے جھوٹ بولا۔ ان میں سے جن لوگوں نے کفر (یعنی منافقت) کا طریقہ اختیار کیا، وہ دَردناک عذاب کی سزا پائیں گے۔[۹۰]

ضعیف، بیمار لوگ اور وہ جو جنگ کے اخراجات برداشت کرنے کی طاقت نہیں رَکھتے، اگر پیچھے رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں جبکہ وہ خلوصِ دِل کیساتھ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وفادار ہوں۔ ایسے نیک لوگوں پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔[۹۱]

اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ص تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ج رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ لا وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

اسی طرح ان لوگوں پر بھی کوئی اعتراض نہیں جو خود تیرے پاس آئے کہ ہمارے لیے سواریاں مہیا کردو اور جب تم نے کہا کہ تمہارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کرسکتا تو وہ واپس لوٹ گئے اس حالت میں کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انہیں اس بات کا بڑا غم تھا کہ وہ جہاد میں جانے کیلئے کچھ نہیں رکھتے۔[۹۲]

قابلِ مواخذہ تو وہ لوگ ہیں جو مالدار ہیں اور پھر بھی تم سے اجازت مانگتے ہیں۔ وہ اس بات پر راضی ہیں کہ پیچھے بیٹھے رہنے والوں کیساتھ بیٹھے رہیں۔

ایسے لوگوں کے دِلوں پر اللہ تعالیٰ نے **مہر** لگا دی ہے اور وہ اس اجازت مانگنے کے انجام سے بالکل لاعلم ہیں۔ (یعنی وہ پکے منافق ہیں اور انکا انجام جہنم ہے)[۹۳]

پچھلی آیات مبارکہ میں وہ مسلمان جو پُرخلوص نہیں تھے، انکو منافق کہا گیا ہے اور انکی داستان بیان کی گئی ہے کہ ایسے مسلمان منافق لوگوں کی عادات اور حرکات کیا ہوتی ہیں۔ وہ رہتے مومنین کیساتھ ہی ہیں اور مومنین کو چاہیے کہ انکے **فسادانہ** رویے کو پہچانیں اور اپنی حفاظت کریں۔

آج کل ہم کسی مسلمان کو منافق نہیں کہہ سکتے کیونکہ منافقت کا تعلق نیت سے ہے۔ ایک پُرخلوص مسلمان یعنی مومن سے بھی ایک ایسی غلطی ہوسکتی ہے جو ہم منافق کی خصلت سمجھتے ہیں۔ اگر ہم ایسے پُرخلوص مومن کو منافق کہہ دینگے لیکن اللہ تعالیٰ اسکے خلوص کو جانتا ہے تو پھر یہ ہمارے لیے بُری بات ہوگی کیونکہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''اگر تم کسی کو

کافر کہہ دو اور وہ کافر نہ ہو تو وہ بات تم پر آ پڑے گی''۔(مشکوٰۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سامنے تند و تیز ہوا (آندھی یا طوفان وغیرہ) پر لعنت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے نصیحتاً فرمایا کہ ''ہوا پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چل رہی ہے۔ جو کوئی کسی پر لعنت کرے گا، اگر اسکی یہ بات درست نہ ہوئی تو یہ لعنت اسی پر لوٹ کر آئیگی''۔ (یعنی لعنت کرنے والا خود ملعون ہو جائیگا) (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۴۳۱)

لہٰذا ہمیں احتیاط کرنی چاہیے کہ اس دَور میں ہم کسی کو منافق کہنے سے باز رہیں۔

اب ان آیات مبارکہ میں مومنین اور مومنات کی صفات بیان کی جا رہی ہیں۔

تشریح: آیات مبارکہ نمبر ۱ اور نمبر ۲ مخلص مومنین اور مومنات کے بارے میں ہیں۔ انکی صفات یہ بتائی گئی ہیں کہ وہ

(۱) ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔

(۲) ایک دوسرے کو نیکی کا حکم کرتے ہیں۔

(۳) ایک دوسرے کو بُرائی سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۴) باقاعدہ نماز اَدا کرتے ہیں۔

(۵) باقاعدہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(۶) اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا حکم مانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

یہ لوگ ہیں جو جنت کے وارث ہونگے اور ان کیلئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہوگی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائیگا کہ میں تمہیں ایک افضل چیز عطا کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں تم سے کبھی **ناراض** نہیں ہونگا، ہمیشہ کیلئے تم سے راضی رہونگا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۳۸۳)

بعد کی آیات مبارکہ میں تقریباً سارا مضمون منافقین کے بارے میں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ: (التوبہ۹،آیت۷۳)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور اے اہلِ ایمان!) کفار کیساتھ جہاد کرو اور منافقین کیساتھ بھی۔

کفار کیساتھ جہاد دو (۲) قسم کا ہے:

۱) انکو مسلسل اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہو یعنی قرآن حکیم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا علم ان تک پہنچاؤ۔ یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مکہ مکرمہ سے شروع کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی وفات پر ختم ہوا۔ اسکے بعد یہ ڈیوٹی (Duty) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کندھوں پر آ گئی۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بعد اب یہ ساری اُمت کے مومنین کے کندھوں پر ہے۔

۲) کفار سے دوسری قسم کا جہاد یہ ہے کہ ان سے اپنے دِین کو محفوظ رَکھنے کیلئے اپنے اسلامی کلچر کو محفوظ رَکھیں۔ کافروں کے رسم ورواج کو ترجیح نہ دیں اور اپنے دفاع کو مضبوط ترین کریں۔ قوم میں جنگی مہارت اور شجاعت اس معیار کی ہو کہ ساری قوم کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ اگر ہماری آزادی خطرے میں ہوگی تو ہمارا دِین بھی خطرے میں ہوگا، اسلئے ہر شہری کو بالواسطہ یا بلاواسطہ دفاع کیلئے ہر وقت تیار رہنا چاہیے، اسلئے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اپنے گھوڑے ہر وقت تیار رَکھو تا کہ تمہارا رُعب اللہ تعالیٰ کے دُشمنوں اور تمہارے دُشمنوں پر غالب رہے''۔ (دیکھیں سورۃ الانفال ۸، آیت ۶۰)

یہ یاد رَکھیں اور میں پھر مکرر کہتا ہوں کہ مت بھولیں کہ اگر ہم اپنے دِین کو محفوظ نہیں کر سکتے تو پھر ہم جنت بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ جہنم کی آگ دُنیا کی آگ سے ستر (۷۰) گنا زیادہ ہے جبکہ دفاع کی ٹریننگ میں جو گرمی اور مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، وہ اسکے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ذرا اپنی انگلی ڈال کر دُنیا کی آگ کا تجربہ کر کے دیکھ لیں اور پھر یہ بھی یاد رَکھیں کہ جہنم کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ صرف خلوصِ نیت کر لینے سے ہی ایک نیکی کا ثواب لکھ دیتا ہے خواہ عمل وقوع پذیر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ دفاع کے بہت شعبے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں کہ آپ فوج میں

داخل ہوں۔

۱) فوج کے لیے آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کر سکتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! ان کی کمزوریوں کو معاف کر دے اور ان کو ہمت اور شجاعت عطا فرما۔ ان کے ایمان میں روز افزوں ترقی دے۔

۲) دفاع کیلئے آپ اپنے مال کا کچھ حصہ اس نیت سے حکومت کے حوالے کر سکتے ہیں کہ آپ گویا کہ فوج میں شامل ہیں۔

۳) ہمارے نوجوانوں کا آپ حوصلہ بلند کر سکتے ہیں۔ اپنی تحریر کے ذریعے اور تقریر کے ذریعے۔

یاد رکھیں کہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''سرحد پر ایک رات کا پہرہ دینے سے اللہ تعالیٰ مجاہد کیلئے جنت واجب کر دیتا ہے''۔ (شرح مسلم از غلام رسول سعیدی)

منافقین کیساتھ جہاد ایک ہی قسم کا ہوگا۔

ایک مسلمان مومن بھی ہوسکتا ہے یا منافق بھی۔

منافق کیساتھ جہاد یہ ہے کہ تعلیم کے ذریعے سے اسکے نفاق کو آہستہ آہستہ ختم کیا جائے اور اسکے ایمان کو مضبوط کیا جائے۔ آج کا مومن تعلیم کے بغیر کل کا منافق بن سکتا ہے اور آج کا منافق تعلیم کے ذریعے کل کا مومن بن سکتا ہے، اسی لیے تعلیم پر بہت زور دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی احادیث مبارکہ

۱) **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو قرآن حکیم کو سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے''۔ (تلخیص البخاری، جلد چہارم، حدیث ۳)

۲) **حضرت عبداللہ بن عمر** رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مسجدِ نبوی میں دو (۲) گروہوں کو دیکھ کر فرمایا کہ ''یہ دونوں گروہ خیر پر ہیں لیکن ایک دوسرے پر فضیلت رکھتا ہے۔ جو گروہ اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کر رہا ہے اور اس سے لَو لگائے ہوئے ہے، انکو اللہ تعالیٰ چاہے تو

دے دے اور چاہے تو نہ دے۔

لیکن دوسرا گروہ جو فقہ (دِین کی سمجھ بوجھ) یا کوئی دوسرا دِینی علم سیکھتے ہیں اور جاہلوں کو سکھاتے ہیں، وہ افضل تر ہیں''۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے معلّم بنا کر بھیجا ہے''۔ اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم معلّمین کی جماعت میں جا بیٹھے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۳۹)

۳) **حضرت ابودرداء** رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''علم کی حد کیا ہے جسکو حاصل کر کے انسان فقیہ بن سکے؟'' (یعنی دِین کی پوری سمجھ بوجھ حاصل کر سکے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میری اُمت کے جس شخص نے دِین کے معاملات میں چالیس (۴۰) حدیثیں یاد کر لیں (اور ان پر عمل کرتا رہا) تو اللہ تعالیٰ اسکو فقیہ اُٹھائے گا اور میں قیامت میں اسکا شفیع اور گواہ ہونگا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۴۰)

۴) **حضرت انس بن مالک** رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''سب سے زیادہ سخی کون ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**اللہ رَبّ العالمین** اور انسانوں میں سب سے بڑا سخی **مَیں** ہوں اور اسکے بعد سب سے زیادہ سخی وہ (مومن) ہے **جو علم حاصل کر کے اسکی اشاعت کرے**، وہ قیامت کے دِن امیر کی حیثیت سے یا ایک اُمت کی حیثیت سے اُٹھایا جائیگا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۴۱)

۝.....۝.....۝

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا
تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ
اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ
تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا
انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا
عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۫ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا

ترجمہ ◄ (آیات ۹۴ سے ۹۹) (غزوۂ تبوک کے حالات جاری ہیں) جب تم واپس جاؤ گے تو یہ **منافقین** تم سے بہت بہانے گھڑیں گے۔ انکو بتا دینا کہ بہانے نہ بناؤ۔ ہم تمہاری کسی بات کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو تمہارے حالات سے خبردار کر دیا ہے۔ (اچھا! اب واقعہ تبوک تو اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہے۔ اب تک جو ہوا.....سو ہوا) اسکے بعد اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تمہارے رویے کو دیکھیں گے پھر تم (یعنی منافقین) اسکی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہ تمہیں بتا دیگا جو تم کرتے رہے تھے۔ [۹۴]

جب تم (اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) واپس آؤ گے تو یہ تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے دَرگزر کرلو۔ تمہیں دَرگزر ہی کر لینا چاہیے کیونکہ وہ **ناپاک** ہیں اور انکا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ بدلہ ہے انکی کمائی کا۔ (منافق اور مشرک دونوں ناپاک ہیں) [۹۵]

عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى
عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ
نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ
الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ
بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ

تمہارے سامنے یہ قسمیں کھائیں گے تاکہ تم لوگ ان سے راضی ہو جاؤ اور اگر تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تعالیٰ ان سے ہرگز راضی نہیں ہوگا کیونکہ وہ (یعنی منافقین اللہ تعالیٰ کی) نافرمان قوم ہیں۔[۹۶]

دیہاتی لوگ **کفر** اور **نفاق** میں زیادہ سخت ہیں کیونکہ وہ (رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے دُور ہونے کی وجہ سے) دِین کی حدود سے ناواقف ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اور دانا ہے۔[۹۷]

ان (منافقین) دیہاتیوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو **جرمانہ** سمجھتے ہیں اور تمہارے متعلق گردشِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں (یعنی مسلمانوں پر بُرا وقت آئے تو ہم ان سے علیحدہ ہو کر پھر اپنے پرانے دِین میں چلے جائیں) انہی پر نازل ہو بُری گردشِ ایام۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔[۹۸]

الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنۡفِقُ قُرُبٰتٍ عِنۡدَ اللّٰہِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّہَا قُرۡبَۃٌ لَّہُمۡ ؕ سَیُدۡخِلُہُمُ اللّٰہُ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۹۹﴾

دیہاتی لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رَکھتے ہیں اور جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے رحمت کی دُعائیں لینے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ جان رَکھو! یہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا) ضرور انکے لیے قرب کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور اپنی رحمت میں انکو داخل فرمائیگا۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی دَرگزر کرنے والا اور بہت ہی رحم فرمانے والا ہے۔[۹۹]

تشریح: منافقین:

فرمایا گیا کہ منافقین ناپاک ہیں۔

قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ فرمایا گیا کہ ''**مشرکین** ناپاک ہیں''۔ گویا کہ منافقین اور مشرکین دونوں ہی جہنمی ہیں اور اسلامی ریاست (دارالسلام) اور اسلام کے دُشمن ہیں۔

مشرکین اور یہود ونصاریٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے اعلانیہ دُشمن ہیں۔ منافق کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اوپر سے تو کہتا ہے کہ میں ایمان لایا لیکن دِل سے وہ کافر ہی رہتا ہے، **اس لئے وہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے**۔ وہ آستین کا سانپ ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے ان دُشمنوں کو جو ہم میں ہی رہتے ہیں لیکن وہ ہمارے دُشمن ہیں، انکو جانچنے کی **صلاحیت** پیدا کریں تاکہ ان سے ہم اپنے دِین اور اسلامی ریاست کی حفاظت کرسکیں۔

ہم انکو سزا تو نہیں دے سکتے کیونکہ انہوں نے زبان سے اسلام کا اقرار کرلیا ہے لیکن دِل کے حالات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہم انکے رویے سے انکو پہچان سکتے ہیں بشرطیکہ ہم خود صحیح **مومن** ہوں مثلاً جو شخص مسلمان ہو اور ملک میں رہتا ہو اور ریاست کے خلاف باتیں کرتا ہو یا ریاست کو کوئی دوسرے طریقوں سے جو آپ خود جانتے ہیں، نقصان پہنچا رہا ہو وہ مومن کیسے ہوسکتا ہے، وہ منافق ہی ہوگا۔ اسکی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ **منافق ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے** اور اسکی زندگی ساری کی ساری جھوٹ پر ہی گزرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن نہ تو جھوٹا ہوسکتا ہے اور نہ ہی خائن''۔ (احمد) ایک دوسری حدیث شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک صحابی کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا گو وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہو مثلاً بدکاری یا چوری کا۔ (جنت کی کنجی از سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی) منافق کسی سے بھی مخلص نہیں ہوتا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''دِین نصیحت (خیر خواہی) کا نام ہے''۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! کس کے ساتھ''۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

۱) ''اللہ تعالیٰ کیساتھ خیر خواہی رَکھنا۔

۲) اللہ تعالیٰ کی کتاب (یعنی القرآن الحکیم) کیساتھ خیر خواہی رَکھنا یعنی اسکو پڑھنا سمجھنا اور عمل کرنا۔

۳) اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ خیر خواہی کرنا یعنی انکی بات کو سننا اور انکے حکم پر عمل کرنا۔

۴) امیر (یعنی حکمران) کیساتھ خیر خواہی کرنا یعنی اسکے حکموں کی اطاعت کرنا سوائے ان حکموں کے جو واضح طور پر قرآن کریم اور احادیث شریف کے مخالف ہوں۔

۵) عام مسلمانوں کیساتھ خیر خواہی رَکھنا یعنی انکو نیکی کی نصیحت کرنا اور بُرائی سے بچنے میں مدد کرنا اور ان کیلئے دُعائے خیر کرنا انکی غیر موجودگی میں۔

(نسائی شریف، جلد سوم، حدیث ۴۲۰۴)

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ
وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ
وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
۝۱۰۰ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ
وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۛ لَا
تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ
يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝۱۰۱ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا
بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۰۰ سے ۱۱۰) (منافقین کے بارے میں بات جاری ہے)

جولوگ مہاجرین اور انصار میں سے سب سے پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے انکے ساتھ ہوکر انکی اطاعت کی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔[۱۰۰]

تمہارے قریب جو دیہاتی ہیں، ان میں بہت سے منافق ہیں۔ اسی طرح مدینہ کی آبادی میں بھی بہت سے منافق ہیں۔ یہ لوگ اپنے نفاق پر جمے ہوئے ہیں۔ تم ان کو نہیں جانتے، ہم انکو جانتے ہیں تو ہم انکو دُہرا عذاب دینگے (اس دُنیا میں بھی) اور پھر وہ عذابِ عظیم (یعنی آخرت کے عذاب) کی طرف لوٹائے جائینگے۔[۱۰۱]

ایک گروہ اَور ہے جو اپنی غلطیوں کا دِل میں اعتراف کر لیتے ہیں۔ انکے

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۝۱۰۲ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ
وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ
لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۰۳ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ
وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝۱۰۴ وَقُلِ اعْمَلُوْا
فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ
وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

اچھے عمل اور بُرے عمل ملے جلے ہیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی توبہ قبول فرمائے کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت ہی دَرگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔(**لَا رَيْبَ فِيْهِ**)(یہ ہیں تو ایمان والے لیکن انکا ایمان اور عمل کمزور ہے)[۱۰۲]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) تم انکے اموال میں **صدقہ** قبول کر کے انکے مالوں کو **پاک** کرو اور انکے نفسوں (**دِلوں**) کو بھی پاک کیا کرو اور ان کیلئے رحمت کی دُعا مانگا کرو کیونکہ تمہاری دُعا انکے دِلوں کو تسکین دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سننے والا اور علم رَکھنے والا ہے۔[۱۰۳]

کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ **توبہ قبول** فرمالیتا ہے اور اپنے بندوں کے صدقات بھی قبول فرماتا ہے اور یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔(**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا**)[۱۰۴]

اور اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! لوگوں (یعنی منافقین) سے کہہ دو کہ عمل کرتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ، اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور مومنین تمہارے

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۵ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ
اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ۝۱۰۶ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا
وَّكُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ
حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ
اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ
۝۱۰۷ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى

اعمال کو پرکھیں گے پھر تم اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر **غیب** اور **ظاہر** کا جاننے والا ہے۔ پھر وہ تمہیں کھول کر بتا دیگا کہ تمہارے اعمال کیسے تھے؟[۱۰۵]

کچھ دوسرے لوگ ہیں جنکا معاملہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کی خاطر موخر کر دیا گیا ہے۔ چاہے انہیں سزا دے، چاہے انہیں معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اور دانا ہے۔[۱۰۶] (جنگ تبوک میں تین مخلص صحابی شامل ہونے سے رہ گئے تھے، یہ انکے بارے میں ہے)

کچھ دوسرے (**منافقین**) لوگ ہیں جنہوں نے ایک مسجد بنائی (یعنی مسجدِ ضرار) جسکا مقصد دِینِ حق (اسلام) کو نقصان پہنچانا اور **کفر کرنا ہے** (یعنی دِینِ حق کی نافرمانی کرنا ہے) اور مومنین کے درمیان پھوٹ ڈالنا ہے اور یہ اس شخص کیلئے ایک جگہ مہیا کی گئی (یعنی کمین گاہ) جو پہلے سے ہی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے خلاف برسرِ پیکار رہتا ہے۔ (رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی) (یہ مسجد بنانے والے) قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو نیک ہے لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔[۱۰۷]

التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ
رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ
الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى
مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ
عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ
بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ
تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع

تم نے اس میں ہرگز کھڑے نہیں ہونا۔ وہ مسجد جو پہلے دِن سے تقویٰ پر بنائی گئی ہے (یعنی مسجدِ نبوی)، وہی اس قابل ہے کہ تم اس میں (عبادت کیلئے) کھڑے ہوا کرو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے (ظاہری پاکیزگی اور نفس کی پاکیزگی) کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ **پاک** رہنے والوں کو **محبوب** رَکھتا ہے۔[۱۰۸]

کیا وہ انسان جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجدِ نبوی) کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے **خوف** پر اور اسکی **رضا** پر رَکھی ہے، وہ انسان بہتر ہے یا دوسرا انسان جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجدِ ضرار) کی بنیاد ایک گرنے والے گڑھے کے کنارے پر رَکھی ہے جو اسے لے کر جہنم میں جا گرے گا (یعنی منافقوں کو)۔ اللہ تعالیٰ **ظالم** قوم کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتا۔[۱۰۹]

یہ عمارت جو انہوں (یعنی منافقین) نے بنائی ہے، ہمیشہ ان کے دِلوں میں **بے یقینی** کی جڑ بنی رہے گی یہاں تک کہ ان کے **دِل پارہ پارہ** ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ

نہایت باخبر اور دانا ہے۔ (یہ نہ خیال کریں کہ اللہ تعالیٰ انکی بُری حرکتوں کو نہیں جانتا)[۱۱۰]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں **غزوۂ تبوک** کے پس منظر میں منافقین اور مومنین کے متعلق بات جاری ہے۔

یہاں **مومنین** کی صفات یہ بتائی گئی ہیں کہ

۱) وہ دِل کے پاک ہوتے ہیں۔ (منافق نہیں ہوتے)

۲) پاک مال سے صدقہ کرتے ہیں۔ (یعنی پاک روزی کماتے ہیں اور پاک روزی کھاتے ہیں۔ حرام مال نہیں کماتے اور نہ ہی حرام مال کھاتے ہیں)

۳) **رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** کی ہر بات پر **فوری** عمل کرتے ہیں۔ (قبلہ بدلنے کے واقعہ کو یاد رکھیں جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عین نماز کی حالت میں بغیر کسی تاخیر کے اپنے چہرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ مسجدِ اقصیٰ سے ہٹا کر مسجدِ حرام کی طرف فوراً کر لیے)

۴) **اللہ تعالیٰ** اور اسکے **رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** سے محبت کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ان کیلئے خیر کی دُعائیں کرتا ہے جو انکے ایمان میں مزید تقویت دیتی ہیں۔

کچھ مومنین کمزور ایمان والے بھی ہیں۔ انکو ہدایت یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی توبہ کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقات دیتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ توبہ قبول بھی کرنے والا ہے اور صدقات بھی قبول کرنے والا ہے۔ ''**لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝**'' (الزمر ۳۹، آیت ۵۳) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ تو سب گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم فرمانے والا ہے''۔

توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

صدقہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو۔ (دیکھیں مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۶)

توبہ کرتے رہنے سے اور صدقہ دیتے رہنے سے انسان کا ایمان ترقی کرتا رہتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** ایک ایک مجلس میں ستر (۷۰) سے بھی زیادہ استغفار کرتے تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا یہ حال ہے تو ہمیں اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ہمیں **ہر وقت** استغفار (یعنی توبہ) کرتے رہنا چاہیے۔ بہت سے گناہ ایسے ہوتے ہیں جو ہم ان جانے کر جاتے ہیں۔

منافقین ایک تو مدینہ طیبہ کے تھے جنہوں نے جنگ تبوک میں حصہ نہ لینے کے کئی بہانے بنائے۔ دوسرے وہ منافقین تھے جو مدینہ طیبہ کے اِردگرد دیہاتوں میں رہتے تھے۔ دیہاتوں میں رہنے والے منافقین مدینہ طیبہ کے منافقین سے بھی زیادہ نفاق میں سخت تھے۔

سب منافقین مشرک کی طرح نجس ہیں۔ یہ جھوٹ بولنے والے ہوتے ہیں۔ **آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف) مسلمانوں میں **پھوٹ** ڈالتے ہیں اور **اتحاد** کو ختم کرتے ہیں۔ جہاں بھی یہ ہوں گے، موقع ملنے پر مومنین میں **فساد** ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو کہا کہ ''**وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ** ''۔ (البقرۃ ۲، آیت ۱۱)

ترجمہ ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں فساد مت مچاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو بہتری لانے والے ہیں''۔

یاد رکھیں کہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو مسلمان اپنے مسلم ملک کے لیے یا کسی مسلم ملک کے لیے بُرے منصوبے بناتا ہے، وہ مومن نہیں ہوسکتا، وہ منافقین کی جماعت کا ایک فرد ہے۔

۝.....۝.....۝

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ
وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي
التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى
بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ
بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾
اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ
الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

ترجمہ◄ (آیات ۱۱۱ سے ۱۲۹) **اللہ تعالیٰ نے مومنین سے خرید لیا ان کی جانوں اور ان کے اموال کو جنت کے بدلے**۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں (اس جذبے کے ساتھ کہ) دُشمن کو تہِ تیغ بھی کریں اور شہادت بھی حاصل کریں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) پکا وعدہ ہے جو **تورات** اور **انجیل** اور **قرآن حکیم** میں لکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے۔ پس خوش ہو جاؤ اپنی اس **تجارت** پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کی ہے۔ سب سے بڑی **کامیابی** تو یہی ہے۔[۱۱۱]

(یہ مومنین) اللہ تعالیٰ سے بار بار توبہ کرنے والے، اسکی بندگی کرنے والے، اسکی حمد بیان کرنے والے، اسکی خاطر سفر کرنے والے، اسکے آگے رکوع کرنے والے اسکے لیے سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور بدی سے روکنے

وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ
اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ
قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ
الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا
عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ
عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى

والے اور اللہ تعالیٰ کی تمام حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور مومنین کو (جنت کی) بشارت دے دو۔ (یہ صفات ہیں ان مومنین کی جو اللہ تعالیٰ سے تجارت کرتے ہیں)[۱۱۲]

اللہ تعالیٰ کے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کو اور مومنین کو مناسب نہیں کہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دُعا مانگیں خواہ وہ انکے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔[۱۱۳]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کیلئے (جو مشرک تھا) دُعائے مغفرت اسلئے کی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے وعدہ کر رکھا تھا مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ بات **واضح** ہوگئی کہ اسکا **باپ** اللہ تعالیٰ کا **دُشمن** (مشرک) ہے تو وہ مغفرت کی دُعا مانگنے سے رُک گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دَراصل بہت ہی نرم دِل اور بُردبار انسان تھے۔[۱۱۴]

ھ اللہ تعالیٰ کا یہ **اصول** نہیں ہے کہ کسی قوم کو ایمان لانے کے بعد گمراہ کر دے

یُبَیِّنَ لَهُمۡ مَّا یَتَّقُوۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۝۱۱۵ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ؕ وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ ۝۱۱۶ لَقَدۡ تَّابَ اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ وَالۡمُهٰجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ فِیۡ سَاعَةِ الۡعُسۡرَةِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا كَادَ یَزِیۡغُ قُلُوۡبُ فَرِیۡقٍ مِّنۡهُمۡ ثُمَّ تَابَ عَلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّهٗ بِهِمۡ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ۝۱۱۷ وَعَلَی الثَّلٰثَةِ الَّذِیۡنَ خُلِّفُوۡا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتۡ عَلَیۡهِمُ

جب تک کہ انہیں صاف بتا نہ دے کہ انہیں کن چیزوں سے بچنا ہے (یعنی حلال و حرام) کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔[۱۱۵]

(کیا تم نہیں جانتے) کہ آسمانوں اور زمین کی **بادشاہت** تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے، وہی موت دیتا ہے۔ (اور مت بھولو کہ) اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کوئی تمہارا سرپرست ہے اور نہ کوئی مدد کرنے والا۔[۱۱۶]

اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کو، مہاجرین کو اور انصار کو جنہوں نے تنگی کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ساتھ دیا۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنکے دِل صحیح راستے سے ہٹنے والے ہی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی معاف فرما دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیساتھ بڑا ہی مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔[۱۱۷]

اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو بھی معاف فرما دیا جنکا معاملہ **ملتوی** کر دیا گیا تھا (جو صحیح مومن تھے لیکن غفلت کی وجہ سے فوج کیساتھ نہیں جا سکے تھے)۔ یہاں تک کہ

الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ
وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ
عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ
۝۱۱۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ
الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۱۹ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ
حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ
اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ

وہ اتنے **دِل برداشتہ** ہو گئے کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے ان پر تنگ ہوگئی اور وہ خیال کرنے لگے کہ **اللہ تعالیٰ کے سوا پناہ کیلئے کوئی اَور جگہ نہیں ہے** تو پھر اللہ تعالیٰ نے انکی **توبہ** قبول فرمالی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آئیں یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور بڑا رحیم ہے۔[۱۱۸]

اے ایمان لانے والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور **سچے لوگوں** کیساتھ رہا کرو۔[۱۱۹]

مدینہ طیبہ اور اسکے اطراف میں رہنے والے دیہاتی لوگوں کو یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو چھوڑ کر پیچھے گھروں میں بیٹھ رہیں اور نہ ہی یہ مناسب تھا کہ **اپنی ذات** کو **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس** پر ترجیح دیں۔

اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کرتا کہ نیک عمل کرنے والوں کا اَجر ضائع کرے۔

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ
وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ
صَالِحٌ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ لا
وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا
يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ
اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ
لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ
طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ
اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ يٰٓاَيُّهَا

جن لوگوں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھوک، پیاس، جسمانی مشقت اُٹھائی اور کفار کے دلوں کو جلایا اور دُشمن سے انتقام لیا تو انکے لیے ہر عمل کے بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔[۱۲۰]

اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں تھوڑا یا بہت خرچ کرتے ہیں اور سفر میں جو بھی وادی وہ پار کرتے ہیں تو انکے حق میں اچھے کارناموں کا صلہ لکھا جاتا ہے۔[۱۲۱]

ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا کہ سب مومنین نکل پڑیں۔(طریقہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ) ہر آبادی میں سے کچھ لوگ نکل آئیں اور **باقی دِین کی سمجھ پیدا کریں** اور جب نکلے ہوئے واپس آجائیں تو یہ ان (یعنی واپس آنے والوں) کو تعلیم دیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کرتے رہیں۔[۱۲۲]

اے ایمان لانے والو! جنگ کرو ان کفار کے ساتھ جو تمہارے قریب ہیں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ
وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ
الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا
الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى
رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ
يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا

اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں (فرمانبرداروں) کے ساتھ ہے۔[۱۲۳]

جب کوئی نئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان (یعنی کفار) میں سے بعض لوگ مذاق کے طور پر مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ بھئی! تم میں سے کس کا ایمان اس سورت سے زیادہ ہوا؟

حقیقت یہ ہے کہ جو مومن ہیں، انکے ایمان کو تو ہر سورت زیادہ ترقی دیتی ہے اور وہ اس سے مزید بشارتیں حاصل کرتے ہیں اور جن لوگوں کے دِلوں میں (منافقت کا) مرض ہوتا ہے تو ہر سورت اسکے نفس کی ناپاکی کو اَور زیادہ کر دیتی ہے حتیٰ کہ جب وہ مرتے ہیں تو کافر ہی مرتے ہیں۔ (منافق اور کافر دونوں جہنم میں جانے والے ہیں)[۱۲۴-۱۲۵]

کیا یہ لوگ (منافقین) غور نہیں کرتے کہ ہر سال ایک دو مرتبہ یہ آزمائش

يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ
سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ
اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ
اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ
حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

میں ڈالے جاتے ہیں لیکن نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی سبق سیکھتے ہیں۔[۱۲۶]

جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو یہ ایک دوسرے کی طرف تکتے ہیں کہ کہیں کوئی تم کو دیکھ تو نہیں رہا پھر چپکے سے بھاگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکے دِل پھیر دیے (گمراہی کی طرف) کیونکہ یہ سمجھ بوجھ (عقل) سے کام نہیں لیتے۔[۱۲۷]

(اے جماعتِ مومنین!) **تم ہی میں سے تمہارے پاس ایک رسول** (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) **آ گئے ہیں جن کو تمہاری تکلیف بڑی گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بہتری کے دلدادہ ہیں۔ ایمان لانے والوں کیلئے پیار کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔**[۱۲۸]

اگر یہ (منافقین) لوگ تم سے منہ پھیر لیں (یعنی تم پر ایمان نہ لائیں اور تمہاری مدد نہ کریں) تو انکو بتا دو کہ میرے لیے تو اللہ تعالیٰ ہی بہت ہے۔ اسکے سوا کوئی دوسرا رَبّ نہیں ہے۔ میں نے تو اسی پر بھروسہ کیا اور وہی اکیلا عرشِ عظیم (تختِ

سلطنت) کا مالک ہے۔[۱۲۹]

تشریح: غزوۂ تبوک کے پس منظر میں بات چل رہی ہے۔

جو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مال سے اور اپنی ذاتی صلاحیتوں سے محنت کریگا جس میں جنگ بھی ایک محنت کرنے کا شعبہ ہے تو ہمارا وعدہ تورات میں، انجیل میں اور قرآن حکیم میں یہ ہے کہ ہم انکو ہمیشہ رہنے والی جنت کی زندگی عطا فرمائینگے۔

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کو کون وعدے کا زیادہ سچا ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ ''**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا**''۔(النساء۴، آیت ۸۷) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوسکتی ہے''۔ دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا**''۔ (النساء۴، آیت ۱۲۲) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کا قول سچا ہوسکتا ہے''۔

؎ مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

[علامہ اقبال]

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ مشرک سے اتنی دُور رہے کہ دونوں کو ایک دوسرے کی آگ دکھائی نہ دے''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۴۶۳)

قرآن حکیم کی اس آیت مبارکہ پر عملی طور پر یقین رَکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے انکی جان اور مال کے عوض یہ سودا کرلیا ہے کہ اگر وہ اپنی جان اور مال اپنے دِین کو قائم رَکھنے میں، اسکی حفاظت کرنے میں، اسکو پھیلانے میں خرچ کرینگے تو میں اسکے بدلے انکو ہمیشہ ہمیشہ کی جنتوں میں ٹھکانہ دونگا۔

یہ عملی طور پر کیسے ہوسکتا ہے؟

یہ اس طرح کہ ملک کے حکمران کو اس بات کا احساس ہو کہ دفاع ملکی اداروں میں سب سے زیادہ اہمیت کا ادارہ ہے اور اس پر جتنا بھی خرچ کیا جائے، کم ہے۔ دُنیا کی دوسری قوموں کے اعتراضات کو کبھی بھی خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ انکی خواہش تو یہی ہوتی ہے کہ تمہیں کمزور سے کمزور تر کر دیا جائے اور آج کل بہت سے ملک ہمیں ہر لحاظ سے کمزور کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ بعض دُشمنوں کو ہم جانتے ہیں، بعض دُشمن دوستی کے

لبادے میں ہیں۔بعض دُشمن ایسے ہیں کہ انکو ہم نہیں جانتے لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

دفاع کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ

(۱) ملک میں عدل وانصاف کی حکومت ہو

(۲) مالی کرپشن ختم ہو

(۳) اسراف جو حکومتی اداروں میں، مساجد میں، شادیوں میں اور غیر مفید مجالسوں میں ہوتا ہے، اسکو ختم کر کے اس دولت کو دفاع کیلئے خرچ کرنا چاہیے۔

(۴) رہائشی کالونیوں میں، مکانات بنانے میں انتہائی اسراف ہو رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم مکانات پر بلاوجہ خرچ کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بدترین جگہ جہاں انسان اپنا پیسہ ضائع کرتا ہے، وہ مکانات کا بنانا ہے'' (یعنی غیر ضروری بڑے مکان، غیر ضروری سجاوٹ وغیرہ)(ابن ماجہ)

ایک انصاری نے اپنے محلے میں ایک خوبصورت مکان بنایا جو دوسرے مکانوں سے زیادہ جاذب نگاہ تھا۔**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے اسکو بے حد ناپسند فرمایا تو اس انصاری نے یہ پرواہ نہیں کی کہ اس پر کتنا پیسہ لگا ہے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی رَضا کیلئے اس مکان کو گرا کر نیا مکان اسی طرح کا سادہ بنایا جیسے محلے میں باقی مکانات تھے۔(ابن ماجہ)

ہمارا رویہ کتنا مختلف ہو گیا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر خوبصورت مکان بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ پیسہ ہمیں جہنم میں لے جائیگا۔ مکان سادہ بنانا چاہیے اور باقی پیسے کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا چاہیے۔

موجودہ حالات کے مطابق اور ہمیشہ کیلئے یہ بات درست ہے کہ بہترین جگہ جہاں آپکا پیسہ آخرت میں آپکے لیے مفید ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر دفاع کے ادارہ میں لگانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بہترین جہاد سرحدوں کی حفاظت ہے''۔(شرح صحیح مسلم از غلام رسول سعیدی)

اسکا انتظام دَراصل حکومت کو کرنا چاہیے۔قانون کے ذریعے، تعلیم کے ذریعے،

ترغیب کے ذریعے، لوگوں کے اس شعور کو بیدار کیا جائے کہ اگر ہم آزاد ہیں تو ہمارا دِین جسکی بنا پر جنت ہمیں ملے گی، ہر صورت وہ محفوظ رہنا چاہیے اور ہماری عزتیں اور ہمارے حقوق وہ بھی ہمارے ہی ہاتھ میں محفوظ ہو سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے مکان کی لپائی کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے (حضرت) عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آخرت کے گھر کی فکر کرو''۔ (ابن ماجہ)

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسجد (نبوی) بنائی۔ شاید یہ مسجد انسانی تاریخ کی سادہ ترین مسجد ہوگی۔ دیواریں کچی اینٹیں پکی اینٹوں کے ٹکڑوں سے، کہیں کہیں پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔ ستون کھجور کے درخت کے تنوں سے کام لیا گیا تھا اور چھت کھجور کے پتے ایسے ہی اوپر ڈال دیئے تھے۔

ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! کیا آپ صحیح چھت نہیں ڈالیں گے؟ (Proper Roof) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''نہیں!'' اور فرمانے لگے کہ ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چھپر (مسجد) ایسا ہی تھا''۔

جو پیسہ ہم مسجدوں کی **زیبائش** پر لگاتے ہیں، غیر مفید مینارے اور گنبد بناتے ہیں اور ٹائلوں اور ماربلز سے کام لیتے ہیں اور کارپٹ پر کارپٹ بچھائے جاتے ہیں، اگر یہ پیسہ دفاع کیلئے خرچ ہو تو ہمارا دِین اور عزتیں محفوظ رہیں گی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت عطا فرمائیگا۔ اسراف کرنے سے ہم خسارے میں رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''**اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○**'' (بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۲۷) ترجمہ ''یقیناً اسراف کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رَبّ کا ناشکرا ہے''۔

ایک مشہور شخصیت بیان کرتی ہے کہ جب مسلمانوں کے **نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** فوت ہوئے تو انکے گھر میں کھانے پینے کیلئے تو کچھ نہیں تھا لیکن دفاع کیلئے نو (۹) **تلواریں** دیوار پر لٹک رہی تھیں۔

باوجود ایک غریب قوم ہونے کے ہم اپنا پیسہ **غیر مفید** کاموں میں خرچ کرتے ہیں

اوراسی کا نام اسراف ہے۔

ہمارے حکمران بھی مضبوط دفاع کی اہمیت سے بے بہرہ ہیں۔ دفاع کی وہ صلاحیت جو موجودہ زمانے کے تقاضے طلب کرتی ہے، اس سے حکمران لاعلم ہیں۔

؎ اس قوم میں ہے شوخی، اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد
گو فکرِ خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد
[اقبال]

جس جمہوریت کو ہمارے حکمران لیے بیٹھے ہیں، اس جمہوریت کا مزاج ان دو اشعار میں موجود ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی تمام حدود سے آزاد ہو کر ابلیس کی آزادی کی طرح چل رہے ہیں۔

جلسے جلوس نکالنا، سیاسی پارٹیوں کا ایک دوسرے کی کردار کشی کرتے رہنا، مخالفت برائے مخالفت کرتے رہنا، ایک دوسرے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا، ملک کو اپنی ذات کیلئے داؤ پر لگا دینا اور جو منہ میں آیا تحقیق کے بغیر بات کر دینا خیر کا راستہ نہیں ہے۔

؎ میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رباب آخر
[اقبال]

ہمیں اس شعر پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم واقعتاً مومن ہیں تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز تر رکھنا ہوگا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:

یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں کا بھی بادشاہ ہے اور زمین کا بھی یعنی ساری کائنات کا ایک ذرّہ بھی اسکی حکومت سے باہر نہیں ہے۔

یہ آیت مبارکہ اتنی واضح ہے کہ اس پر تبصرے کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن چونکہ ہمارے اہل اقتدار قرآن مجید کا گہرا علم نہیں رکھتے تو کم از کم اس آیت مبارکہ پر انہیں غور کر لینا چاہیے۔ جب زمین کی حکمرانی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو زمین پر جو حکمران

انسانوں میں سے ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہے اور اسکی پہلی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی **نمائندگی میں خیانت نہ کرے۔ حکمرانی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے** جو اللہ تعالیٰ نے اسکے ہاتھ میں دے دی ہے۔ اب اسکی حکومت ویسی ہی ہونی چاہیے جیسے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اگر وہ واقعتاً اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہے تو ملک کے تمام قوانین اور اخلاقیات اور معاشرت اور معیشت سب کا سب اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہونا چاہیے۔

لیکن اس وقت حالت یہ ہے کہ سب کے سب غیر اللہ کے قانون، اخلاقیات کے معیار، معیشت کے معیار، غربت اور تونگری کے معیار غیر اللہ کی تقلید میں چل رہے ہیں۔

مومن کی صفات:

آج کل کسی ملک میں بھی ایمان کے لحاظ سے یہ چار گروہ ہو سکتے ہیں۔

۱) مومنین صادقین ۲) کمزور ایمان والے

۳) پکے منافقین ۴) غیر مسلم

مومنین صادقین کی صفات یہ ہیں:

۱) وہ اللہ تعالیٰ سے بار بار توبہ کرنے والے ہیں۔

۲) اسکی بندگی کرنے والے ہیں۔

۳) اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے والے ہیں۔

۴) اللہ تعالیٰ کے راستے میں سفر کرنے والے ہیں۔

۵) اللہ تعالیٰ کے آگے ہر وقت جھکے رہنے والے ہیں۔

۶) اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرنے والے ہیں

۷) لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں۔

۸) لوگوں کو بدی سے روکنے والے ہیں۔

۹) اللہ تعالیٰ کے قوانین کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں۔

دارالسلام کی آزادی اور بقا اس بات میں ہے کہ مومنین صادقین کی اس میں اکثریت ہو اور خاص طور پر حکمران مومنین صادقین میں سے ہوں۔ **حضرت عمر فاروق** رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ آئے اور مکہ مکرمہ کے گورنر سے پوچھا کہ مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ ایک آزاد کردہ غلام کو تو نے وزیر بنا لیا ہے تو گورنر نے جواب دیا کہ وہ قرآن حکیم کا علم رکھتا اور فرائض کو جانتا ہے۔ (نسائی)

یونس ۱۰

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۰۹ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۱ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا

ترجمہ ◄ (آیات ۱ سے ۱۲) الف-لام-را۔ یہ آیات مبارکہ (نصیحتیں، ارشادات، ہدایات اور احکامات) اس کتابِ مقدس کی ہیں جو حکمت کی باتوں سے بھری ہوئی ہے۔[۱]

کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ انہی میں سے ایک آدمی پر ہم نے وحی بھیجی تاکہ وہ نافرمانوں کو بُرے انجام سے ڈرائے اور مومنین کو اللہ تعالیٰ کے پاس بڑے مرتبے کی خبر دے۔ کافروں (یعنی وہ لوگ جنہوں نے وحی کو ماننے سے انکار کیا) نے کہا کہ یہ شخص تو جادوگر ہے۔ (یعنی وہ کہنے لگے کہ یہ رسول نہیں ہیں)[۲]

لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ
بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ

اے تمام انسانو (مومنین، کافرین اور منافقین)! جان لو کہ یقیناً تمہارا رَبِّ کریم وہی ایک اکیلا اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ (۶) ایام (ادوار) میں پیدا کیا پھر تختِ حکومت پر بیٹھ کر کائنات کا انتظام خود چلانے لگا۔ کوئی اسکے سامنے اسکی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کرسکتا۔ یہی اللہ تعالیٰ اکیلا تمہارا رَبِّ کریم ہے تو لہٰذا اسی کی ہی بندگی کرو۔ کیا تم غور نہیں کرتے۔ (کہ بت، چاند اور سورج وغیرہ رَبّ نہیں بن سکتے۔ وہ تو خود رَبّ العالمین کے محتاج ہیں)[۳]

اسی کی طرف تم پلٹ کر جاؤ گے (موت کے بعد) یہ اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو پیدا فرماتا ہے اور پھر (موت کے بعد) دوبارہ پیدا فرمائیگا تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، انکو پورے انصاف کیساتھ اَجر دیا جائے گا اور جو ایمان نہیں لائے (یعنی کفر کیا) تو انکے لیے کھولتا ہوا پانی ہوگا اور دَردناک عذاب ہوگا انکے ایمان نہ لانے کی وجہ سے۔ (یعنی کفر کی وجہ سے)[۴]

اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ④ هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ
الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ
لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ
⑤ اِنَّ فِى اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ
فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ⑥
اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا

اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے سورج کو روشنی عطا کی اور چاند کو نور عطا کیا اور چاند کی منزلیں اسی نے مقرر کیں تا کہ تم سالوں (اور مہینوں) اور تاریخوں کا حساب معلوم کر سکو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ہر نشانی (ہدایات، احکامات، نصیحتیں اور ارشادات) تفصیل سے بیان کرتا ہے ان لوگوں کیلئے جو علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔[۵]

رات اور دِن کے اختلاف میں اور اس میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرمایا ہے ان لوگوں کیلئے (توحید اور ہدایت کی بیشمار) نشانیاں موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا چاہتے ہیں۔[۶]

جو لوگ (یعنی کافرین) ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رَکھتے (یعنی آخرت پر ایمان نہیں رَکھتے) اور وہ دُنیا کی زندگی کو ہی پسند کرتے ہیں اور اسی پر مطمئن ہو گئے ہیں اور جو لوگ ہماری آیات (نصیحتیں، ارشادات، ہدایات اور احکامات) سے غافل

غٰفِلُوْنَ ۙ﴿۷﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ﴿۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ
الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۹﴾ دَعْوٰهُمْ فِيْهَا
سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ
دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَوْ
يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ
لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

ہیں، انکا آخرت میں ٹھکانہ **جہنم** ہوگا، ان اعمال کے بدلے جو وہ دُنیا میں کرتے رہے ہیں۔[۷-۸]

(اسکے برعکس) جولوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو اللہ تعالیٰ انکو انکے ایمان کی وجہ سے **سیدھی راہ** دکھلائے گا اور وہ نعمت بھری جنتوں میں جائینگے جن میں ندیاں بہہ رہی ہونگی۔[۹]

اسی (یعنی جنت) میں انکا قول ہوگا ''**سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ** ''(پاک ہے تو اے اللہ تعالیٰ!)۔اس میں انکی (باہمی) دُعا ہوگی ''**سَلٰمٌ** ''(سلام) ہوگی اور انکی آخری بات یہ ہوگی ''**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** ''(ساری تعریف اللہ تعالیٰ پروردگار عالمین کیلئے ہے)۔[۱۰]

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کیساتھ سزا دینے میں اتنی ہی جلدی کرتا جتنی وہ دُنیا کی بھلائی مانگنے میں جلدی کرتے ہیں تو انکی مہلتِ عمل کبھی کی ختم ہوگئی ہوتی لیکن بات یہ

لِقَآءَنَا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَاۤ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

ہے کہ جولوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے (آخرت پر یقین نہیں رکھتے)، ہم انکو سرکشی میں بھٹکتے رہنے کیلئے چھوڑ دیتے ہیں۔[۱۱]

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم سے دُعا کرتا ہے، کھڑے، بیٹھے، لیٹے۔ جب ہم اسکی مصیبت کو دُور کر دیتے ہیں تو وہ ایسے چل نکلتا ہے (جھوٹے خداؤں کی طرف) گویا کہ اس نے ہمیں کبھی تکلیف کے وقت پکارا ہی نہیں تھا (ہمارا احسان بالکل بھول جاتا ہے)۔ اس طرح ہم اسراف کرنے والوں کیلئے (یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود سے باہر نکل جانے والوں کیلئے) انکے اعمال خوشنما بنا دیتے ہیں۔[۱۲]

تشریح: تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے متعلق کئی جگہ فرمایا ہے کہ یہ حکمت کی کتاب ہے مثلاً اللہ تعالیٰ سورۂ یٰسین میں بھی فرماتا ہے کہ ''یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ○''۔ (یٰسین ۳۶، آیات ۱-۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے''۔ (جامع ترمذی) (یعنی مومن حکمت کو ایسے تلاش کرتا ہے جیسے کوئی اپنی گمشدہ چیز کو تلاش کرنے میں خون پسینہ ایک کر دیتا ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے معلّم بنا کر بھیجا گیا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد

اوّل، حدیث ۲۳۹) اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ''[یہ] رسول تمہیں الکتاب [قرآن کریم] کا علم دیتا ہے اور حکمت سکھاتا ہے''۔ (دیکھیں آلِ عمران ۳، آیت ۱۶۴)

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نماز کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے کہ ''آگے پیچھے مت ہوا کرو (یعنی سیدھی قطار بناؤ) ورنہ اس سے تمہارے دِلوں میں پھوٹ پڑ جائیگی اور میرے نزدیک (یعنی پہلی صف میں) **اہل عقل** اور **اہل دانش** کھڑے ہوں اور پھر جو انکے قریب ہوں اور پھر جو انکے قریب ہوں''۔ پھر حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج تم لوگوں میں **شدید اختلاف** پڑ گیا ہے۔ (نسائی، جلد اوّل، حدیث ۸۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے **جوامع الکلم** عطا کیے گئے''۔ یعنی میری بات جامع ہوگی اور مختصر ہوگی۔ [ایسی بات حکمت کی بات ہوتی ہے] (نسائی شریف، جلد دوم، حدیث ۳۰۹۲)

حضرت قیس بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد میں پہلی صف میں تھا کہ کسی شخص نے پیچھے سے مجھے کھینچ کر خود میری جگہ لے لی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے (غصے کی وجہ سے) نماز کا خیال ہی نہیں رہا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پتہ چلا کہ وہ **حضرت ابی بن کعب** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ اے نوجوان! اللہ تعالیٰ تمہیں رنج نہ دے۔ یہ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** کی **ہم** لوگوں کو وصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے **نزدیک** رہیں۔ (یعنی **امام** کے قریب) پھر قبلے کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ ''رَبِّ کعبہ کی قسم! **اہل عقد** جو حکمران نماز کا اہتمام کرتے اور صفوں کا خیال رَکھتے تھے، وہ مر گئے''۔ تین مرتبہ اسی طرح کہنے کے بعد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے انکا افسوس نہیں۔ افسوس تو ان لوگوں پر ہے جنہوں نے لوگوں کو **گمراہ** کیا''۔ میں نے پوچھا کہ ''اہل عقد سے کیا مراد ہے؟'' فرمایا کہ ''**اُمراء** اور **حکام**''۔ (نسائی، جلد اوّل، حدیث ۸۱۲)

مندرجہ بالا آیات مبارکہ اور احادیث شریف پر ذرا غور کریں کہ ہم حکمت سے بہت دُور ہٹ چکے ہیں۔ بتا دیا گیا ہے کہ

۱) قرآن حکیم حکمت سے بھرا ہوا ہے۔ اگر حکمت حاصل کرنی ہے تو قرآن کریم اور احادیث شریف کا علم حاصل کریں۔

۲) نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حکمت کی باتیں سکھاتے تھے (احادیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حکمت کی باتیں ہیں)۔ جو خود حکیم ہوتا ہے، وہی دوسروں کو حکمت کی باتیں سکھا سکتا ہے۔

آج ہم قرآن کریم اور احادیث شریف کو چھوڑ کر ناول، بیہودہ کہانیاں، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرنک میڈیا پر فضول باتیں سنتے رہتے ہیں اور قرآن کریم اوپر الماری میں پڑا ہوا اور کتابِ حدیث شریف بھی اوپر پڑی ہوئی آپکا منہ تک رہے ہوتے ہیں۔

۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ہر حدیث شریف حکمت سے بھری ہوئی ہے۔

۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں امام وہ ہوتا تھا جسکو قرآن حکیم اور احادیث شریف کا علم زیادہ ہوتا تھا۔ زمانہ بدل گیا، آج قرآن حکیم کی حکمت اور احادیث شریف کی حکمت کا حامل کوئی نظر نہیں آتا۔

۵) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانے میں حکمران بھی وہ ہوتا تھا جو اپنے علاقے کا سب سے زیادہ دانشور ہوتا تھا کیونکہ وہ قرآن کریم اور احادیث شریف کا پورا علم رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا قرآن حکیم کے پیراگراف میں توحید پر زور دیا ہے اور شرک کرنے والوں کیلئے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ ہمارے اردگرد بیشمار نشانیاں ہیں توحید کی لیکن اب وہ زمانہ گیا کہ جب امام بھی حکیم ہوتا تھا اور حکمران بھی حکیم ہوتا تھا۔ اگر ہم اپنے ماحول کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم بہت سی بدعات میں اور شرک کی باتوں میں ملوث ہو چکے ہیں تو حکمت کہاں سے آئیگی۔

ہمیں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے کہ اب ہم قرآن حکیم اور احادیث شریف کی باتوں کی حکمتوں کو جاننے کی کوشش کرینگے اور ان پر عمل کرینگے۔

قرآن حکیم میں ہے کہ ''**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا**''۔ (التحریم ۶۶، آیت ۸) ترجمہ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے خلوصِ دِل سے توبہ کرتے رہا کرو''۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ
وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا
لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾
ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا
ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ
لِىْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِىْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا

ترجمہ ◄ (آیات ۱۳ سے ۱۹) (اے لوگو! سن لو) تم سے پہلے ہم نے کئی قوموں کو ہلاک کیا جب انہوں نے اپنی زندگی ظلم میں گزاری۔ ہم نے انکے پاس رسول بھیجے جو واضح ہدایات لے کر آئے لیکن وہ ظالم ان پر ایمان نہیں لائے۔ خبردار رہو! ہم مجرموں کو اس طرح سزا دیا کرتے ہیں۔[۱۳]

انکے بعد پھر ہم نے تم کو زمین میں انکا جانشین بنایا تا کہ ہم دیکھیں کہ تمہارے عمل کیسے ہیں؟[۱۴]

جب انہیں ہماری واضح آیات مبارکہ (احکامات، ارشادات، نصیحتیں اور ہدایات) سنائی جاتی ہیں تو جو ہماری آخرت کی ملاقات پر یقین نہیں رکھتے (جو کہ حساب کتاب کا دِن ہے) تو وہ کہتے ہیں کہ کوئی اَور قرآن حکیم لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کر دو۔ تم انکو بتا دو، میں ایسا نہیں کر سکتا کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی کر لوں، میں تو اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتا ہے۔ اگر میں اپنے رَبِّ کریم کی نافرمانی

يُوْحٰٓى اِلَيَّ ج اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ
عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ز فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ
عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ط
اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ
شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ط قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ

کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دِن کے عذاب کا خوف ہے۔ (یعنی قیامت کے دِن کا)[۱۵]

اور یہ بھی بتا دو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں یہ قرآن حکیم تمہیں کبھی تلاوت کر کے نہ سناتا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اسکی خبر تک بھی نہ دیتا۔ (اے لوگو!) کیا آج سے پہلے میں تم میں ایک عمر نہیں گزار چکا ہوں؟ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (یعنی کیا تم نے میری اتنی عمر [یعنی ۴۰ سال] میں میری شخصیت کو نہیں جانچا کہ اگر میں نے کبھی پہلے جھوٹی بات نہیں کی تو اب میں جھوٹی بات کیسے کہہ سکتا ہوں) اور یہ بھی جان لو کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کریگا، وہ سب سے بڑا ظالم ہوگا یا جو اللہ تعالیٰ کی باتوں کا **انکار کریگا**، وہ بھی بڑا **ظالم** ہوگا۔ (یہ بات سچی ہے کہ) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے **مجرم** لوگ کبھی فلاح نہیں پاتے۔[۱۶-۱۷]

(کیا تم عقل نہیں رکھتے؟) جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن چیزوں کی بندگی

فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

کرتے ہیں (یعنی بت، سورج اور چاند وغیرہ) وہ نہ تو انکو نقصان پہنچا سکتے ہیں، نہ ہی کوئی نفع (اور جاہل) کہتے یہ ہیں کہ یہ (بت) اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہونگے۔ انکو بتاؤ کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں۔ یاد رکھو کہ وہ پاک ہے اور بلند و بالاتر ہے ان **شرک** کی باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔[۱۸]

شروع میں سارے انسان ایک ہی عقیدے کی اُمت تھے۔ بعد میں انہوں نے اختلافات کرنے شروع کیے۔ اگر تیرے رَبِّ کریم کی طرف سے پہلے سے ایک بات کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا (یعنی تقدیر نہ لکھی جا چکی ہوتی) تو جن باتوں میں وہ آپس میں اختلاف کرتے ہیں، اسکا فیصلہ فوری کر دیا جاتا۔ (تقدیر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ان باتوں کا فیصلہ قیامت کے دِن ہوگا)[۱۹]

تشریح: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا:

ہر وہ کام جو باطل ہے اور حق کیخلاف ہے، **ظلم** کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلمِ عظیم کہا ہے۔ شرک انسان کئی طریقوں سے کرتا ہے، مختصر یہ کہ اگر کوئی کام غیر اللہ کی خاطر کیا جائیگا، وہ شرک کہلائے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سب گناہ بخش سکتا ہوں، سوائے شرک کے، اسلئے آپکو اس چیز کا خاص خیال رَکھنا چاہیے اور علم حاصل کرنا چاہیے کہ **شرک کیا ہے** اور اس سے **بچنے** کی کوشش کیسے کرنی ہے؟

اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے بت اور سورج، چاند، ستارے اور اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق جیسے گائے سانپ وغیرہ کا پوجنا تو اکثر لوگ جانتے ہیں کہ یہ واضح شرک ہے

ایک دوسری کا قسم کا شرک یہ ہے کہ بہت سے انسانوں کو بھی انسان نے اللہ تعالیٰ کا دَرجہ دے دیا ہے مثلاً حضرت **عزیر** علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا۔ حضرت **عیسیٰ** علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا یا انکو اور انکی **والدہ** کو اللہ تعالیٰ کا دَرجہ دے دیا (یعنی **عقیدۂ تثلیث**) اسکے علاوہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے **علماء** اور **درویشوں** کو بھی اللہ تعالیٰ کا دَرجہ دے دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی **قبروں کو** سجدہ گاہ بنالیا''۔ (مشکوٰۃ شریف) آج کل مسلمانوں نے بھی بزرگوں کی قبروں کو حاجت روائی کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔

تیسری قسم کا شرک یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے **فرشتوں کو** اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنایا۔

چوتھی قسم کا شرک انسان کا **اپنا نفس** ہے۔ اب ہم روزمرہ کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ انسان قرآن حکیم اور احادیث شریف کے متعلق اتنی احتیاط نہیں کرتا جتنی وہ اپنے نفس کی پرواہ کرتا ہے۔ اپنی مرضی کرنے کیلئے وہ دوسرے ذرائع ڈھونڈتا ہے کہ کوئی اسکو کہے کہ تم ٹھیک کر رہے ہو مثلاً ایک زندہ مثال ہے کہ پاکستان بنا ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر اور ہمارے بیشتر قوانین قرآن وسنت کیخلاف ہیں اور ساٹھ سال ہو گئے ہیں کہ ہم یہ کوشش ہی نہیں کر رہے کہ ان قوانین کو قرآن حکیم اور حدیث شریف کے مطابق کر لیں۔ ہم اپنی مرضی سے آئین میں جو تبدیلی چاہتے ہیں جو اپنی ذات کیلئے فائدہ مند ہوتی ہے، وہ ہم کر لیتے ہیں لیکن جو پولیس، عدلیہ، جنرل ایڈمنسٹریشن، ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن، تعلیم اور بہت سے دوسرے ادارے قرآن حکیم اور سنت کے برعکس چلتے جا رہے ہیں، انکو درست کرنے کی ہم فکر نہیں کرتے۔

یہ اسلئے کہ شیطان ہمیں کہہ رہا ہے کہ جو تم کرتے ہو، کرتے رہو، یہی ٹھیک ہے۔

نفس پرستی کا ذِکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ ''**اَرَءَ يْتَ مَنِ**

اتَّخَذَ اِلٰـهَه، هَوٰهُ ط اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا''۔
(الفرقان ۲۵، آیت ۴۳) ترجمہ ''کیا آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) نے اسکی بھی حالت دیکھی ہے جس نے اپنی **خواہشوں کو** اپنا خدا بنا رکھا ہے؟ کیا آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) اسکے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟''۔

بلاشبہ ہماری ذلت، ہماری پستی، ہم میں دہشت گردی، بلاوجہ قتل و غارت اور اداروں کی ناکام کارگردی، سب اسی وجہ سے ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو چھوڑ کر اپنے نفس کو اپنا رَبّ بنایا ہوا ہے۔

جب تک ہم سیدھے راستے پر نہیں آئیں گے، ہم کسی طرح بھی ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا صاف حکم ہے کہ ''**اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْن**'' اللہ تعالیٰ دوست انکا ہے جو مومن ہیں۔ صرف کلمہ پڑھ لینے سے مومن نہیں بن جاتا بلکہ **پُرخلوص کلمہ اور اسکے ساتھ پُرخلوص عمل انسان کو مومن بناتا ہے**۔ مومن بنیں گے تو اللہ تعالیٰ کی مدد آئیگی۔ اگر غیر مومن ہی رہیں گے تو پھر **ابلیس** ہمیں ایک مصیبت سے نکال کر دوسری مصیبت میں ڈالتا چلا جائیگا۔

اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم
لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم

۝.....۝.....۝

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ
اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ
الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ ۢ
بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ
اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۚ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا
تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ
بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ

ترجمہ ◄ (آیات ۲۰ سے ۲۵) یہ لوگ (یعنی مشرکینِ مکہ) کہتے ہیں کہ اس نبی پر اسکے رَبِّ کریم کی طرف سے کوئی نشانی نازل کیوں نہیں ہوئی؟ انکو بتا دو کہ غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی نشانی بھی بھیج دے یا نہ بھی بھیجے۔ یہ اسکے اختیار میں ہے، میرے اختیار میں نہیں ہے) تم انتظار کرو (نشانی کا) میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔[۲۰]

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہی ہوتی ہیں کہ مصیبت کے بعد جب ہم انکو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ فوراً ہی ہماری نشانیوں کا **توڑ تلاش** کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ انکو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ اپنے منصوبوں میں تم سے زیادہ تیز ہے۔ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (اے مشرکین!) تمہاری سب مکارانہ چالیں لکھتے جا رہے ہیں۔[۲۱]

(ان نشانیوں میں سے) **ایک نشانی** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تم کو **چلاتا** ہے **زمین** پر بھی اور **سمندر** میں بھی حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر سازگار ہوا

عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا
اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ
الدِّيْنَ ۭ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي
الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ
عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا
مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اِنَّمَا
مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

کیساتھ سفر کر رہے ہوتے ہو تو تم خوش ہوتے ہو۔ پھر یکدم تیز ہوا آ جاتی ہے اور ہر طرف سے سمندر کی موجیں اُٹھتی ہیں اور تم خیال کرنے لگتے ہو کہ اس طوفان میں اب ہم گھرے ہی گھرے پھر اس وقت تم سب اللہ تعالیٰ کو **پورے خلوص سے** پکارتے ہو کہ اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے ہم کو اس سے بچا لیا تو ہم تیرے شکر گزار بندے بن جائینگے۔[۲۲]

اور جب ہم انکو بچا لیتے ہیں تو پھر وہ (پہلے ہی کی طرح) زمین میں ہم سے بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ (یعنی دوبارہ نافرمانیاں شروع کر دیتے ہیں)

اے لوگو! دَراصل یہ نافرمانی (بغاوت) تمہارے حق میں ہی نقصان دہ ہے۔ (کیا تمہیں یاد نہیں) دُنیا کی زندگی اور اسکے فائدے تو چند روز کیلئے ہیں، اسکے بعد (جب تم مر جاؤ گے تو) تم سب ہماری طرف واپس آؤ گے اور پھر ہم تمہیں سب کچھ کھول کر بتا دینگے جیسے عمل تم کرتے رہے تھے۔[۲۳]

فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾

دُنیا کی زندگی کی مثال تو ایسے ہے کہ آسمان سے پانی ہم نے نازل کیا اور زمین کی نباتات اُگیں جو انسانوں اور حیوانوں نے کھانی ہیں حتیٰ کہ زمین پر جب یہ فصلیں لہلہانے لگیں اور لوگ خیال کرنے لگے کہ اب ہم ان سے فائدہ اُٹھانے والے ہیں تو یکدم رات کو یا دِن کو ہمارا حکم آتا ہے تو پھر ہم اسے ایسا تباہ کر دیتے ہیں کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ (اسی طرح انسان اپنی عیاشی میں مگن رہتا ہے اور اسے موت یاد نہیں آتی لیکن یکدم موت اسکو فنا کر دیتی ہے)

اے انسان! ہم اس طرح اپنی ہدایات تمہیں کھول کر سمجھاتے ہیں تا کہ تم غور و فکر کرو (اور غیر اللہ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف آ جاؤ) [۲۴]

(کیا تم سمجھتے نہیں کہ) **اللہ تعالیٰ تو تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہا ہے** (یعنی جنت کی طرف) **اور اللہ تعالیٰ ہدایت اسی کو دیتا ہے جو ہدایت مانگتا ہے۔** [۲۵]

تشریح: کافرین مطالبہ کرتے تھے کہ کوئی نشانی (معجزہ) اللہ تعالیٰ کو بھیجنا چاہیے جس سے ہمیں یہ یقین ہو جائے کہ رَبّ ہر چیز کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ یہ قرآن حکیم اسی

کی طرف سے ہے اور یہ کہ تم حقیقتاً پیغمبر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں فرمایا کہ کسی خاص معجزے کی تو کوئی ضرورت نہیں۔ اگر تم غور وفکر سے کام لو تو تمہارے اپنے **ماحول** میں بے شمار ایسی نشانیاں موجود ہیں جو تمہیں اللہ واحد کے متعلق واضح طور پر بتاتی ہیں لیکن تم اس ماحول میں جو کچھ ہے، اس پر تو تم غور نہیں کرتے۔ اگر تم غور کرو تو پھر یقیناً اس نتیجے پر پہنچو گے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے۔ یہ قرآن حکیم اسی کی طرف سے ہے اور یہ ہمارے سچے پیغمبر ہیں مثلاً تکلیف کے موقع پر جیسے سمندر کے طوفان میں تم پھنس گئے تو اس وقت تم اللہ تعالیٰ ہی کو تو پکارتے ہو اور جب وہ طوفان سے تمہیں بچا دیتا ہے تو تم اس کو بھول جاتے ہو اور پھر واپس اپنے بتوں کی طرف آ جاتے ہو اور کہتے ہو کہ فلاں بت نے بچایا اور فلاں بت نے بچایا۔ اسی طرح ایک **دوسری مثال** تمہارے سامنے ہے کہ تمہاری زراعت کی فصل خوب لہلہا رہی ہے۔ دِن یا رات کے وقت فوراً ایک تیز جھونکا ہوا کا آتا ہے تو اس کو ہم نیست و نابود کر دیتے ہیں اور یہ **کرنے والے ہم ہی ہیں**۔ تمہارے بت تو بت بنے کھڑے ہیں۔ نہ وہ دیکھتے ہیں، نہ سنتے ہیں، نہ چلتے ہیں، نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ کیا تم اتنی عقل بھی نہیں رکھتے؟ اسی طرح ہم یکدم تمہیں موت دے دیتے ہیں اور فصل کی طرح تمہاری زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ ہم ہی کرنے والے ہیں، نہ کہ تمہارے بت۔

ان دو مثالوں کے **علاوہ** تمہارے پاس روزمرزہ بیشمار واقعات ایسے رونما ہوتے ہیں کہ اگر تم ان پر غور کرو تو اسی نتیجے پر پہنچو گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کوئی اَور نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا منشاء تو یہ ہے کہ تمہارے ماحول سے ہی تمہیں سیدھے راستے کی طرف لائے لیکن چونکہ تم خود سیدھے راستے کی طرف نہیں آنا چاہتے، اسلئے اللہ تعالیٰ تمہاری مدد نہیں کرتا۔ ہمارا تو اصول یہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اگر تم ہماری طرف ایک قدم آؤ تو ہم تمہاری مدد کیلئے دَس قدم آتے ہیں۔ اگر تم ہماری طرف چل کر آؤ تو ہم تمہیں سیدھا راستہ دکھانے کیلئے بھاگ کر تمہارے پاس پہنچتے ہیں''۔ (ماخذ از مشکوٰۃ شریف)

یہ آیات مبارکہ تو مشرکین مکہ کیلئے تھیں لیکن یہی آیات مبارکہ **ہماری رہنمائی**

کیلئے بھی ہیں۔ ہمارا بھی روزمرہ کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہم نے بہت سے مصنوعی خدا بنائے ہوئے ہیں اور ان مصنوعی خداؤں کے بھروسے پر اور انکے کندھوں پر ہم اپنی اس زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جھوٹ کو ہم نے خدا بنایا ہوا ہے، رشوت کو ہم نے خدا بنایا ہوا ہے، سفارش کو ہم نے خدا بنایا ہوا ہے، دولت کو ہم نے خدا بنایا ہوا ہے، حرام اور حلال کی تمیز مٹا کر اپنے نفس کو اپنا خدا بنایا ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ **جب امانت کا ضیاع ہونے لگے تو قیامت کا انتظار کرو**''۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! امانت کا ضیاع کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جواب دیا کہ ''**جب منصب نااہل لوگوں کے سپرد کیے جانے لگیں**''۔ (تفہیم البخاری، جلد اوّل، حدیث ۵۶)

ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ زندگی چند روزہ ہے اور دُنیا کا مال حلال وحرام سے سمیٹنے کی بجائے آخرت کا مال سمیٹنا چاہیے۔ یہی مطلب ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میں تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دے رہا ہوں''۔

دُنیا کا مال بمقابلہ آخرت کا مال:

اس زمین پر جو کچھ حرام ہے، وہ دُنیا کا مال ہے۔

جو کچھ حلال ہے، وہ آخرت کا مال ہے۔

حرام مال، حرام عمل یا حرام بات قابل سزا ہے اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

پاکیزہ بات، پاکیزہ عمل اور پاکیزہ مال قابل تعریف ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسکا اَجر یہاں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی دیتا ہے۔

۝.....۝.....۝

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ
وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا
السَّيِّاٰتِ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ ۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ
مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ
وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ
نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

ترجمہ ◄ (آیات ۲۶ سے ۳۶) جن لوگوں نے اچھے کام بہت خوبصورتی سے سرانجام دیئے تو انکے لیے بدلہ بھی بہت خوبصورت ہوگا بلکہ اس سے بھی زیادہ (قیامت کے دِن)۔ انکے چہرے نہ تو سیاہ ہونگے اور نہ ہی ان پر ذِلت چھائے گی۔ یہ لوگ ہونگے جنت کے مالک۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔[۲۶]

(اسکے برعکس) جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں تو انکی سزا انکے بُرے کام کے متناسب ہوگی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے انکو کوئی بچانے والا نہیں ہو گا۔ انکے چہرے ایسے سیاہ ہونگے گویا کہ وہ تاریک رات کا ایک ٹکڑا ہیں۔ یہ اہلِ جہنم ہیں اور اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔[۲۷]

(ایک وقت آئیگا) کہ ہم ان سب (بُرے لوگوں) کو ایک ساتھ جمع کرینگے اور پھر ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا ہے، کہیں گے کہ ٹھہر جاؤ تم بھی اور تمہارے شریک بھی۔ پھر ہم انکے درمیان جدائی ڈال دینگے۔ انکے شریک کہیں گے (یعنی

مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ
شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ
شَهِيْدًا ۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ
لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ
وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ
وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ
يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

جھوٹے خدا) تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ (یعنی وہ تو خود اپنے نفس کی عبادت کرتے تھے اور نام ہمارا لیتے تھے)[۲۸]

ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ ہم تمہاری اس عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔[۲۹]

اس وقت ہر شخص جو اس نے آگے بھیجا تھا، اسکا مزہ چکھ لے گا پھر سب اپنے مالکِ حقیقی (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹائے جائینگے اور وہ سارے مصنوعی خدا جو انہوں نے بنائے ہوئے تھے، ان سے غائب ہو جائینگے۔[۳۰]

ان (مشرکین) سے پوچھو کہ

۱) آسمان سے اور زمین سے تمہیں رزق کون دیتا ہے؟

۲) کان اور آنکھیں تمہیں کون عطا کرتا ہے؟

۳) تمہیں زندگی اور موت کون دیتا ہے؟

۴) **کائنات کا منتظم** (بادشاہ، شہنشاہ، سلطان اور حکمران [Administrator])

الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا
بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾
كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا
اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ
يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا

کون ہے؟

یہ جواب دینگے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کر رہا ہے۔

پھر ان سے پوچھو کہ تم اسکی نافرمانی کیوں کرتے ہو؟[۳۱]

یہ ہے تمہارا حقیقی رَبِّ کریم (جو یہ تمام کام تمہارے اور کائنات کے خود کرتا ہے۔ اسکے کسی کام میں بھی کوئی شریک نہیں ہوتا)

اب حق واضح ہونے کے بعد (تم پھر حق کیخلاف ہی کام کر رہے ہو تو اب یہ) گمراہی نہیں ہے تو اَور کیا ہے؟ (جب حق تم پر ظاہر ہو گیا ہے) تو پھر تم کدھر اُلٹے رُخ چلے جا رہے ہو؟[۳۲]

اس طرح نافرمان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی بات سچی ہو گئی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔[۳۳]

ان سے پوچھو کہ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو کسی **مخلوق** کو **پیدا** کرے اور پھر اسکو (موت کے بعد) دوبارہ زندہ کرے۔ ان سے کہو کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو کسی مخلوق کو پیدا کر سکتا ہے اور پھر موت کے بعد اسکو دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔ ان سے پوچھو کہ (یہ بات سمجھ لینے کے بعد) تم کیوں دھوکا کھا رہے ہو؟ (کہ

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ
مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ
يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ
اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا
لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا
ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

آخرت پر یقین نہیں رکھتے)[۳۴]

ان سے پوچھو کہ تمہارے شریکوں (جھوٹے خداؤں) میں سے کون ہے جو حق (سچائی) کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ انکو بتاؤ کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ (پھر بتاؤ مجھے) کہ جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اسکا حق زیادہ بنتا ہے کہ اسکی اطاعت کی جائے یا اسکا جو خود ہدایت یافتہ نہیں ہے بلکہ وہ ہدایت کا محتاج ہے۔

(اے مشرک لوگو!) جب تم یہ بات جانتے ہو تو پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم کیسے غلط فیصلے کرتے ہو؟ (کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ دوسروں کو بھی پوجتے ہو)[۳۵]

حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ محض **گمان** کے پیچھے چلتے ہیں (حالانکہ یہ ایک آفاقی سچائی (Universal Truth) ہے کہ) گمان (قیاس، ظن اور وہم) حق (یعنی علم) کے مقابلے میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ پورا علم رکھتا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔[۳۶]

تشریح : ان آیات مبارکہ میں مشرکین کو متنبہ کیا گیا ہے کہ **عقل سے کام لو** کہ تمہارے سب

کام تو اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور دُنیا کی سب نعمتیں بھی تمہیں وہی عطا کرتا ہے۔ تم خود جانتے ہو کہ تمہارے بت خواہ وہ پتھر کے تراشے ہوئے ہوں، خواہ وہ سورج، چاند اور ستارے ہوں، خواہ وہ قبروں میں پڑے ہوئے نبی ولی بزرگ ہوں، نہ وہ تم سے بات کر سکتے ہیں، نہ تمہاری بات سن سکتے ہیں اور نہ وہ کوئی تمہارا کام کر سکتے ہیں تو پھر کیا تمہیں خود سمجھ نہیں آتی کہ بندگی تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو لائق ہے جو کائنات کا خالق اور مالک ہے اور سب کام تمہارے لیے وہی کر رہا ہے۔ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے، نہ کی کسی کی سفارش کا محتاج ہے۔

آج کل کے زمانے میں اکثر قومیں پُرانے زمانے کی قوموں سے بت پرستی میں پیچھے نہیں ہیں۔ بھارت پتھر کی بت پرستی کرتا ہے۔ مغرب اپنے **نفس** کو پوجتا ہے اور **پارلیمنٹ** کو رَبّ بنایا ہوا ہے۔ مسلم ممالک نے دولت اور اقتدار کو اپنا رَبّ بنایا ہوا ہے اور دولت اور اقتدار کے پیچھے نفس رَبّ کے طور پر کام کر رہا ہے۔ **حقیقی عملی توحید** تو اب دُنیا میں کم ہی نظر آتی ہے **لیکن اللہ تعالیٰ واضح فرما رہا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے جو بھی کسی اَور کو اپنا رَبّ بنائے گا، وہ خسارے میں رہے گا۔**

اللہ تعالیٰ نے ''سورۃ **العصر**'' میں اسکو واضح فرما دیا ہے کہ **کامیاب** ہونے والے وہی لوگ ہونگے جو ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان رَکھتے اور اسی کے حکموں پر عمل کرتے ہیں لیکن اکثر لوگ خسارے میں رہتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ، اسکے رسولوں اور اسکی کتابوں کو چھوڑ کر اپنے اپنے جھوٹے خداؤں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ سب لوگ جہنم میں جانے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے یہ فکر نہیں ہے کہ تم کافر ہو جاؤ گے (یعنی جھوٹے خداؤں کو پوجنے لگ جاؤ گے) بلکہ مجھے فکر یہ ہے کہ زمین کے خزانے تم پر کھول دیئے جائینگے''۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! کیا خیر بُرائی لائے گی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سنو! موسم ربیع میں گھاس اُگتی ہے۔ سرسبز اور میٹھی ہوتی ہے۔ جانور اسکو کھاتا ہے۔ خوب پیٹ بھرتا ہے اور پھر دھوپ میں بیٹھ کر لِد اور پیشاب کرتا ہے''۔ (صحیح بخاری)

نوٹ: اس حدیث مبارکہ کی تشریح یہ ہے کہ ایک زمانہ آئیگا کہ تمہارے پاس مال بہت ہوگا اور تم رات دِن مال کی دُھن میں ہی لگے رہو گے۔ کماؤ گے، کھاؤ پیو گے اور جانوروں کی طرح پیٹ بھرو گے اور تمہیں اسکے سوا کوئی سروکار نہیں ہوگا گویا کہ ''تمہارا رَبّ'' بس یہی دولت ہوگی جسکی تم پوجا کرتے ہو حتیٰ کہ تمہیں موت آ جائیگی۔

تمہارا اصلی مقصد زندگی کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دُنیا تک پہنچانا ہے لیکن تم دولت کے نشے میں ایسے ڈوب جاؤ گے کہ اس مقصد کو بھول بیٹھو گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر عذاب بھیجے اور تم لوگ اس سے دُعائیں مانگو اور وہ قبول نہ کرے''۔ (ترمذی شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۹۹۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مجھے فرمایا کہ ''امارت (حکومت) طلب نہ کر کیونکہ اگر طلب کرنے سے امارت تجھے دی گئی تو تُو اس کے سپرد کر دیا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ مدد نہیں فرمائے گا) اور اگر طلب کیے بغیر تجھے دی گئی تو تیری مدد کی جائے گی (یعنی اللہ تعالیٰ تیری مدد فرمائے گا)''۔ (تفہیم البخاری، جلد دہم، ماخذ از حدیث ۶۲۲۰)

نوٹ: اس حدیث شریف کی تشریح یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رَکھنے کی بجائے جائز اور ناجائز طریقوں کو استعمال کر کے اقتدار حاصل کرتا ہے تو اس نے **اپنے نفس کو اپنا رَبّ بنایا**۔ جس نے صبر کیا اور ایک نظام کے تحت انصاف سے اسکو اقتدار دیا گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رَبّ بنایا لہٰذا اللہ تعالیٰ اسکی مدد فرماتا ہے۔

ہم اپنا امیر کیسے بناتے ہیں۔ خود غور کریں۔

۝.....۝.....۝

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَلٰـكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ
الْكِتٰبِ لَارَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ
يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا
مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ
تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ

ترجمہ ◄ (آیات ۳۷ سے ۵۶) یہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی تصنیف نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود ہیں (تورات، زبور وانجیل) یہ اس ''الکتاب'' کی تفصیل ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (لوحِ محفوظ میں) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رَبّ العالمین کی طرف سے ہے۔[۳۷]

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسکو پیغمبر نے خود بنالیا ہے (اگر کوئی خود بنا سکتا ہے) تو ان سے کہو کہ اس طرح کی ایک ہی سورت بنالاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو بلالو جسکو تم بلا سکتے ہو۔ (کہ اس سورت کی تصدیق کردے اگر تم واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو)[۳۸]

بات یہ ہے کہ جو علم وہ سمجھ نہیں سکے اور نہ ہی اسکی تفصیل سمجھ سکے تو انہوں نے اسکو جھٹلا دیا، اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں تو پھر دیکھ لو کہ ان جھٹلانے والے ظالموں کا انجام کیسا ہوا؟ (یعنی وہ صفحۂ ہستی سے ایسے مٹا دیئے گئے گویا کہ وہ کبھی بسے ہی نہیں تھے)[۳۹]

بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ
بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ
وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا
بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ
اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا
يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ
تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ

ان (مشرک لوگوں) میں سے کچھ وہ ہیں جو ایمان لے آتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو جانتا ہے۔[۴۰]

اگر یہ لوگ تم کو جھٹلائیں تو انکو صاف صاف بتا دو کہ میرا عمل میرے لیے، تمہارا عمل تمہارے لیے۔ تم پر کوئی ذمہ نہیں جو میں کرتا ہوں اور مجھ پر کوئی ذمہ نہیں جو تم کرتے ہو۔[۴۱]

ان میں بعض ایسے ہیں جو تیری باتیں سنتے تو ہیں (لیکن ان پر دھیان نہیں کرتے) کیا تو **بہروں** کو سنائے گا جو **عقل** ہی نہیں رکھتے؟ (یعنی جو سنتے ہی نہیں، اس پر غور کیا کرینگے)[۴۲]

(اسی طرح) ان میں کچھ ایسے ہیں جو تمہاری طرف نظریں کیے ہوئے ہیں (لیکن وہ دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے) کیا تو **اندھوں** کو راہ دکھائے گا؟ خواہ وہ کچھ بھی نظر سے نہ دیکھتے ہوں۔ (ایک چیز دیکھ کر عام انسان اسکو جانچتا ہے، غور کرتا ہے لیکن آنکھیں تو انکی سامنے لگی ہوئی ہیں لیکن جو دیکھ رہے ہیں، اس پر غور نہیں کرتے)[۴۳]

(اس سے ثابت ہے کہ) حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر ظلم نہیں کرتا،

لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا
سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾
وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ
فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ
بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

لوگ خود ہی **اپنے اوپر** ظلم کرتے ہیں۔[۴۴]

جب اللہ تعالیٰ ایک دِن انہیں اکٹھا کریگا تو وہ دُنیا کی زندگی کو ایسا سمجھیں گے گویا کہ یہ محض **ایک گھڑی** بھر آپس میں جان پہچان کرنے کو رہے تھے۔ (یعنی بہت ہی معمولی وقت)

اس (یعنی قیامت کے) دِن وہ لوگ خسارے میں رہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات یعنی آخرت کو جھٹلاتے تھے اور (اسلئے) انہوں نے ہدایت حاصل نہ کی۔[۴۵]

اگر ہم تمہیں (تمہاری زندگی میں) بعض وہ نتائج بھی دکھا دیں جن سے ہم انکو ڈرا رہے ہیں یا تیرے فوت ہونے کے بعد یہ نتائج دکھا دیں تو بالآخر آنا تو انہوں نے ہمارے پاس ہی ہے پھر وہاں اللہ تعالیٰ ان پر گواہ ہوگا جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔[۴۶]

ہم نے ہر اُمت کیلئے رسول بھیجا پھر جب اس اُمت کے پاس اسکا رسول آ جاتا ہے تو ہم پورے انصاف کیساتھ فیصلہ کرتے ہیں اور ان پر ذرا برابر بھی ظلم نہیں کیا جاتا۔ (کیونکہ رسول پوری طرح حلال وحرام اپنی قوم کو بتا دیتا ہے)[۴۷]

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ
اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ
لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا
يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ
مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ
آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ

اور جب لوگ پوچھیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ دھمکی کب پوری ہوگی؟[۴۸]
تو انکو بتاؤ کہ میں خود اپنی ذات کیلئے کسی نقصان اور نفع کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔
ہر اُمت کیلئے ایک وقت مقرر ہے۔ جب انکی وہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو گھڑی بھر نہ آگے، نہ پیچھے ہو سکتی ہے۔[۴۹]
ان سے کہو کہ کیا تم نے یہ کبھی سوچا کہ عذاب رات کے وقت یا دِن کے وقت، کسی وقت بھی آ سکتا ہے، اے مجرم لوگو! تم (عذاب کی) جلدی کیوں مچا رہے ہو؟[۵۰]
کیا تم اس وقت ایمان لاؤ گے جب وہ عذاب تم پر آ ہی جائے گا۔ ہاں! اب آ گیا جسکی تم پہلے جلدی مچاتے تھے۔ (اس وقت ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہوگا)[۵۱]
پھر ظالموں سے کہا جائیگا (قیامت کے روز) کہ اب ہمیشہ رہنے والا عذاب چکھتے رہو۔ کیا تمہیں اب جو کچھ تم کرتے رہے تھے، اسکے سوا کوئی اَور بدلہ دیا جائے۔

تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِئُوْنَكَ
اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۫ۖ وَمَآ اَنْتُمْ
بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي
الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا
الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا
يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَاِلَيْهِ

(کیا جہنم کی جگہ اب تمہیں جنت میں بھیجا جائے)[۵۲]

وہ پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی یہ سچ ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ کہو ہاں! ہاں! بالکل، میرے رَبِّ کریم کی قسم! یہ بالکل سچ ہے اور تم اسے روک نہیں سکتے۔ (قیامت آنے کو روک نہیں سکتے)[۵۳]

اگر ہر شخص کے پاس جس نے ظلم کیا ہے، جو کچھ زمین میں ہے، فدیے کے طور پر دے دے تب بھی اسکو عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ جب یہ لوگ اس عذاب کو دیکھ لیں گے تو اپنی شرمندگی کو چھپائیں گے اور اس وقت انکے درمیان پورے انصاف کیساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور ان پر ہرگز ظلم نہیں ہوگا۔[۵۴]

کیا تم جانتے نہیں ہو کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا نہیں ہے لیکن اکثر لوگ جاننا نہیں چاہتے۔[۵۵]

وہی تو ہے جو زندگی عطا کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور بالآخر اسی کی ہی

تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۵۶﴾

طرف پلٹ کر چلے جانا ہے۔[۵۶]

تشریح: كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيۡنَ:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا کہ یہودیوں کی طرف چلو۔ پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ چلے یہاں تک کہ بیت مدراس (ایک جگہ کا نام) تک پہنچے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اے یہودیوں کے گروہ! مسلمان ہو جاؤ گے تو سلامت رہو گے۔ جان لو کہ زمین اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کی ہے اور میں تمہیں (اگر تم اسلام نہیں لاؤ گے تو) اس سرزمین سے جلاوطن کرنا چاہتا ہوں۔ جو تم میں سے اپنا کوئی مال پائے تو اسے فروخت کر دے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۸۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے انکے مالوں پر معاملہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ہم تمہیں رہنے دیں گے جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں رکھے۔ میں (یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اب مناسب سمجھتا ہوں کہ یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جائے۔ ایک یہودی نے کہا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے تو ہمیں برقرار رکھا تھا اور ہمارے مالوں کے متعلق ہم سے معاملہ کیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی بھول گیا ہوں کہ ''تیرا (اے یہود!) اس وقت کیا حال ہوگا جب تجھے خیبر سے نکالا جائیگا اور تو اپنی اونٹنی پر راتوں کو مارا مارا پھرے گا''۔ پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جلاوطن کر دیا اور انکے پھل، مال اور اونٹ حتیٰ کہ انکے اسباب مثلاً انکے پالان اور رسیوں تک کی قیمت انہیں اَدا کر دی گئی۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۸۷۲)

خیبر کی فتح کے بعد جو کہ صلح حدیبیہ کے فوراً بعد ہوئی، مشرکین مکہ پھر بھی نہیں سمجھ سکے کہ ہمارا حشر بھی پہلی قوموں جیسا ہوسکتا ہے اور اب دیکھو! بنی اسرائیل کیساتھ بھی کیا حشر ہوا ہے کہ مسلمان ان پر غالب آ گئے ہیں۔ مکہ کے مشرکین تھے ہی **ضدی** اور **جھگڑالو**

ہمیں قرآن کریم کی ان آیات مبارکہ اور ان احادیث شریف سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ پہلی قوموں کے عذابوں سے سبق حاصل کریں اور اس قوم سے جو آج بھی موجود ہے یعنی بنی اسرائیل۔ اسکے انجام سے نصیحت پکڑیں۔ ہم اور ہمارے اُمراء اور علماء ضدی اور جھگڑالو ہیں۔ ضدی اور جھگڑالو قوم حق سے دُور رہتی ہے۔ ساٹھ سال سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ سیاسی لوگ لڑائی جھگڑے کے علاوہ اَور کوئی کام نہیں کرتے اور یہی کام ہمارے علماء کا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہم علم سے دُور حق اور سچ سے دُور سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمارا ایمان کمزور سے کمزور ہوتا جا رہا ہے اور ہم ترقی کی بجائے تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ كُلِّ بَلَآءِ الدُّنْيَا وَ عَذَابِ الْاٰخِرَة

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم وَتُبْ عَلَيْنَآ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْم

۝.....۝.....۝

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ
فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ
اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ
حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى
اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى
اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ

ترجمہ ◄ (آیات ۵۷ سے ۶۷) اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے ایک ایسی کتابِ نصیحت (یعنی قرآن حکیم) آ گئی ہے **جو دِلوں کے امراض کی شفا ہے**۔ جو سیدھا راستہ دکھاتی ہے اور جو باعثِ رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو اس پر ایمان لے آئیں۔[۵۷]

ان کو بتاؤ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے اور اس کی رحمت ہے کہ یہ کتابِ نصیحت ان کو بھیجی۔ انہیں چاہیے کہ اس پر خوشیاں منائیں کیونکہ یہ اس سے بہتر ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں۔ (یعنی دُنیا میں انسان جمع کرتا ہے مال و دولت، اولاد، اقتدار اور شہرت)[۵۸]

ان (یعنی مشرکینِ مکہ) کو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق تمہارے لیے بھیجا تو تم نے اس میں سے **خود ہی** کسی کو حرام اور کسی کو حلال بنا لیا۔ ان سے پوچھو! کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو اسکی اجازت دی یا یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول رہے ہو؟ (یہ اللہ تعالیٰ پر صریح جھوٹ ہے)[۵۹] (قانون سازی اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ بندہ اگر نئے مسائل کی قانون

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَمَا
تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا
تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ
تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ
ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ
ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾ اَلَآ اِنَّ
اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
ج ﴿۶۲﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ؕ لَهُمُ

سازی کرتا ہے تو وہ قرآن کریم، احادیث شریف اور اجتہاد سے کرے)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹی باتیں گھڑتے ہیں، انکا کیا خیال ہے کہ انکے ساتھ قیامت کے روز کیسا معاملہ کیا جائیگا؟ اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر اپنا فضل فرماتا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ (اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹی بات جہنم میں لے جائیگی لیکن اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ وہ سچ بولیں تا کہ وہ جنت میں جائیں)[۶۰]

تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور جو قرآن حکیم تم پڑھتے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو، وہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ کوئی ذرّہ برابر چیز نہ زمین میں اور نہ آسمانوں میں، نہ کوئی چھوٹی، نہ کوئی بڑی چیز ایسی ہے جو تیرے رَبّ کریم کی نظر سے پوشیدہ ہو اور وہ ایک واضح کتاب (لوحِ محفوظ) میں بھی دَرج ہے۔[۶۱]

جان لو کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، انکے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی رَنج۔[۶۲]

جو لوگ ایمان لے آئے اور اللہ تعالیٰ کی **نافرمانی** سے بچتے رہے، انکے

الْـبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْـيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْـدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُـوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْـعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُـوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰـهِ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْـرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾ هُـوَ الَّذِىْ

لیے دُنیا میں اور آخرت میں خوشخبری ہی خوشخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں (یعنی فیصلے) بدلا نہیں کرتے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے انکے لیے (جو ایمان لائے اور نافرمانی سے بچتے رہے)[۶۳-۶۴]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! **کافروں کی باتوں سے کوئی غم نہ کھاؤ**۔ تمام کی تمام عزت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ خوب سننے والا اور ہر چیز کا علم رَکھنے والا ہے۔[۶۵]

جان رَکھو کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے (کسی اَور کا نہیں۔ نہ بتوں کا، نہ نبیوں کا اور نہ ولیوں کا وغیرہ وغیرہ)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کیساتھ دوسرے شریکوں کو بھی پکارتے ہیں (دُعا کرتے ہیں، مدد مانگتے ہیں، رزق مانگتے ہیں، اولاد مانگتے ہیں وغیرہ وغیرہ) وہ صرف گمان پر چل رہے ہیں۔ (انکے پاس اس بات کا علم کوئی نہیں ہے کہ وہ انکی مدد کرتے بھی ہیں یا نہیں) یہ لوگ صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔[۶۶]

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾

یہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے رات بنائی تا کہ تم **سکون** حاصل کرو اور دِن کو **روشن** کیا (تا کہ روزی کماؤ) اس میں **نشانیاں** ہیں ان کیلئے جو غور سے ہمارا پیغام سنتے ہیں۔[۶۷]

تشریح : يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ:

جیسے انسان جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، ویسے ہی انسان اپنی روحانی (یعنی دِل کی) بیماریوں میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔ جسمانی بیماریوں کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے علاج کے طریقے بتائے ہیں، اسی طرح دِل کی روحانی بیماریوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم بھیجا ہے۔

جیسے انسانی بیماری کی شفا ڈاکٹر کی ہدایات پر عمل کرنے پر منحصر ہے، **اسی طرح دِل کی روحانی بیماریوں کی شفا قرآن حکیم پر عمل کرنے پر منحصر ہے**۔ صرف قرآن حکیم کو پڑھ لینا، وہ بھی بغیر معانی و مطالب کے یا بیشک معانی سے بھی پڑھا جائے اور عربی زبان کے علم سے بھی پڑھا جائے لیکن اگر اس پر عمل نہ کیا جائے تو روحانی بیماریوں کی شفا حاصل نہیں ہوگی۔

دِل کی بیماریوں کے علاج کیلئے پہلا قدم خلوصِ نیت، دوسرا قدم صحیح اور قابل اعتماد علم اور **تیسرا قدم عمل** ہے۔ ان تین مراحل کے بغیر قرآن حکیم آپکو شفا نہیں دے سکتا۔ یہ ایک مستقل اصول ہے جو تبدیل ہونے والا نہیں ہے۔

جب تک ہم حق کو حق اور باطل کو باطل نہیں سمجھیں گے، یہ قرآن حکیم ہمارے دل کی بیماریوں کو شفا کیسے دے سکتا ہے۔ جب تک ہم حق پر عمل نہیں کرینگے اور باطل کو نہیں چھوڑیں گے تو قرآن حکیم کا علم ہمیں کوئی فائدہ نہیں دیگا۔ اگر آپکو شک ہے تو آپ اس

آیت مبارکہ کو پڑھیں اور اس پر بار بار غور کریں۔ (دیکھیں سورۃ الاعراف ۷ آیت ۱۷۶)
اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہرانا ناقابل معافی گناہ ہے اور یہ گناہ گناہِ **کبیرۂ عظیم** ہے۔ خواہشات ان شریکوں میں سے ایک شریک ہے جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں شرک نہ کرنے کا فرمایا ہے۔

حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت ایک شخص آیا اور اس نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں مدینہ طیبہ سے صرف اس حدیث کو سننے کیلئے آیا ہوں جسکے متعلق مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے صرف آپ ہی روایت کرتے ہیں اور یہی غرض مجھے یہاں لائی ہے (یعنی میں کوئی اَور غرض ساتھ لے کر نہیں آیا) یہ سن کر حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے سنا کہ

۱) ''جس نے علم (علم دِین) حاصل کرنے کیلئے کوئی راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر گامزن کر دیتا ہے۔
۲) اور فرشتے طالبعلم کی تعظیم و رضا کیلئے اپنے بازو بچھا دیتے ہیں۔ (اس کے پاؤں کے نیچے)
۳) آسمان و زمین کی تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی طالبعلم کیلئے مغفرت طلب کرتی ہیں۔
۴) عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر۔
۵) بلاشبہ علماء حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔ (یعنی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا علم حاصل کرتے ہیں..... [دِین کا علم])
۶) اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنے ترکہ میں سونا چاندی (یعنی مال و دولت) نہیں چھوڑتے بلکہ انکا ترکہ علم ہوتا ہے۔
۷) جس نے بھی اس علم (علم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام) سے حصہ حاصل کیا،

اس نے پورا فائدہ اُٹھایا''۔

([احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۰۱)

نوٹ: اے میرے بھائی! اللہ تعالیٰ آپکو اللہ تعالیٰ کا علم حاصل کرنے کی جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے انسان تک پہنچا توفیق عطا کرے۔ ذرا غور کریں اور دوبارہ غور کریں کہ وہ زمانہ کیسا تھا کہ ایک شخص مدینہ طیبہ سے چلتا ہے، ہزاروں میل کا سفر طے کر کے دمشق پہنچتا ہے اور حضرت درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کو تلاش کرتا ہے، یہ سب اتنی مشقت کس لیے اس نے کی.....؟ [اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی **صرف ایک حدیث مبارکہ سننے کیلئے**]

اب ذرا اپنے حالات پر بھی غور کریں کہ ہمارے گھروں میں قرآن کریم موجود تو ہے بغیر ترجمے کے اور اکثر اوقات غلاف میں ہی بند پڑا رہتا ہے اور بہت بڑی قلیل تعداد ہزاروں میں ایک گھر ایسا ہوگا جس میں آپکو حدیث مبارکہ کی کوئی ایک کتاب مل جائے اور وہ بھی اسی طرح بغیر پڑھے احترام سے رَکھی ہوئی ہوگی۔

؎ افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو
دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات

[اقبال]

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا:

اس آیت مبارکہ میں اشارہ یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات آرام کیلئے بنائی ہے اور دِن روزی کمانے کیلئے بنایا ہے۔ اسی میں برکت ہے کہ انسان دِن کو اپنی روزی کمانے میں مصروف رہے اور رات آرام کرے لیکن ہم نے اسکو اُلٹ کر دیا ہے کہ قرآن کریم کی ہدایت کو چھوڑ دیا ہے اور بیمار دِل کی بات مان لی ہے یعنی رات کو دیر تک کام کرتے ہیں اور صبح کو دیر تک سوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ○ وَّجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا ○ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا**''۔ (النباء ۷۸، آیات ۹-۱۱) ترجمہ ''تمہاری نیند کو باعثِ سکون بنایا۔ رات کو لباس بنایا۔ دِن کو روزی کمانے کا وقت بنایا''۔

ہمیں بتایا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد یہ دُعا پڑھیں کہ ''**اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ**''۔اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے تیرے فضل (یعنی روزی) کا سوال کرتا ہوں۔

اس میں بھی پیغام یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بعد اب آپ نے اپنی حلال روزی کمانے میں مصروف ہو جانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو نمازِ فجر کیلئے نکلا، وہ ایمان کے جھنڈے کو لے کر نکلا اور جو (کاروبار کیلئے بغیر نماز کے) بازار کی طرف نکلا، وہ شیطان کا جھنڈا لے کر نکلا''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۵۸۹)

اس حدیث شریف کا بھی یہی مطلب ہے کہ فجر کی نماز ضرور پڑھو اور اسکے بعد اپنے کاروبارِ زندگی میں مصروف ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہارے ساتھ رہے گی اور تمہارے کاروبار میں برکت ہوگی۔

اگر تم نماز کے بغیر کاروبار کو چلے جاتے ہو اور وہ بھی صبح نہیں بلکہ بہت دیر سے کیونکہ جو فجر کی نماز کیلئے نہیں اُٹھے گا تو وہ نیند سے بھی جلدی بیدار نہیں ہوگا تو اسکے کاروبار میں **شیطان** اسکا ساتھی بن جائیگا۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب صبح ہوتی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اس طرح دُعا فرماتے

''ہم نے **صبح** کی اور اللہ تعالیٰ کے ملک نے بھی صبح کی۔تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔کبریائی اور عظمت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔اے اللہ تعالیٰ! اس دِن کی ابتداء نیکی کا سبب بنا دے۔درمیانی حصہ کو حاجتوں سے نجات کا سبب بنا دے اور آخری حصہ کو فلاح (کامیابی) کا سبب بنا دے''۔(مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۳۰۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم یہ دُعا فرمایا کرتے تھے کہ ''اے اللہ تعالیٰ! ہماری صبح میں برکت عطا فرما''۔(الحدیث)

دِن کے گیارہ بارہ بجے کاروبار کو شروع کرنا اور رات کے بارہ ایک بجے تک کرتے رہنا قانونِ فطرت کیخلاف ہے۔جو کام بھی اللہ کے اصول کے خلاف کیا جائے گا، اس میں برکت نہیں ہوگی۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ
مِّنْ سُلْطٰنٍ ۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ
اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا
كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ
قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ

ترجمہ ◄ (آیات ۶۸ سے ۷۴) بعض لوگ (یعنی یہود و نصاریٰ) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے ان باتوں سے۔ وہ تو ہر بات سے بے نیاز ہے۔ اسی کا سب کچھ ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کیا اس دعوے کا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ باتیں کہتے ہو جسکا تمہیں علم ہی نہیں ہے؟[۶۸]

انکو بتا دو کہ جو اللہ تعالیٰ کے متعلق **جھوٹ** بولے گا، وہ کوئی بھلائی حاصل نہیں کر سکے گا۔[۶۹] (یعنی اسکے کام کاج میں برکت نہیں ہوگی)

(تم ایسی باتیں دُنیا کے فائدے کیلئے کرتے ہو لیکن یاد رکھو) دُنیا کا ساز و سامان تو چند روز کیلئے ہے پھر تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور اس جھوٹے قول کے بدلے ہم تم کو شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولنے کی تمہیں سخت سزا ملے گی کیونکہ تم شرک کر رہے ہو)[۷۰]

انکو (حضرت) نوح (علیہ السلام) کا قصہ بھی سناؤ۔ اس نے اپنی قوم سے

تَذْكِيْرِىْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ
فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ
عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ
تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا
عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ
وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

کہا تھا کہ اے میری قوم! اگر میرا تمہارے درمیان رہنا اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات (نصیحتیں، احکامات اور ہدایات) تمہیں سنانا ناپسندیدہ لگتا ہے تو میرا بھروسہ تو اللہ تعالیٰ پر ہی ہے (میں تو یہ کام کرتا رہونگا) تم اپنے شریکوں کو ساتھ ملا لو اور ایک منصوبہ تیار کرلو اور تمہارے منصوبے میں کوئی پہلو بھی تم سے مخفی نہ رہے پھر میرے خلاف اسے عمل میں لے آؤ اور مجھے مہلت ہرگز نہ دو۔ (اور پھر دیکھو کہ انجام کس کا بُرا ہوتا ہے)[۷۱]

اگر تم نے میری نصیحت سے منہ موڑا (تو میرا کیا نقصان) میں تم سے کوئی اَجر تو مانگتا نہیں، میرا اَجر تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہوں۔ (یعنی خود بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کروں اور ان احکام کی تبلیغ تم کو کرتا رہوں، خواہ کچھ ہو جائے)[۷۲]

لیکن ان لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو **جھٹلایا** تو ہم نے بھی اسکو اور جو اسکے ساتھ کشتی میں تھے، انکو بچا لیا اور **انہی کو زمین میں پھر بسایا** اور جنہوں نے **ہماری** (یعنی اللہ تعالیٰ کی) **ہدایات** (ارشادات، احکامات اور نصیحتوں) کو جھٹلایا، ہم نے انکو غرق کر دیا۔ (اے لوگو!) اب غور کرلو کہ ان لوگوں کا کیسا برا انجام ہوتا ہے جن کو

بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ
بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ
قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

(عذاب سے پہلے) خبردار کر دیا جاتا ہے۔ (وہ نبی کی نصیحت کو جو کہ اللہ تعالیٰ کی نصیحتیں ہوتی ہیں، سننے سے بے نیازی اختیار کرتے ہیں اپنے تکبر کی وجہ سے) [۷۳]

پھر ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کتنی قوموں میں انکے رسول بھیجے سو وہ انکے پاس روشن دلائل لے کر آئے مگر یہ نہ ہوا کہ جس چیز کو انہوں نے پہلے جھٹلا دیا تھا، اس پر ایمان لے آتے (یعنی ان سب نے اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلایا اور وہ ہمارے عذاب سے تباہ کر دیئے گئے)۔ ہم اسی طرح حد سے نکل جانے والوں (اللہ تعالیٰ کے حکموں کی حدود سے تجاوز کرنے والوں) کے دِلوں پر مہر کر دیا کرتے ہیں۔ (اور مہر کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے) [۷۴]

تشریح: لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ:

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے **تمام دُنیا** کو خبردار کیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی **وحدانیت** پر اور ہمارے نبی حضرت محمد بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر اور ہماری کتاب القرآن الکریم پر ایمان نہیں لائیں گے، ہم انکو مہلت دیتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی بعثت تک معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے کتنی سینکڑوں قوموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہوگا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اسکے نبی کو ماننے سے انکار کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم چونکہ ساری دُنیا کیلئے نبی ہیں، اسلئے **ساری دُنیا پر لازم ہے** کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی نبوت پر اور قرآن حکیم پر ایمان لے آئیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا**''۔(سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۵۸) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے فرمایا، تم اعلان فرمادو کہ اے ''**تمام دُنیا کے**'' انسانو! میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں''۔

قیامت تک نہ تو کوئی دوسرا رسول آئے گا اور نہ کوئی دوسری شریعت آئے گی۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنی پہلی تمام شریعتیں ایک کتاب میں مکمل کر دی ہیں۔ وہ کتاب القرآن الحکیم ہے اور زمانہ جو کہ قریب آ چکا ہے۔ دُنیا کے وسائل اس حد درجہ ترقی کر چکے ہیں کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک ہر بات چند سیکنڈ میں ہوتی رہتی ہے لہٰذا عقلی طور پر نہ تو کسی نئے نبی کی ضرورت ہے اور نہ ہی نئی کتاب کی ضرورت ہے۔ دُنیا کا ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم آخری پیغمبر ہیں تو جو کوئی خوش نصیب ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لے آتا ہے۔ جو بدنصیب ہے، وہ ایمان سے محروم رہتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو کوئی یہود و نصاریٰ میں سے میرا نام سنے اور وہ مجھ پر ایمان نہ لائے تو وہ جنت میں نہیں جائے گا''۔(مشکوٰۃ)

اس حدیث شریف کو اگر ہم ذرا وسعت دیں تو اسکا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علاوہ بھی جو کوئی انسان اس زمین پر رہتا ہے، خواہ اسکا کوئی عقیدہ اور کوئی مذہب ہو، اسکے لیے لازم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کا کوئی اَور رَبّ نہیں ہے اور قرآن کریم پر ایمان لائے کہ یہ پوری انسانیت کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور مزید یہ کہ آخرت پر ایمان رَکھے۔ حساب کے دِن یعنی قیامت پر ایمان رَکھے کہ جو کچھ ہم یہاں عمل کر رہے ہیں، ایک دِن آئیگا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کا حساب لے گا اور یہ بھی کہ وہ تقدیر پر ایمان رَکھے۔ تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کا مستقبل کائنات کو بنانے سے پہلے ہی ایک کتاب میں لکھ دیا ہے۔ آپ جو بھی تدبیر کرتے ہیں اور جو بھی عمل کرتے ہیں، اسکا انجام وہی نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی الکتاب لوحِ محفوظ میں لکھ رَکھا ہے۔ ان باتوں پر یقین کرلو، تم جنت میں جاؤ گے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى
فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا
مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا
قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى
اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا
يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا
وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى
الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ

ترجمہ◄ (آیات ۷۵ سے ۸۶) ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اور (حضرت) ہارون (علیہ السلام) کو فرعون اور اسکی رعایا (پبلک) کے پاس بھیجا اپنی واضح نشانیاں دے کر (یعنی معجزات) لیکن انہوں نے **تکبر** کیا کیونکہ وہ پوری کی پوری قوم (بشمول بادشاہ فرعون اور اسکے وزراء) جرائم پیشہ لوگ تھے۔[۷۵]

جب انکے پاس ہماری طرف سے حق آیا (یعنی سچی باتیں، سچے معجزات) تو ان سب نے کہا کہ یہ تو بالکل جادو ہے۔[۷۶]

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اے لوگو! کیا تم **حق کو جادو** کہتے ہو؟ حالانکہ جادوگر تو کامیابی حاصل نہیں کرتے۔[۷۷] (اور حق ہمیشہ کامیاب ہونے والا ہے)

انہوں (یعنی فرعون، اسکے وزراء اور لوگوں) نے جواب دیا کہ کیا تم ہمارے پاس اس غرض سے آئے ہو کہ ہمیں اس طرزِ زندگی سے پھیر دو جو ہمارے باپ دادا کی تھی اور تم (دونوں) خود ملک میں بڑے بن کر بیٹھ جاؤ۔ ہم تو تمہاری بات ماننے

فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ
السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ
﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ
كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ
مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ
يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ

والے نہیں ہیں۔[۷۸]

(پھر فرعون نے سوچا کہ اسکا مقابلہ جادوگروں سے کرایا جائے تا کہ شکست کھا کر یہ ہمارا پیچھا چھوڑ دے) فرعون نے حکم دیا کہ تمام ماہر جادوگروں کو میرے پاس لایا جائے۔[۷۹]

جب جادوگر آ گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (میدانِ مقابلہ) میں کہا کہ تم پھینکو جو کچھ تم نے پھینکنا ہے۔ پھر جب انہوں نے (جادو کی رسیاں) پھینکیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو واقعی جادو ہے۔ اللہ تعالیٰ ابھی اس (باطل) جادو کو ختم فرما دیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کے کام کی اصلاح نہیں فرماتا۔[۸۰-۸۱]

اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے حق کو قائم رکھتا ہے خواہ مجرم لوگوں کو (اس حق کا قائم رکھنا) کتنا ہی ناپسند ہو۔[۸۲]

(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) پر سوائے اسکے خاندان کے اسکی قوم میں سے کوئی ان پر دِل سے ایمان نہ لائے کیونکہ وہ فرعون اور اسکے وزیروں سے ڈرتے

لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

تھے کہ وہ انکو عذاب دینگے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرعون ملک میں سب سے بڑی طاقت تھا اور وہ زیادتیاں (ظلم) کرنے والا تھا۔[۸۳]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو پھر **اسی پر بھروسہ کرو** اور اگر تم واقعتاً اسکے فرمانبردار ہو۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم توحید پرست تھی)[۸۴]

تو انہوں نے جواب میں کہا، ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں ظالم قوم کیلئے تختۂ مشق نہ بنا اور **اپنی رحمتِ خاص سے ہم کو کافر** (مشرک) **قوم سے آزاد فرما**۔[۸۵-۸۶]

تشریح : ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام فرعون، اسکے وزیروں اور اسکی قوم کے پاس نبی بن کر توحید کی دعوت دینے کیلئے گئے۔ پہلے انہوں نے فرعون اور اسکے وزراء سے یہ کہا کہ **ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان** لے آؤ لیکن انہوں نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ یہی رویہ قوم نے اختیار کیا۔ اسکے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے بنی اسرائیل کو آزاد کرنے کی درخواست کی لیکن اس نے آزادی دینے سے انکار کر دیا۔

ان آیات مبارکہ میں زیادہ موضوع فرعون کو توحید کی دعوت دینا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون، اس کے وزراء اور اس کی قوم کے سامنے نو (۹) نشانیاں پیش کیں کہ ہم (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور یہ نشانیاں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں لیکن فرعون اور اس کی قوم نے ان نشانیوں کو جادو سمجھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ کروایا تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہار کر ہمارے ماتحت آ جائیں۔ مقابلے میں جادوگر ہار گئے اور فرعون اور اسکی قوم ناکام رہے۔ جادوگروں نے تو ایمان قبول کر لیا کیونکہ وہ جادو اور اللہ تعالیٰ کے معجزے میں فرق کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے جبکہ فرعون جاہل تھا جیسے ابوجہل۔

اسی طرح ہمارے اہلِ اقتدار حق اور باطل میں تمیز کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ انکو جاننا چاہیے کہ حق ہمیشہ قائم رہتا ہے اور باطل ہمیشہ مٹ جاتا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا، **اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُه** کہ اللہ تعالیٰ جادو کو جو کہ باطل ہے مٹا دیگا اور پھر فرمایا کہ **يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِه** یعنی اللہ اپنے احکامات کے ذریعے **حق کو قائم رکھتا ہے**۔ کائنات میں حق ہمیشہ قائم رہتا ہے اور باطل بالآخر ختم ہو جاتا ہے۔ یہ ایک آفاقی سچائی (Universal Truth) ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایک اَور جگہ فرمایا کہ ''**وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا**''۔ (بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۸۱) ترجمہ ''اور آپ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کہہ دیجئے کہ حق (سچ اب) آ ہی گیا ہے اور باطل (جھوٹ) مٹ گیا ہے۔ بیشک باطل (جھوٹ) تھا ہی مٹنے والا''۔

باطل بالآخر دُنیا میں بھی مٹ جانے والا ہے اور آخرت میں بھی۔ اسکا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''**اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ**''۔ (ھود ۱۱، آیت ۱۶) ترجمہ ''کافروں کیلئے آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں ہوگا اور جو وہ دُنیا میں مصنوعی قانون سازی کرتے تھے، وہ قانون سب

ضائع ہو جائینگے اور جو وہ باطل (جھوٹے) کام کرتے ہیں، وہ سب مٹ جائینگے''۔

ہمارے لیے یہ نصیحت واضح ہے کہ ہمیں باطل کی بجائے حق پر زندگی بسر کرنی چاہیے..... گھروں میں، سڑکوں میں، بازاروں میں، اداروں میں، عدالتوں میں، اقتدار کے ایوانوں میں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ہم باطل کو چھوڑ کر حق پر کام کرنے لگیں تو بتدریج ہم اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس دُنیا میں بھی حاصل کر لینگے اور آخرت میں بھی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اب فیصلہ آپکے ہاتھ میں ہے کہ باطل (جھوٹ) پر زندگی گزارنا چاہتے ہو یا حق (سچ) پر

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک مشرک قوم سے آزاد کروا کر توحید پر قائم رہنے کا موقع فراہم کیا۔ اگر ہم مشرک کیساتھ رہتے تو موجودہ زمانے کی جمہوریت میں حکومت ہمیشہ مشرک کی ہی بنتی تھی اور ہم نے ہمیشہ بنی اسرائیل کی طرح زمانہِ فرعون میں مشرک کے غلام ہی رہنا تھا۔ اسکا آخری نتیجہ یہ ہونا تھا کہ نسل دَر نسل ہماری کچھ تعداد مشرک بنتی رہتی تھی اور زمانہ گزرنے کیساتھ وہی حال ہوتا جو سپین (Spain) میں مسلمانوں کا ہوا تھا۔

يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِىْ لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ

[ابن ماجہ]

اے اللہ! تیرے لیے ایسی ہی حمد ہے جو تیرے چہرے کی بزرگی کے لائق اور تیری سلطنت کی عظمت کے لائق ہے۔

۝.....۝.....۝

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا
بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ
اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ
رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾
قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ

ترجمہ ◄ (آیات ۸۷ سے ۹۷) ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اور اسکے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ شہر (یعنی دارالحکومت) میں تم دونوں اپنی قوم (کے قبائل) کو (جو شہر سے باہر رہتے ہیں) لاکر بسالو (تاکہ ہجرت کے موقع پر سب کا اکٹھے ہونا آسان ہو جائے) اور انکو حکم کرو کہ اپنے گھروں کو ہی قبلہ بنا کر مستقل نظامِ صلوٰت کا انتظام کریں۔ انکو بشارت دے دو۔ (کہ اب عنقریب آزادی ملنے والی ہے، اس ظلم اور استبداد سے جو تم پر کئی سالوں سے مسلسل ہو رہا ہے)[۸۷]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا فرمائی اے ہمارے رَبِّ کریم! کیا تو نے فرعون اور اسکے وزیروں کو اقتدار اور مال دُنیا میں اسلئے دیے ہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کریں۔ اے اللہ تعالیٰ! انکے مال کو تباہ کر دے اور انکے دِل سخت کر دے تاکہ وہ ایمان نہ لاسکیں جب تک کہ وہ دَردناک عذاب کو ظاہراً دیکھ نہ لیں۔ (عذاب کو تو وہ دیکھیں گے مرنے کے بعد اور اس وقت انکا ایمان لانا قبول نہیں ہوگا)[۸۸]

سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا
وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ
اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ
وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ
وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ
بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دُعا قبول کی گئی۔ **تم خود سیدھے راستے پر رہنا**۔ ان (یعنی کافروں) کے راستے پر نہ چلنا جو سیدھے راستے کا علم نہیں رَکھتے۔ (یعنی فرعون اور اسکی قوم کا راستہ)[۸۹]

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کرا دیا اور فرعون اور اسکی فوج نے ظلم اور زیادتی کی **نیت** سے انکا پیچھا کیا۔

فرعون اور اسکی فوج جب (سمندر میں داخل ہوئے) ڈوبنے لگے تو فرعون اس وقت بول اُٹھا کہ میں ایمان لایا اس اللہ تعالیٰ پر جو بنی اسرائیل کا رَبّ ہے اور میں اطاعت کرنے والوں میں رہوں گا۔[۹۰]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) کیا اب ایمان لاتا ہے (جبکہ تجھ پر اب ظاہر ہو گیا کہ تو مرنے والا ہے) حالانکہ تُو پہلے نافرمانیاں کرتا رہا اور ملک میں فساد برپا کرنے والوں میں تھا۔ (یعنی بتوں کو خدا بنایا ہوا تھا۔ بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرتا تھا اور خود خدا بنا بیٹھا تھا ''**اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى**'')[۹۱]

آج ہم تیری لاش کو محفوظ کر لیں گے تا کہ تیرے جانشینوں کیلئے عبرت کا

مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ ج فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ط
اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ
اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ
قَبْلِكَ ج لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا

ذریعہ بنے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے عبرت حاصل کرنے میں غفلت برتتے ہیں۔ [۹۲] (ہمارے غیر معمولی واقعاتِ عذاب اور واقعاتِ رحمت سے سبق نہیں سیکھتے)

ہم نے بنی اسرائیل کو اچھا ٹھکانہ دیا تھا (ارضِ مقدس یعنی فلسطین) اور انہیں **پاکیزہ رزق** لیکن انہوں نے صحیح **علم** آنے کے باوجود آپس میں **اختلاف** کیا (ہر طرح سے اتحاد کو چھوڑ دیا اور وہ قوم ایک متحد جسم کی بجائے مختلف ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ دِین کے لحاظ سے بھی اور دُنیا کے لحاظ سے بھی۔) اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن انکے درمیان فیصلہ فرمادیگا جس میں یہ اختلاف کرتے رہے تھے۔ [۹۳]

(اے مشرکینِ مکہ!) اگر تمہیں شک ہے اس واقعہ میں جو ہم نے فرعون اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کا ابھی بیان کیا ہے تو اہلِ کتاب سے بیشک پوچھ لو۔ یہ واقعہ تیرے رَبِّ کریم کی طرف سے **بالکل سچ** نازل ہوا ہے اور تم لوگ (مومنین) ہرگز تردد میں نہ پڑنا اور تم ان لوگوں (یعنی **بنی اسرائیل**) کی طرح مت ہو جانا

تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

جنہوں نے میرے ارشادات (نصیحتیں، احکامات اور آیات) کو **جھٹلایا** (ان پر عمل نہیں کیا) اور نہ تم لوگ نقصان اُٹھاؤ گے۔[۹۴-۹۵]

جن لوگوں کے متعلق تیرے رَبِّ کریم کا فیصلہ ہو چکا ہے، انکے پاس خواہ کوئی نشانی آ جائے، وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ عذاب کو آنکھوں سے دیکھ نہ لیں۔ (یعنی موت سے پہلے ایمان نہیں لائیں گے اور موت کے بعد عذاب دیکھ کر ایمان قبول نہیں کیا جائیگا)[۹۶-۹۷]

تشریح: وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ:

انسانی تاریخ میں یہ بات مسلمہ ہے کہ اقتدار (**شان وشوکت**) اور **مال و دولت** اکثر افراد کو گمراہ کر دیتے ہیں اور یہ لوگ دوسروں کی گمراہی کا بھی سبب بنتے ہیں۔

ہمارے ملک میں یہ بات بالکل عیاں ہے۔ جاگیرداری نظام، منی لانڈرنگ اور زبردستی کے اقتدار نے پورے معاشرے کو **مفلوج** کر رکھا ہے۔ ہم ایک **متحد** قوم بننے کی بجائے **منتشر** قوم نظر آتے ہیں۔ **انصاف پسند** قوم بننے کی بجائے **ظالمانہ** قوم نظر آتے ہیں۔ **رشوت**، **سود** اور **سفارش** سب بڑے لوگوں کی وجہ سے چل رہا ہے۔

غریب اور امیر میں خلیج بڑی سے بڑی تر ہوتی جا رہی ہے۔ ریاستی ادارے مفلوج

ہوتے جا رہے ہیں۔ شان وشوکت والے اور اکثر دولت مند لوگ ملک میں بے حیائی پھیلا رہے ہیں۔

چند ہاتھوں میں اقتدار کا رہنا اور چند ہاتھوں میں دولت کا گردش میں رہنا ظلم اور فساد کو جنم دیتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ** ''۔(الحشر ۵۹، آیت ۷) ترجمہ ''(فئے کا نظام اسلئے بنایا کہ) دولت، دولتمندوں کے ہی ہاتھ میں گردش نہ کرتی رہے'' کیونکہ دولت ملک میں بہت سی بُرائیاں پھیلانے کا ایک ذریعہ ہے جیسے اقتدار۔ اگر اقتدار اچھے ہاتھوں میں نہ ہو تو پھر فرعون کی طرح قوم بھی بے راہ ہو جاتی ہے۔

فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور اسکو ہدایت نہ دی۔ (دیکھیں سورۂ طٰہٰ ۲۰، آیت ۷۹)

اقتدار بہت گھاٹے کا سودا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب اور اسکے سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والا شخص عادل حاکم ہوگا۔

اور **سب سے زیادہ زیرِ عتاب اور سب سے دُور بیٹھنے والا ظالم حکمران ہو گا**''۔(جامع ترمذی، جلد اوّل، حدیث ۱۱۹۳)

حاکم کو تحفے تحائف دینے کے متعلق ایک حدیث شریف:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے مجھے یمن بھیجا تو میں روانہ ہو گیا۔ میری روانگی کے بعد ایک شخص کو مجھے واپس بلانے کیلئے بھیجا۔ میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا؟ میں نے اسلئے بلایا کہ تم نے میری اجازت کے بغیر (یعنی حکمران کی اجازت کے بغیر جبکہ میں اس وقت صدرِ ریاست بھی ہوں) **کبھی کسی سے کوئی چیز (ہدیۃً) نہ لینا، اسلئے کہ یہ خیانت ہوگی** اور جو شخص کسی چیز میں خیانت

کریگا، وہ اس چیز کو لے کر قیامت کے دِن حاضر ہوگا۔ میں نے یہی کہنے کیلئے تمہیں بلایا ہے۔اب جاؤ''۔(جامع ترمذی، جلداوّل، حدیث ۱۱۹۸)

(۱) ہمارے ہاں حکمرانوں کو تحفے تحائف دینے کا بڑا رواج ہے اور یہ دَراصل رشوت ہے، اسی لئے ہمارے ملک میں رشوت اور قانون شکنی اور خوشامد پرستی بہت ہے۔ اسی رویے نے ہمارے اداروں کو تباہ کیا ہوا ہے اور غریب آدمی کا کام بغیر رشوت کے ہونا ناممکن ہے۔**رشوت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں''۔(مشکوٰۃ)

(۲) منصب سے ناجائز فائدہ اُٹھانا بھی **خیانت** ہے۔اپنی ڈیوٹی سے غفلت، لوگوں کو ٹالنے کی کوشش کرنا، انکے کام میں دیر کرتے جانا اور اعتراضات پر اعتراضات لگاتے جانا تاکہ وہ رشوت دینے پر مجبور ہو جائے، ہمارے اداروں میں ایک عام رواج بن گیا ہے۔

اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں فرعون کے زمانے میں بھی موجود تھیں، اسلئے وہ اکیلا ہی غرق نہیں ہوا بلکہ اسکی بہترین فوج بھی اسکے ساتھ غرق ہوگئی اور بعد میں کچھ شہادتیں موجود ہیں کہ اسکی باقی قوم بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے یکدم تباہ کردی گئی۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْم

۝.....۝.....۝

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي

ترجمہ◄ (آیات ۹۸ سے ۱۰۹) قومِ یونس کے علاوہ کوئی ایسی بستی نہیں ہوئی جسکا ایمان لانا جبکہ انہوں نے **عذاب کو دیکھ لیا**، مفید ثابت ہوا۔ جب وہ قوم ایمان لے آئی تو ہم نے دُنیا میں ذِلت کا **عذاب ان سے ٹال دیا** اور پھر انہیں ایک مدتِ معین تک دُنیا میں رہنے کا موقع دیا۔[۹۸]

اگر تیرا رَبِّ کریم چاہتا کہ جو بھی زمین میں ہے، وہ ایمان لے آئے تو یہ ممکن تھا (لیکن اللہ تعالیٰ کا نظام زبردستی پر نہیں بلکہ آزادیٔ رائے پر ہے) تو پھر کیا تو لوگوں کو زبردستی مومن بنائے گا۔[۹۹]

کوئی شخص ایمان نہیں لاسکتا اللہ تعالیٰ کی اجازت (مشیت) کے بغیر اور وہ لوگ جو عقل سے کام نہیں لیتے ان پر اللہ تعالیٰ **کفر کی گندگی** ڈال دیتا ہے (یعنی وہ ایمان نہیں لاسکتے)[۱۰۰]

انکو بتاؤ کہ (اگر ایمان لانا ہے تو) آسمانوں اور زمین کے نظام کو غور سے

الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ
يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ
الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ قُلْ
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ
اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ
اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ

دیکھو۔ **جولوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے**، انکے لیے آسمانوں اور زمین کی **نشانیاں** اور انسانی **نصیحتیں** انکو کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔[۱۰۱]

دراصل یہ لوگ انتظار میں ہیں ان بُرے دِنوں کے جو پہلے لوگوں پر آ چکے ہیں۔ ان سے کہو، اچھا! تم انتظار کرو (ان دِنوں کا) میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔[۱۰۲]

ہمارا (یعنی اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ) جو رسول اور مومنین ہوتے ہیں، ہم انکو (عذاب سے) بچا لیتے ہیں **کیونکہ مومنین کو بچانا ہمارا ذِمہ ہے**۔[۱۰۳]

(**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** فرماتے ہیں کہ) اے لوگو! اگر میرے دِین کے متعلق تم شک میں ہو تو میں تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انکی بندگی نہیں کرونگا جنکی بندگی تم کرتے ہو۔ میں تو اسی ایک خدا تعالیٰ کی بندگی کرونگا جو تم کو موت دیتا ہے اور مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں مومن بن کر رہوں۔[۱۰۴]

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ
حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ
فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ
بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا
النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یکسو ہو کر اس دِین پر قائم رہوں اور ہرگز ہرگز **شرک نہ کروں**۔[۱۰۵]

اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کو نہ پکاروں کیونکہ وہ نہ مجھے کوئی نفع دے سکتی ہے اور نہ ہی نقصان اور اگر تم ایسا کرو گے تو تم ظالم شمار ہو گے۔(یعنی تم شرک کے مرتکب ہو گے)[۱۰۶]

اگر اللہ تعالیٰ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو اسکے سوا کوئی اس مصیبت سے نجات دے نہیں سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے بھلائی دینے کا ارادہ رکھے تو اسکے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے، (نبوت سے) نوازتا ہے۔ وہ بڑا ہی بخشنے والا، بڑا ہی رحم فرمانے والا ہے۔[۱۰۷]

(اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم!) اعلان کر دو کہ اے بنی نوع انسان! تمہارے رَبِّ کریم کی طرف سے تمہارے پاس حق (سچ) آ گیا ہے۔ اب جو

اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

ہدایت حاصل کریگا تو اپنے ہی فائدے کیلئے کریگا اور جو گمراہی اختیار کریگا تو اپنے ہی نقصان کیلئے اختیار کریگا۔ میں تمہارے اعمال کا **ذِمہ دار نہیں** ہوں۔ میں تو اس وحی پر عمل کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے اور مجھے حکم ہے کہ **میں صبر کروں** حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر فرمادے اور وہ بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔[۱۰۸-۱۰۹]

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

تشریح: ان آیات مبارکہ کا لبِ لباب یہ ہے کہ

(۱) عقل کو استعمال کرو۔ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرو تا کہ تمہیں **توحید** کے نظام کا علم ہو اور توحید پر ہی ایمان رکھو۔ اللہ تعالیٰ کیساتھ **شرک** کرنا **قبول نہیں** خواہ تم کتنی ہی نیکیاں کرتے جاؤ۔

(۲) تبلیغ کا کام جاری رکھو۔ تبلیغ غیر مسلموں کو بھی اور مسلمانوں کو بھی۔ تبلیغ کے جو آداب ہیں، انکو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ وقت کا خیال، ماحول کا خیال، **زبان کا استعمال** اور **اپنا عمل**، یہ سب تبلیغ میں شامل ہیں۔ ایک مبلغ ہارون رشید کے پاس آیا اور شاہی آداب سے محروم ہونے کی وجہ سے ہارون رشید کو ناراض کر دیا۔ ہارون رشید نے کہا کہ ٹھہرو! میری بات سنو۔ تم سے بہتر آدمی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے بدتر آدمی یعنی مشرک فرعون کے پاس گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! **نرمی سے بات کرنا**۔ (دیکھیں سورۂ طٰہٰ ۲۰، آیت ۴۴)

(۳) اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے پوری سورت **سورۂ الکافرون** اسی لیے بھیجی ہے۔ اگر آپ غور سے اس سورت کو پڑھیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اے کافرو! تم تو میرے دِین پر ایمان لانے والے نہیں ہو لیکن یاد رَکھو! میں بھی تمہارے دِین پر ایمان لانے والا نہیں ہوں۔

برٹش راج (British Raj) کے دوران بہت سے مسلمان لالچ میں آ کر عیسائیت قبول کرلیا کرتے تھے۔

(۴) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ رسولوں کی حفاظت کا ذِمہ ان آیات مبارکہ میں بیان کر دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان لوگوں کی حفاظت کا ذِمہ بھی اللہ تعالیٰ نے لیا ہے **جو سچے مومن ہیں**۔ فرمایا کہ ''**حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ**''۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک اجنبی شخص مسجد نبوی کے پاس کھڑا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گزرے۔ پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہنے لگا کہ میں یمن سے آیا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ سنا ہے کہ ایک جھوٹے نبی نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگ میں پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکو آگ سے بچالیا (جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو) پوچھا کہ کیا یہ واقعہ سچا ہے؟ تو وہ شخص کہنے لگا کہ میں وہی ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ پورا ماجرا سناؤ تو اس نے کہا کہ جھوٹے نبی نے مجھے اپنے پاس بلایا اور مجھے کہنے لگا کہ میرا کلمہ پڑھو۔ میں نے کہا کہ مجھے تو سنائی نہیں دیتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ پھر کہنے لگا کہ اچھا (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) کا کلمہ پڑھو۔ میں نے وہ پورا کلمہ پڑھ دیا، ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ اس سے تین (۳) دفعہ ایسی گفتگو ہوئی تو اس نے خیال کیا کہ یہ میرے کلمے کیلئے جھوٹ بولتا ہے کہ مجھے سنائی نہیں دیتا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے کلمہ کیلئے اسکو میرا حکم سنائی دیتا ہے اور وہ کلمہ پڑھتا ہے پھر غصے میں آ کر اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اسکو آگ میں پھینک دو تو لوگوں نے مجھے آگ میں پھینک دیا لیکن آگ نے مجھے کچھ نہیں کہا پھر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا تو میں اب یہاں آ گیا ہوں۔

(۵) اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مصیبت میں ڈالے تو خود اسکے سوا کوئی بھی کائنات میں ایسا

نہیں ہے جو اس انسان کو مصیبت سے نکال سکے۔

(۶) اگر اللہ تعالیٰ کسی پر رحم فرمانا چاہے تو کائنات میں کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو اسکی رحمت کو روک دے۔

(۷) جو سیدھے راستے پر چلتا ہے، اسکا فائدہ اسی کو ہی ہے۔

(۸) کوئی شخص کسی دوسرے کا ذِمہ دار نہیں ہے۔ نبی بھی کسی فرد کا ذِمہ دار نہیں ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''کہہ دو، اے لوگو! میں تو صرف اس وحی کی اطاعت کرنے والا ہوں جو مجھ پر اُترتی ہے اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں''۔ یہی بات سورۂ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے ہم تک پہنچائی کہ جو پیغمبر اس بستی میں بھیجے گئے تھے۔ جب بستی والوں نے ان کا انکار کیا تو وہ کہنے لگے کہ ہم تمہارے ذِمہ دار نہیں ہیں، ''**وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن**'' ہمارا ذِمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں یہ بھی واضح فرما دیا کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! تم کسی کو زبردستی مومن نہیں بنا سکتے۔ (اور نہ ہی ہم تمہیں حکم کرتے ہیں کہ ان پر زبردستی کرو۔)

ایمان لانا یا نہ لانا اللہ تعالیٰ نے بندے کو پورا اختیار دیا ہے۔

○.....○.....○

ھود ۱۱

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۲۳ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ
لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ
لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ﴿۲﴾ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ
تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ

ترجمہ ◄ (آیات اسے) الف-لام-را۔ یہ ایک ایسی کتاب (قرآن حکیم) ہے جسکی باتیں پختہ اور مفصل ہیں اس ذاتِ مقدس کی طرف سے جو از خود دانا ہے اور (پوری کائنات سے) باخبر ہے۔[۱]

(اے لوگو!) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی مت کرو (کسی کی خوشامد کرنا بندگی کرنا ہے) اور یہ کہ میں اس کی طرف سے تمہیں (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر) خبردار کرنے اور (فرمانبرداری پر) خوشخبری دینے والا بن کر آیا ہوں اور یہ کہ اپنے رَبِّ کریم سے **معافی** مانگتے رہا کرو اور یہ کہ اس سے **توبہ** کرتے رہا کرو، وہ تمہیں بہترین

مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝۳ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵

سامانِ زندگی عطا فرمائے گا ایک مدتِ مقرر تک اور تمہیں اپنے فضل سے ہر ایک کو اسکا حصہ عطا فرمائے گا (جو تقدیر میں لکھا جا چکا ہے)۔ اگر تم منہ موڑتے ہو (بات نہیں مانتے) تو میں تمہارے بارے میں ایک بڑے خوفناک دِن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ بالآخر تم نے جانا تو اسی کے پاس ہے اور وہ ہر چیز کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ [۲-۴]

جان لو! یہ لوگ (کافرین، مشرکین) اپنے سینوں کو ایسے دباتے ہیں تاکہ اس (یعنی اللہ تعالیٰ) سے (اپنی **نیتوں** کو) چھپا لیں۔ یہ **کپڑوں** سے اپنے آپکو ڈھانپنے کی کوشش کرتے ہیں (کہ دِل کی نیت چھپا لیں) تو وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چھپی ہوئی چیز اور ظاہر چیز کا جاننے والا ہے۔ وہ تو سینوں میں چھپے ہوئے بھید بھی جانتا ہے۔[۵]

تشریح: كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ:

اس آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ قرآن کریم میں لکھا جا چکا ہے، وہ حرف آخر ہے۔ اسکو کسی صورت تبدیل نہیں کیا جا سکتا اور اسکی آیات مبارکہ کو تفصیل سے بیان بھی کر دیا ہے تاکہ تم ان آیات مبارکہ کی حکمتوں کو سمجھ سکو اور ان پر عمل کر سکو۔

ان آیات مبارکہ میں دِین کی باتیں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائیں ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی حرام ہے۔

۲) اگر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے اور بہترین سامانِ زندگی دینے والا ہے۔

۳) اگر نافرمانی کرو گے تو اسکے نتائج اس دُنیا میں بھی خوفناک نکلیں گے اور آخرت میں بھی سخت عذاب کے تم مستحق ہو گے۔

۴) موت کا آنا لازمی ہے۔ آخرت پر یقین رَکھنا ایمان کا ایک حصہ ہے۔

۵) اللہ تعالیٰ کھلی چھپی بات کا خواہ وہ کائنات کے کسی کونے میں ہو، خبر رَکھتا ہے حتیٰ کہ دِلوں کے چھپے ہوئے ارادے اور نیتوں سے بھی واقف ہوتا ہے۔

تو ہمارے لیے نصیحت یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی **فرمانبرداری** کریں تا کہ **دُنیا** اور **آخرت** کے عذاب سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچالے۔

قرآن حکیم کو **بغیر سمجھ** کے پڑھنا ایسے ہی ہے جیسے کہ قرآن حکیم نے خود فرمایا ہے کہ ''**لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○**'' (الاعراف ۷، آیت ۱۷۹)

ترجمہ ''انکے پاس دِل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ انکے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ انکے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھو گئے ہیں''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''تین [۳] باتوں کے باعث اہلِ عرب سے محبت رَکھو:

۱) میں عربی ہوں۔ ۲) قرآن حکیم عربی میں ہے

۳) اہل جنت کی زبان عربی ہوگی''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۷۵۱)

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے عربی زبان کا سیکھنا بہت ضروری ہے اور یہ حکومت کا کام ہے کہ عربی زبان سکول سے لے کر ایم-اے تک

لازمی قرار دی جائے۔ اگر حکومت یہ قدم نہیں اُٹھاتی اور آپ اللہ تعالیٰ اسکے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اپنے جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں جو کہ ایمان کا تقاضا ہے تو پھر آپ خود انفرادی طور پر عربی زبان سیکھیں۔ اسکے بغیر قرآن کریم کو سمجھا نہیں جا سکتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کو ہم سب لوگ جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو (حضرت) عمر (فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوتا''۔ (ترمذی شریف، جلد دوم، حدیث ۳۴۵۸) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تمام فضیلتوں کے باوجود فرماتے ہیں کہ ''میں نے سورۂ بقرۃ کو دو ڈھائی سال میں سمجھا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے (حضرت) عمر (فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دِل اور زبان سے حق جاری کر دیا''۔ (ترمذی شریف، جلد دوم، حدیث ۳۴۵۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''خواب میں میرے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے کچھ پیا اور باقی (حضرت) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دے دیا''۔ پوچھا گیا کہ ''اسکی تعبیر کیا ہے؟'' بتایا گیا کہ ''علم (یعنی علم دِین)''۔ (ترمذی شریف، جلد دوم، حدیث ۳۴۵۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ بہترین عربی زبان کے ماہر ہیں پھر نبوت کے بھی قابل ہیں پھر علم دِین کے بھی ماہر ہیں، وہ فرما رہے ہیں کہ میں نے سورۂ بقرۃ دو ڈھائی سال میں سمجھی۔ ہمیں اپنی حالت پر افسوس کرنا چاہیے کہ ہم قرآن کریم کو سمجھنے کی نیت سے تو پڑھتے ہی نہیں ہیں۔ اگر سمجھنے کی نیت سے ہم نے پڑھنا ہے تو لازمی بات ہے کہ عربی زبان کو اعلیٰ معیار کیساتھ سیکھا جائے۔

قرآن کریم کو بے سمجھے پڑھنا یا اُردو ترجمے کیساتھ پڑھنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی لڑکا انگریزی پڑھے بغیر میڈیکل کالج میں داخلہ لے لے اور وہ پُر اُمید ہو کہ میں ڈاکٹر بن جاؤں گا۔ آپکے خیال میں کیا وہ ڈاکٹر بن جائے گا؟ اگر وہ اس طرح ڈاکٹر نہیں بن سکتا تو قرآن حکیم جو انسان کو انسانیت سکھانے کیلئے بھیجا گیا ہے تو ہم انسانیت کیسے سیکھ سکتے ہیں جب تک ہم اسکو سمجھیں گے نہیں۔ کیا ہمیں اتنی بھی عقل نہیں ہے؟

؎ وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ
رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٦ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ
لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ
مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ ۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا
عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا

ترجمہ◄ (آیات ۶ سے ۱۴) زمین پر کوئی ایسی ذی روح نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذِمہ نہ ہو اور جس کے متعلق وہ علم نہ رَکھتا ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے، کہاں وہ سونپا جاتا ہے (مرنے کے بعد)۔ ہر بات اور ہر چیز ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔ (لوحِ محفوظ)[۶]

وہی تو ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا چھ (۶) دِنوں میں۔ پہلے اسکا عرش پانی پر تھا (یعنی چھ (۶) ادوار [Stages] میں موجودہ حالت میں مکمل فرما دیا) تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے (آزمائش اسلئے کرنی ہے کہ جو اچھے عمل کریگا، اسکو ہم موت کے بعد جنت میں ٹھکانہ دینگے۔ جو بُرے عمل کریگا، اسکو ہم جہنم میں ڈالیں گے لیکن) جب تم ان سے کہتے ہو کہ مرنے کے بعد تم دوبارہ اُٹھائے جاؤ گے تو کافر (مشرکین) کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل واضح جادوگری ہے۔ (یعنی وہ مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے کا یقین نہیں رَکھتے)[۷]

يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ
وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸ وَلَئِنْ
اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ
لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝۹ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ
مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ
فَخُوْرٌ ۝۱۰ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۱ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ

اگر ہم نے ایک خاص مدت تک ان سے عذاب کو ٹالے رکھا ہوا ہے تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ کس نے اس عذاب کو روک رکھا ہے؟ سنو اے کافرو! جس دِن وہ عذاب آ کر رہے گا تو وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گا اور وہی عذاب جسکا آج وہ مذاق اُڑا رہے ہیں، انکو گھیر لے گا۔ (دُنیا اور آخرت کا عذاب)[۸]

جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت سے نوازتے ہیں اور پھر بعد میں اس سے محروم کر دیتے ہیں تو انسان مایوس ہو جاتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے۔ (**صبر کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور مایوس نہ ہوں**)[۹]

اگر مصیبت کے بعد جو اس پر آئی تھی، ہم اسے نعمت عطا فرماتے ہیں تو کہتا ہے کہ میرے سب بُرے دِن چلے گئے اور وہ خوشیاں مناتا ہے **اور پھر تکبر کرتا ہے**۔ (**اللہ تعالیٰ کا شکر کریں، تکبر مت کریں**)[۱۰]

لیکن جو لوگ **صبر** کرتے ہیں (اپنی مصیبتوں پر) اور نیک عمل کرتے رہتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کیلئے ہماری مغفرت ہے اور بہت بڑا اَجر ہے۔[۱۱]

اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! کہیں ایسا نہ ہو کہ جو وحی تم پر کی جا رہی

بَّعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ
يَّقُوْلُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ
اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ
﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ
مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا

ہے، اس میں سے کچھ بیان کرنا چھوڑ دو۔ (ہم جانتے ہیں کہ) لوگوں کی باتوں سے **تیرا دِل تنگ ہوتا ہے** کہ وہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اُتارا گیا۔ (یہ مالدار کیوں نہیں ہے۔) یا یہ کہتے ہیں کہ اسکے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا۔ (یہ غیر موزوں باتیں تمہیں اتنا غمزدہ نہ کردیں کہ کہیں تم وحی کے کچھ حصہ کو لوگوں تک پہنچانے میں چھوڑ بیٹھو۔ جو مطالبہ وہ کر رہے ہیں، وہ ایمان نہ لانے کے بہانے ہیں۔ انکا مطالبہ ہی غلط ہے کیونکہ) تمہارا فرض [Duty] تو صرف لوگوں کو (بُرے عمل کے انجام سے) خبردار کرنا ہے (اور بَس)۔ ہر چیز کا ذِمہ دار تو اللہ تعالیٰ ہے۔ (تم ذِمہ دار نہیں ہو۔ وہ چاہے، خزانہ بھیجے، نہ بھیجے۔ وہ چاہے، تیرے ساتھ فرشتہ بھیجے، نہ بھیجے۔ یہ تمہارا کام تو ہے ہی نہیں) [۱۲]

یہ (مشرکین) کہتے ہیں کہ تم نے یہ قرآن حکیم خود گھڑ لیا ہے۔ انکو بتاؤ (کہ اگر یہ انسان گھڑ سکتا ہو) تو تم ان جیسی دَس (۱۰) سورتیں ہی گھڑ لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو تم چاہو، اپنی مدد کیلئے بلا لو اگر تم سچے ہو۔ [۱۳]

پھر اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو انہیں علم ہو جانا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے علم سے

هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

نازل ہوا ہے اور یہ کہ اسکے سوا کوئی اَور معبود نہیں ہے۔ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اسے نہیں گھڑا لہٰذا اپنے معبودوں کو چھوڑ دو اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو) کیا تم ہماری بات اب بھی تسلیم نہیں کرو گے؟[۱۴]

تشریح : (۱) ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا تو میں ہوں اور میری اکیلی ذات سب کو رزق دینے والی ہے۔ اے انسان! تو میری سچی بات نہیں مانتا اور تو اپنے **جھوٹے خداؤں** کا بہانہ بنا کر **اپنے نفس** کی بات کو مانتا ہے حالانکہ تیرا نفس بھی میں نے ہی بنایا ہے اور میں ہی تمہارے دِل کی باتوں کو جانتا ہوں لہٰذا تمہارے لئے فائدے کی بات یہ ہے کہ تم اپنے خود ہاتھ سے گھڑے ہوئے بتوں کو بھی چھوڑ دو اور اپنے نفس کی باتوں کو بھی چھوڑ دو اور جو کچھ میں کہتا ہوں، اس پر ایمان لاؤ اور عمل کرو تا کہ تمہیں میں اس دُنیا میں بھی اپنی نعمتیں عطا کروں اور آخرت میں بھی۔

(۲) تمہارا رویہ تمہارے لیے ہی نقصان دہ ہے مثلاً ہم تمہیں جب کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو تم اسکا شکر اَدا نہیں کرتے بلکہ اُلٹا تکبر کرتے ہو اور جب ہم وہ نعمت لے جاتے ہیں تو پھر تم صبر نہیں کرتے اور اپنے بتوں کی طرف جیسے پہلے تم نے کیا، اسی طرح انکو پوجنا شروع کر دیتے ہو۔ تکبر کرنے والا تو جہنمی ہے (ماخذ از ابن ماجہ)۔ شیطان تکبر کرنے کی وجہ سے ہی مردود ہوا۔ اگر مصیبت پر صبر کرو گے اور نیک عمل کو ترک نہیں کرو گے باوجود مصیبت کے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مصیبت کو بھی ٹال دیگا، اسکا اَجر بھی عطا کریگا، تمہارے گناہوں کو بھی بخش دیگا اور پھر تمہارے لیے تمہارے حالات خوشگوار کر دیگا۔

(۳) بعض کفار کہتے ہیں کہ یہ قرآن حکیم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ میری ہی طرف سے بھیجا گیا ہے اور میں سچ بات کہہ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ ''**وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ**

اللّٰهِ حَدِيْثًا ''۔(النساء۴،آیت ۸۷)ترجمہ''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوسکتی ہے''۔

اگر تم ہماری اس بات کو مان لو کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی کتاب ہے اور جو اس میں نصیحتیں کی گئی ہیں، ان پر عمل کرو تو ہم تمہیں اس دُنیا میں بھی اَجر دینگے اور آخرت میں بھی۔

۴) تم ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو بھی رسول تسلیم نہیں کر رہے۔ جو شرائط تم لگاتے ہو، یہ ہم کر سکتے ہیں لیکن ہم کرینگے نہیں کیونکہ یہی تو ایمان کا ایک حصہ ہے کہ آیا تم غیب پر علم رَکھتے ہو یا نہیں۔

۵) اے انسان! ہم ہی نے تجھے بنایا۔ ہم ہی نے تجھے رزق دیا اور ہم ہی نے آسمان اور زمین بنائے لیکن تم سب کچھ بھول کر ہمارا شکر اَدا کرنے کی بجائے اپنے نفس اور اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے **بت** اور اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی **قبروں** کو پوجتے ہو۔ یاد رَکھو! جو بھی ہماری نافرمانی کرے گا، وہ جہنم میں جائے گا اور جو ہماری فرمانبرداری کرے گا، وہ جنت میں جائیگا۔

۶) مومن کو چاہیے کہ مصیبت کے وقت صبر کرے اور عافیت کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرے۔

○.....○.....○

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ
اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ
وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ
وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا
وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ
مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ

ترجمہ ◄ (آیات ۱۵ سے ۲۴) جو لوگ دُنیا کی زندگی اور اسکی زیب و زینت کو اپنا مقصود بناتے ہیں تو ہم انکے اعمال کا بدلہ اس دُنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے۔ [۱۵]

پھر ایسے لوگوں کیلئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں ہے کیونکہ جو کچھ انہوں نے دُنیا کی خاطر بنایا (یعنی کمایا) تھا، غائب ہو جائیگا اور جو وہ دُنیا میں عمل کرتے رہے تھے، وہ سب ضائع ہو جائینگے۔ (یعنی بے وزن ہو جائینگے) [۱۶]

وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے ایک کھلی شہادت رکھتا ہے (یعنی اسکا ضمیر اللہ تعالیٰ کی توحید پر مطمئن ہے) پھر اسکے ساتھ ایک گواہ (یعنی قرآن کریم) بھی موجود ہے (جو توحید کی تائید کرتا ہے) اور اس سے پہلے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب (یعنی تورات) بھی (اسی توحید کی تائید پر) موجود ہے جو سراسر رہنمائی کرنے والی اور باعثِ رحمت ہے تو اس قسم کے لوگ ہیں جو دراصل قرآن کریم پر ایمان لانے والے ہیں۔ جو گروہ بھی اس (یعنی توحید) سے منکر ہوتا ہے تو اسکے لیے

مِّنْهُ ق اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا ط اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ
الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ج اَلَا
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ط وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ
كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى
الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ط

آگ کا وعدہ ہے۔ پس اے پیغمبر! تم اس چیز کی طرف سے کسی شک میں مت پڑو۔ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے بالکل حق ہے (یعنی قرآن حکیم جو توحید کا ثبوت دیتا ہے) لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لائینگے۔[۱۷]

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے (اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے)۔ ایسے لوگ اپنے رَبّ کے سامنے پیش ہونگے اور شریک بھی شہادت دینگے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رَبّ پر جھوٹ گھڑا تھا۔

سن رَکھو (اے لوگو!) لعنت ہے اللہ تعالیٰ کی ظالموں پر (یعنی جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے شرک کرنے والے ہیں)[۱۸]

یہ ظالم وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس کے راستے کو (بجائے سیدھا کرنے کے) غیر مستقیم کرتے ہیں اور یہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔[۱۹] (مشرک)

یہ لوگ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کو بے بَس کر دینے والے نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ

يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ
السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾
لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى
رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ
وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا

تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی انکا حامی و مددگار ہے۔ انہیں اب دُگنا عذاب دیا جائیگا کیونکہ وہ نہ کسی کی سنتے ہیں اور نہ ہی خود دیکھتے تھے۔ (نہ تو کسی کی نصیحت سنتے ہیں اور نہ خود مشاہدہ کر کے اللہ تعالیٰ کی یکتائی پر ایمان لاتے ہیں یعنی مشرکین)[۲۰]

یہ ہیں وہ لوگ جو نقصان اُٹھانے والے ہیں اور جو انہوں نے گھڑ رکھا تھا (غیر اللہ کی فرمانبرداری کا نظام.....شرک) وہ سب ان سے غائب ہو جائیگا۔ یہ لازم بات ہے کہ وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والے ہونگے۔[۲۱-۲۲]

جو لوگ ایمان لائے (اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور قرآن کریم پر) اور نیک عمل کیے اور اپنے رَبّ کے سامنے عاجزی اختیار کی (یعنی تکبر نہیں کیا)، وہ جنت میں جانے والے لوگ ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔[۲۳]

ان دو گروہوں کی مثال (یعنی مشرک اور مومن) ایسی ہے جیسے ایک آدمی اندھا، بہرا ہو (یعنی مشرک) اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا ہو (یعنی مومن)۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں) پھر کیا (اے لوگو!) تم اس مثال پر غور (کیوں)

تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۴ ع

نہیں کرتے؟[۲۴]

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ کا مطلب خود ایک مثال سے واضح فرمادیا کہ

ایک انسان ہے جو غلط راستے پر چل رہا ہے۔ وہ دو (۲) آنکھیں بھی رَکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہی اسکو عطا فرمائی ہیں اور وہ دو (۲) کان بھی رَکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہی اسکو عطا کیے اور وہ دِل و دماغ بھی رَکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہی اسکو عطا فرمائے ہیں لیکن وہ ان سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ اندھوں کی طرح جو انکے آباؤ واجداد غلط کام کرتے رہے تھے، انہی غلط کاموں کے پیچھے لگا رہتا ہے اور خود جو کچھ وہ دیکھتا اور سنتا ہے، اس پر غور نہیں کرتا لہٰذا مرتے دَم تک وہ غلط راستے پر چلتا چلتا جہنم میں جا گرتا ہے۔ ایسا شخص رسالت کا بھی انکار کر دیتا ہے۔ قرآن کریم کو بھی آسمانی کتاب نہیں مانتا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بھی ایمان نہیں لاتا اور آخرت کو بھی نہیں مانتا۔ اسکا انجام جہنم ہے۔

دوسرا شخص اس گروہ سے تعلق رَکھتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے وہی قوتیں عطا فرمائیں ہیں لیکن وہ ان قوتوں سے فائدہ اُٹھا کر جو کچھ دیکھتا اور سنتا ہے، اس پر اپنے دِل و دماغ سے غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید کا سیدھا راستہ تلاش کر لیتا ہے۔ اس کا انجام جنت ہے۔

حجۃ الوداع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں دو باتیں تم میں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر انکو مضبوطی سے پکڑ لو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور دوسری سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی اس حدیث شریف پر غور کرنا چھوڑا ہوا ہے اور قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے کوسوں دُور نکل گئے ہیں۔ اگر ہم نے اس زندگی میں عزت حاصل کرنی ہے اور آخرت میں جنت حاصل کرنی ہے تو ہمیں قرآن کریم اور سنت سول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو دوبارہ اس طرح مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیے جیسے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ

عنہم اجمعین نے پکڑا تھا۔

حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی حکمرانی کو حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی طرز پر چلائیں کیونکہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''میرے بعد خلافت ہوگی اور **نہج نبوت** پر ہوگی۔ پھر ملوکیت ہوگی اور وہ بھی رحمت ہو گی۔ پھر امارت ہوگی اور وہ بھی رحمت ہوگی پھر لوگ حکومت کو دانتوں سے پکڑیں گے۔ (شرح مسلم از غلام رسول سعیدی بروایت امام طبرانی)

عوام کو چاہیے کہ حکمران وہ چنیں جو تم میں سب سے زیادہ **سچ** بولنے والا ہو اور **نماز** اور **زکوٰۃ** کا پابند ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ

۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''مومن جھوٹ نہیں بول سکتا''۔

۲) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''کفر اور اسلام میں تمیز کرنے والی شے نماز ہے''۔

۳) امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کیخلاف عملی جہاد فرمایا۔

[مشکوٰۃ شریف سے ماخذ کردہ]

اگر یہ تین چیزیں کسی میں نہیں ہیں تو وہ مسلم قوم کا لیڈر بننے کا اہل نہیں ہے۔

○.....○.....○

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ ز اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ
مُّبِيْنٌ ۙ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط اِنِّىْٓ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا
نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ
الرَّاْيِ ج وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَّلْ
نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ
عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰنِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

ترجمہ ◄ (آیات ۲۵ سے ۳۴) ہم نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو اسکی قوم کی طرف (شرک کے انجام پر) خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا۔ (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، میں تم کو ایک بڑے دَردناک دِن کے عذاب سے ڈَراتا ہوں۔ (یعنی قیامت کا دِن) [۲۵-۲۶]

قوم کے **سردار** جو (حضرت) نوح (علیہ السلام) کی بات ماننے کیلئے تیار نہیں تھے، کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں اپنے جیسا ہی ایک انسان دیکھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری اطاعت کرنے والے تو معاشرے کے کمزور ترین لوگ ہیں اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تم ہم سے کسی چیز میں بھی فضیلت نہیں رَکھتے بلکہ ہم تو تمہیں **جھوٹا** سمجھتے ہیں۔ [۲۷]

(حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ اے **میری قوم**! کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں اپنے رَبِّ کریم کی طرف سے ایک واضح ہدایت (یعنی منصبِ نبوت) پر

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا
كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ
اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا
تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ
طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ
عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ
اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ

ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت (یعنی وحی) سے بھی نوازا ہے لیکن تم اس رحمت کو دیکھنے سے **اندھے** ہو۔ تو اب کیا میں **زبردستی** (اللہ تعالیٰ کے پیغام کو) جبکہ تم نہیں چاہتے، تم پر چپکا دوں۔[۲۸]

اور اے میری قوم! میں اس کام کے بدلے تم سے کوئی اَجر نہیں مانگتا۔ میرا اَجر تو اللہ تعالیٰ کے ذِمے ہے اور میں ان لوگوں کو دھکے دینے سے بھی رہا جنہوں نے میری بات مان لی ہے۔ وہ اپنے رَبِّ کریم سے ملاقات پر یقین رَکھتے ہیں (لیکن تم ملاقات پر یعنی آخرت پر یقین نہیں رَکھتے) کیونکہ تم ایک **جاہل قوم** ہو۔[۲۹]

اور اے میری قوم! اگر میں انہیں دھتکاروں تو مجھے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کون چھڑائے گا؟ کیا تم سوچتے نہیں ہو؟[۳۰]

میں کب کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں یا میں غیب کا علم رَکھتا ہوں یا میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ جن لوگوں کو

لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ
اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا
يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا
تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا
يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾
وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ
اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ قف
وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ؕ

تمہاری آنکھیں حقارت سے دیکھتی ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے کوئی بھلائی نہیں دی۔ انکے دِل کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اگر میں ایسا کہوں تو میں ظالموں میں شمار ہونگا۔[۳۱]

لوگوں نے کہا کہ اے (حضرت) نوح (علیہ السلام)! تو نے ہم سے بہت جھگڑا کرلیا۔ اب تو لے آ وہ عذاب جسکی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو واقعتاً سچا ہے[۳۲]

(حضرت) نوح (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ عذاب تو دَراصل اللہ تعالیٰ ہی لائے گا اگر وہ چاہے اور تم اسکو روکنے والے نہیں ہو۔[۳۳]

اگر میں تم سے کوئی بھلائی کرنے کا ارادہ کروں بھی تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھٹکا دینے کا ارادہ کر ہی لیا ہو (پھر بھی مت بھولو) کہ تمہارا رَبّ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی کی طرف تم نے پلٹ کر جانا ہے۔[۳۴]

تشریح : یہ آیات مبارکہ حضرت نوح علیہ السلام اور انکی قوم کے درمیان جو بحث ومباحثہ چلتا رہا، اسکی اطلاع دے رہی ہیں۔ انکی قوم کا بھی حال وہی تھا جو مکہ میں مشرکین کا حال تھا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم جو کہ مکہ مکرمہ میں ہی پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ ہی میں زندگی بسر کی، انکی سیرت مشرک قوم کے سامنے تھی لیکن مشرکین انکی صلاحیتوں کا ادراک نہ کر سکے۔ انکی آنکھیں بند رہیں، انکے کان بہرے رہے، انکے دل و دماغوں پر پردہ پڑا رہا، اسی طرح جس طرح قومِ نوح کا حال تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام بھی اپنی قوم میں پیدا ہوئے، وہاں ہی زندگی بسر کی اور اپنی قوم میں معاملات کرتے رہے لیکن قوم انکی شخصیت کو پہچان نہیں سکی کیونکہ وہ بھی مشرکین تھے اور عقل کے اندھے تھے۔

ہم توحیدِ باری تعالیٰ پر ایمان تو رَکھتے ہیں۔ ہم رسالت اور قرآن کریم پر بھی ایمان رکھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایمان ہمارے اکثر لوگوں کا صرف **حلق** کی حد تک ہے، **دِل** تک نہیں پہنچا۔ اگر دِل کی حد تک پہنچ جائے تو پھر اسی قوم میں اللہ تعالیٰ نے اتنی صلاحیتیں پیدا فرمائی ہیں کہ اس قوم کا دُنیا کی بہترین قوم بن جانے میں کوئی شک نہیں ہے اور اسکی جزا اللہ تعالیٰ نے دُنیا اور آخرت میں بہترین رَکھی ہے..... دُنیا میں بھی عزت، آخرت میں بھی عزت۔

یہی قوم تھی جب ایک مردِ مومن نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آزادی کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا اور کروڑوں انسانوں کو سخت ترین حالات میں مشرکین کی بالادستی سے نکالا اور توحیدِ باری تعالیٰ پر مبنی ایک آزاد ریاست قائم کی۔

آج بھی ہمیں ایک مردِ مومن کی سخت ضرورت ہے جو اس قوم کو پھر سے زندہ کر دے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اس کتابِ ہدایت (یعنی قرآن حکیم) کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بعض قوموں کو عروج عطا فرماتا ہے اور بعض کو پست کر دیتا ہے''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۰۱۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جسکے دِل میں ذرّہ برابر بھی قرآن کریم نہیں، وہ (دِل) ویران گھر کی مانند ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۰۳۲) ویران گھر میں

کیڑے مکوڑے، سانپ اور شیطان ہوتے ہیں۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص دس مرتبہ سورۃ الاخلاص کی تلاوت کرے، اسکے لیے جنت میں ایک محل تعمیر کیا جاتا ہے۔ جو بیس مرتبہ پڑھے، اسکے لیے دو محل۔ جو تیس مرتبہ پڑھے، اسکے لیے تین محل ہونگے''۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ''خدا کی قسم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! اس طرح تو ہم جنت میں بہت سے محل بنالیں گے؟'' تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی عطا بہت وسیع ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۰۸۱)

قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہمارے پاس ہونے کے باوجود ہم ہر لحاظ سے ترقی کی بجائے تنزل کی طرف جارہے ہیں۔

غور وفکر کا مقام ہے

ویران گھر:

اوپر حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جسکے سینے میں قرآن کریم نہیں، وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ ویران گھر میں کیا ہوتا ہے؟

(۱) شیاطین جن

(۲) شیاطین انسان۔ جب انکو موقع ملتا ہے تو ایسی ویران جگہ پر جا کر بدمعاشی کرتے ہیں، شراب پیتے ہیں، جوا کھیلتے ہیں، لوگوں کی غیبت اور چغلیاں کرتے ہیں اور نہ جانے کیا کیا شیطانی حرکتیں کرتے ہیں۔

(۳) کیڑے مکوڑے سانپ، ہر قسم کی زہریلی مخلوق وہاں پیدا ہوجاتی ہے۔

(۴) ویران گھر میں کوئی صفائی کیلئے نہیں آتا لہٰذا یہ چیزیں اور عام گندگی زیادہ سے زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

(۵) ویران گھر گندگی کا ڈھیر بھی بن جاتا ہے۔ صفائی کرنے والے اپنا کوڑا کرکٹ وہاں پھینکنا شروع کردیتے ہیں۔

یہ حالت ہوتی ہے اس سینے (دِل ودماغ) کی جس میں قرآن کریم نہیں ہوتا۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ
اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاُوْحِيَ
اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ
اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ
الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ
الْفُلْكَ قف وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا
مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا

ترجمہ ◄ (آیات ۳۵ سے ۴۹) (کیا یہ لوگ مشرکینِ مکہ) کہتے ہیں کہ قرآن حکیم یہ شخص (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم) خود لکھ لایا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ (اگر میں نے یہ جرم کیا ہے تو) اسکا ذِمہ دار میں ہو اور جو جرم تم کرتے ہو، اسکے ذِمہ دار تم ہو۔[۳۵]

ہم نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) پر وحی بھیجی کہ جو لوگ تمہاری قوم میں سے ایمان لا چکے ہیں، انکے علاوہ اب کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے تو جو بُرے کام یہ کر رہے ہیں، ان پر افسوس نہ کرو۔[۳۶] (اے محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! تم بھی مشرکین مکہ پر افسوس نہ کرو)

تم ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بناؤ (اور یاد رکھو) کہ ظالموں کے متعلق مجھ سے کوئی بات نہ کرنا (یعنی سفارش نہ کرنا) کیونکہ وہ عنقریب غرق ہونے والے ہیں۔[۳۷]

تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ
يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا
جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ
كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ
الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾
وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰهَا ؕ
اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ

(حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کشتی بنانی شروع کی۔ جب کوئی اسکی قوم کے بڑے لوگوں میں سے اسکے پاس سے گزرتا تو وہ اسکا مذاق اُڑاتا۔ (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ جیسے تم ہم پر ہنس رہے ہو، ہم بھی تم پر ہنسیں گے۔[۳۸]

اور تمہیں اس وقت پتہ چل جائیگا کہ کس پر رُسوا کرنے والا اور ہمیشہ رہنے والا عذاب آتا ہے۔(یعنی جہنم کا عذاب)[۳۹]

پھر جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور اُبلنے لگا تو ہم نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) سے کہا کہ ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رَکھ لو اور اپنے گھر والوں کو سوائے اسکے جسکے متعلق پہلے تمہیں بتایا جا چکا ہے اور انکو بھی بٹھا لو جو ایمان لائے اور وہ بہت تھوڑے تھے۔[۴۰]

(حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ اب سوار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر۔ اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہے۔ میرا رَبّ کریم بڑا غفور و رحیم ہے۔[۴۱]

مَوْجٍ كَالْجِبَالِ قف وَنَادٰى نُوْحِ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ
فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ
مِنَ الْمَآءِ ط قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا
مَنْ رَّحِمَ ج وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ
الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ
اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ
عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

کشتی چلی جا رہی تھی پھر ایک موج گویا کہ پہاڑ ہے، اُٹھ رہی تھی۔ (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو پکارا جو دُور فاصلے پر کھڑا تھا۔ کہنے لگا کہ اے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ کافروں کا ساتھ چھوڑ دے۔[۴۲]

اس نے کہا کہ میں ابھی ایک پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔ (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا کہ آج کوئی بچانے والا نہیں ہے سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پر رحم فرمائے۔

فوراً ایک موج آئی اور دونوں کے درمیان حائل ہوگئی اور وہ غرق ہو کر رہا دوسروں کیساتھ۔[۴۳]

اب اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا (جذب کر لے) اور اے آسمان تو رُک جا (برسنا بند کر دے) چنانچہ پانی زمین میں بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوا۔ کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی اور اعلان ہوا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کہ دَفع دُور ہو جا اے ظالموں کی قوم![۴۴]

وَنَادٰى نُوۡحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِىۡ مِنۡ اَهۡلِىۡ
وَاِنَّ وَعۡدَكَ الۡحَقُّ وَاَنۡتَ اَحۡكَمُ الۡحٰكِمِيۡنَ ﴿۴۵﴾
قَالَ يٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ
صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنِّىۡۤ
اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ
اِنِّىۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ
ؕ وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِىۡ وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ
﴿۴۷﴾ قِيۡلَ يٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيۡكَ

اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رَبّ سے یہ بھی کہا کہ اے رَبِّ کریم! میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے (کہ تو اہلِ بیت کو بچالے گا) اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔[۴۵]

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اے (حضرت) نوح (علیہ السلام)! وہ بیٹا تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ اسکے عمل بُرے ہیں۔ (تیرے اہل والے تو وہ ہیں جو تجھ پر ایمان لائے اور تجھ جیسے نیک عمل کیے) لہٰذا تم اس بات کا سوال مت کرو جسکی حقیقت کا تمہیں علم نہیں۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ جاہل مت بنو۔[۴۶]

اے میرے رَبِّ کریم! میں تیری پناہ میں آتا ہوں (کہ آئندہ) تجھ سے وہ سوال کروں جسکی حقیقت کا مجھے علم نہیں اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں نقصان اُٹھانے والوں میں ہو جاؤں گا۔[۴۷]

(حضرت) نوح (علیہ السلام) سے کہا گیا کہ اُتر جاؤ نیچے ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اور برکت ہے تم پر اور تمہاری **اُمتوں** پر جو تمہارے ساتھ ہیں اور کچھ

وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع

اُمتیں ایسی ہیں کہ ان کو کچھ مدت کے لیے سامانِ زیست عطا کریں گے پھر انکو ہماری طرف سے **عذابِ الیم** کا سامنا ہوگا۔ (اور بعض اُمتیں انہی میں سے سیدھے راستے پر چلیں گی)[۴۸]

اے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم)! یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم پر وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم، نہ تمہاری قوم یہ خبریں جانتی تھی۔ **پس صبر کرتے رہو** (اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کیساتھ ہوتا ہے) (اور یاد رکھو) کہ بہتر انجام متقیوں کیلئے ہی مقرر ہے۔ (متقی وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا رہتا ہے) [۴۹]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ مشرکین مکہ کو سنایا ہے کہ اگر تمہارا رویہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کیساتھ وہی رہا جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا اپنے نبی کیساتھ تھا کہ جنہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کا انکار کیا اور تم بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت کا انکار کر رہے ہو لہٰذا بعید نہیں کہ ایک دِن تمہیں بھی عذابِ الیم کا سامنا کرنا پڑے اور زمین کی ہستی سے تم کو بھی نیست و نابود کر دیا جائے۔

یہی آیات مبارکہ ہمارے لیے بھی باعث نصیحت ہیں کہ اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بات **عملی طور پر نہ مانی** تو ممکن ہے کہ انجام اچھا نہ ہو۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہ مال و دولت کام آئیگا، نہ اقتدار و وجاہت اور نہ خاندان بلکہ ہر شخص کا عمل اسکو یا تو جہنم میں لے جائیگا یا جنت میں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ واحد پر، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اسکے نبی اور رسول پر اور قرآن کریم اسکی کتاب پر ایمان رَکھتے ہیں لیکن **ہمارے اکثر اعمال** وہ نہیں ہیں جو قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق ہونے چاہیں۔

ہمارا پورا نظامِ حکومت اسلام سے دُور ہے۔ یہ حکمران کی ذِمہ داری ہوتی ہے کہ قوم کو سیدھے راستے پر رَکھے ورنہ وہ خود بھی جوابدہ ہوگا اور قوم بھی اسکے خلاف گواہی دینے والی بن جائیگی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور ہدایت نہ کی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''**وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ○**''۔ (طٰہٰ ۲۰، آیت ۷۹) ترجمہ ''فرعون اپنی قوم کو گمراہ کرتا رہا اور ان کو کبھی سیدھا راستہ نہیں دکھایا تھا''۔

ابھی بھی وقت ہے کہ **ہمارے بڑے** قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی طرف پلٹ آئیں۔

ہر فرد کو چاہیے کہ قرآن کریم اور احادیث شریف کا باقاعدہ اور گہرا مطالعہ کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق ان پر عمل کرے۔اللہ تعالیٰ آپکی دُنیا بھی پاکیزہ بنا دیگا اور آخرت بھی سنوار دیگا۔

؎ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

[اقبال]

○.....○.....○

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا
مُفْتَرُوْنَ ۝۵۰ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ
اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۵۱ وَيٰقَوْمِ
اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ
عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا
تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۵۲ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ
وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ

ترجمہ ◄ (آیات ۵۰ سے ۶۰) اور ہم نے قومِ عاد کی طرف انکے بھائی (حضرت) ھود (علیہ السلام) کو بھیجا۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرو، اسکے سوا کوئی تمہارا رَبِّ کریم نہیں ہے۔ جو تم نے گھڑ رَکھے ہیں (یعنی بت)، **وہ تو رَبّ نہیں ہیں**۔[۵۰]

اے میری قوم! کیا تم عقل نہیں رَکھتے کہ میں اس کام پر (یعنی تمہیں سیدھے راستے پر لانے کیلئے جو کہ تمہارے ہی فائدہ کی بات ہے) تم سے کوئی اَجر نہیں مانگتا۔ میرا اَجر تو اس ذاتِ مقدس کے پاس ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا۔[۵۱]

اے میری قوم! اپنے رَبّ تعالیٰ سے **معافی مانگو** پھر اسکی طرف پلٹ آؤ (یعنی اسی کی ہی بندگی کرو اور اپنے بتوں کو چھوڑ دو) تو اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہیں قوت پر قوت عطا فرماتا جائیگا اور مجرم بن کر اسکے راستے سے منہ مت پھیرو۔[۵۲]

لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ
اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا
اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ
فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّيْ
تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ
اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ
بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا

انہوں نے جواب دیا کہ اے (حضرت) ھود (علیہ السلام)! تو ہمارے پاس کوئی واضح نشانی (رَبِّ کریم کی اور اپنی رسالت کی) لے کر نہیں آیا اور ہم تیرے کہنے سے اپنے بتوں کو نہیں چھوڑ سکتے اور ہم تمہاری بات ماننے والے نہیں ہیں۔[۵۳]

ہم تو کہتے ہیں کہ ہمارے خداؤں میں سے کسی کی مار تم پر پڑ گئی ہے۔ (حضرت) ھود (علیہ السلام) نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے ہوئے ہیں، میں ان سے لاتعلق ہوں۔ (میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں) کہ تم سب مل کر میرے خلاف جو کرنا ہے، کر گزرو اور مجھے مہلت بھی نہ دو۔[۵۴-۵۵]

میں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہوں جو میرا رَبِّ کریم ہے اور وہی تمہارا بھی رَبّ تعالیٰ ہے۔ کوئی ذی روح ایسی نہیں جسکی **پیشانی** اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی نہ ہو۔ بیشک میرا رَبِّ کریم **صراطِ مستقیم** پر قائم ہے۔[۵۶]

تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِيْظٌ ۝۵۷ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝۵۸ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝۵۹ وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝۶۰ ع

اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو میں جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں، وہ میں تم کو پہنچا چکا ہوں اب میرا رَبّ کریم تمہاری جگہ کسی **دوسری قوم** کو لے آئیگا اور تم اسکا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ میرا رَبّ کریم ہر چیز پر نگران ہے۔[۵۷]

پھر جب ہمارا حکم (یعنی عذاب) آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے (حضرت) ھود (علیہ السلام) اور اسکے ساتھ جو ایمان لائے تھے، انکو بچا لیا اور ایک سخت عذاب سے انہیں محفوظ رکھا۔[۵۸]

یہ ہیں عاد۔ انہوں نے اپنے رَبّ کی بندگی سے انکار کیا اور اسکے رسول (علیہ السلام) کی نافرمانی کی اور ہر ظالم دُشمنِ حق کے حکم پر چلتے رہے۔[۵۹]

اور ہم نے اس دُنیا میں بھی ان پر **لعنت** لگا دی اور قیامت کے روز بھی۔ سن رَکھو کہ قومِ عاد نے **اپنے رَبّ کی اطاعت سے انکار کیا**۔ سن رَکھو کہ قومِ عاد (ہماری رحمت سے) دُور پھینک دیئے گئے۔[۶۰]

تشـــریح : قومِ عاد بھی مشرکینِ مکہ کی طرح بت پرست قوم تھی اور توحید سے کوسوں دُور تھی۔ باوجود حضرت ھود علیہ السلام کی رات دِن کی محنت کے، وہ اپنے شرک کو چھوڑنے کیلئے راضی نہیں ہوئے۔

حضرت ھود علیہ السلام نے ان سے یہ وعدہ بھی کیا کہ اگر تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ تو وہ تم پر آسمان سے بارش برسا کر تمہیں دولتمند کر دے گا۔ تمہاری فصلیں، تمہارے باغات، تمہاری ہر طرح کی زراعت کو ترقی دے گا۔ خوب پھل پھول کر تمہیں دُنیا کی ایک طاقتور قوم بنا دے گا۔

پھر حضرت ھود علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی ڈرایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تباہ کر کے ایک دوسری قوم کو لا سکتا ہے، یہ اسکے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

نہ تو انہوں نے دولت کی فراوانی کے وعدے کا اَثر لیا اور نہ ہی عذاب سے خوف کا اَثر لیا۔ وہ اپنی انہی عادات پر چلتے رہے جو شرک کی وجہ سے سب کی سب اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق جرم تھیں۔

یاد رَکھو کہ انسان کیلئے حلال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ حلال فرماتا ہے اور حرام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ حرام کرتا ہے لہٰذا وہ چیزیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اگر انسان ان کو حلال کر لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا **مجرم** بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے **شرک** کو حرام کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت **بڑا جرم** ہے۔ قیامت کے دِن سب سے زیادہ سخت عذاب شرک کرنے والوں کو ہی دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ **اللہ تعالیٰ** نے فرمایا کہ ''میں سب گناہ معاف کر سکتا ہوں سوائے شرک کے''۔ (دیکھیں سورۃ النساء ۴، آیات ۴۸ اور ۱۱۶)

پرانے زمانے میں تو شرک بتوں کے ذریعے ہوتا تھا۔ شرک کی بنیاد **انسان کا اپنا نفس** ہے۔ پرانے زمانے میں اپنے ہاتھ سے گھڑے ہوئے بتوں کو بہانہ بنا کر انسان اپنے نفس کی خواہشات پر زندگی کی بنیاد رَکھتا تھا۔

آج کل گھڑے ہوئے بت تو تقریباً دُنیا سے غائب ہیں سوائے ایک ملک کے (یعنی بھارت) لیکن **نفس کا بت** پہلے سے زیادہ بڑا ہو چکا ہے۔ **اس نفس کے بت نے**

ایمان لانے والوں کو قرآن حکیم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے دُور کر دیا ہے اور وہ قومِ عاد کی طرح نہ تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر اَدا کرتے ہیں اور نہ ہی اسکے عذاب سے ڈَرتے ہیں حالانکہ انکے پاس قرآن حکیم اسی طرح موجود ہے جس طرح یہ اُترا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا اسوۂ حسنہ (بہترین نمونہ زندگی) اسی طرح واضح موجود ہے جس طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سامنے موجود تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈَرنے والا ہوں''۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ ''جب کوئی آندھی آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا رَنگ بدل جاتا (اللہ تعالیٰ کے خوف سے) کہ شاید اس میں کہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ چھپا ہوا ہو اور جب سورج گرہن یا چاند گرہن لگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اس وقت تک نماز میں رہتے (اللہ تعالیٰ کے خوف سے) جب تک کہ گرہن صاف نہیں ہو جاتا''۔ (مشکوٰۃ)

ایک **اُمّ المومنین** نے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے عرض کی کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اتنی عبادت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے اللہ تعالیٰ نے تو سب گناہ معاف فرما دیئے ہیں'' تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے جواب دیا کہ ''**کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں**''۔ (مشکوٰۃ)

اب ذرا ہم اپنے طریقۂ زندگی پر بھی غور کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں دی ہوئی ہیں، اتنی کثیر اور اتنی عظیم ہیں کہ ہم انکے شکریہ کا حق نہیں اَدا کر سکتے۔ آزادی کے بعد چند دفعہ ہمیں اپنے عذاب سے بھی جھنجھوڑا گیا کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ایک قوم کی حیثیت سے ایسا شکر اَدا نہیں کر رہے جیسا کہ کرنا چاہیے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دونگا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب

بھی بڑا سخت ہے''۔ (**دیکھیں سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت ۷**)

مشرک قوم سے آزادی بذاتِ خود ایک بہت بڑی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے ہمیں توحید پر قائم رہنے کیلئے ایک آزاد ریاست عطا کی۔ چاہیے تو تھا کہ اپنے دِین کے مطابق ہم اپنی زندگی کو اور اپنی طرزِ حکمرانی اور انتظامیہ کو قرآن کریم وسنت کے مطابق استوار کرتے لیکن ہم نے اپنی مرضی کے قوانین بنانے شروع کر دیئے۔ قانون سازی اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے قوانین کو تبدیل کرنے کا حق کسی کو نہیں دیتا اور نہ کسی کو دیا ہے نہ نبیوں کو نہ پارلیمنٹ کو۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت کی جب ان کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا

۱) فیصلے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق کرنا

۲) اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق کرنا

۳) اور اجتہاد سے

[مشکوٰۃ شریف]

اجتہاد وہی کر سکتا ہے جو قرآن کریم پر اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر پوری مہارت رکھتا ہے۔

جس پارلیمنٹ میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے نہ کبھی قرآن کریم پڑھا اور نہ کبھی احادیثِ رسول پڑھیں۔ کیا وہ اجتہاد کے قابل ہیں۔

رَبَّنَا اغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَآ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡم

۝.....۝.....۝

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ
الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ
قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ
نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا
تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ
كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً ؕ

ترجمہ ◄ (آیات ۶۱ سے ۶۸) اور ثمود کی طرف ہم نے انکے بھائی (حضرت) صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم! صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو، اسکے علاوہ تمہارا کوئی رَبّ تعالیٰ نہیں ہے۔ اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اسی نے تم کو یہاں بسایا۔ پس اسی سے معافی مانگو اور اسی کی طرف پلٹ آؤ (توبہ کر کے سیدھے راستے پر آ جاؤ) یقیناً **میرا رَبّ کریم قریب بھی ہے اور دُعاؤں کو قبول کرنے والا بھی ہے**۔[۶۱]

قوم کے لوگوں نے کہا کہ اے (حضرت) صالح (علیہ السلام)! اس سے پہلے تو ہمارے اندر تم سے بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ اب کیا تو ہمیں منع کرتا ہے ان خداؤں کی عبادت کرنے سے جنکی ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں اور جس راستے کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے، اس میں تو ہم کو سخت شک ہے۔ (کہ تمہارا **راستہ درست** نہیں لگتا۔ ہمارا راستہ ہی درست ہے)[۶۲]

(حضرت) صالح (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میری قوم! کیا تم دیکھتے

فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ قف فَمَا
تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ
لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا
تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾
فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ط
ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا
نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

نہیں ہو کہ میں اپنے رَبِّ کریم کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں (یعنی منصبِ نبوت پر ہوں) اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص رحمت ہے۔ اگر میں اسکی نافرمانی کروں تو کون ہے جو مجھے اسکی پکڑ سے بچائے اور تمہاری مدد تو اُلٹا مجھے اور زیادہ خسارے میں ڈال دیگی۔[۶۳] (گویا بُرے آدمی مدد تمہیں بھی بُرا بنا دے گی)

اے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے ایک نشانی ہے (اللہ تعالیٰ کی)۔ اسکو اللہ تعالیٰ کی زمین میں آزاد چھوڑے رَکھو اور اسکو بُری نیت سے ہاتھ مت لگانا ورنہ بہت جلد تم ایک عذاب میں پکڑے جاؤ گے۔[۶۴]

لیکن انہوں نے (باوجود اس دھمکی کے) اونٹنی کو مار ڈالا۔ (حضرت) صالح (علیہ السلام) نے کہا کہ اب صرف تین (۳) دِن اپنے گھروں میں رہ بس لو۔ یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہے۔[۶۵]

پھر جب ہمارے عذاب کا وقت آیا تو ہم نے اپنی رحمت سے (حضرت) صالح (علیہ السلام) اور مومنین کو بچا لیا اور اس دِن کی رُسوائی (یعنی عذاب) سے محفوظ رَکھا۔ یقیناً تیرا رَبّ تعالیٰ بہت طاقتور اور بہت زبردست ہے۔[۶۶]

وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا اِنَّ ثَمُوْدَ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾

ان ظالموں کیساتھ جو کچھ ہوا، وہ یہ کہ ایک سخت **دھماکے** نے انکو آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں ایسے پڑے رہ گئے گویا کہ وہ ان میں کبھی بسے ہی نہیں تھے۔[۶۷]

اے لوگو! جان رکھو کہ قومِ ثمود نے اللہ تعالیٰ کیساتھ کفر کیا (یعنی اسکے نبی کو اور اسکے احکامات کو ماننے سے انکار کر دیا) جان لو کہ قومِ ثمود اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور پھینک دیئے گئے۔[۶۸]

تشریح: قومِ ثمود بھی ایک مشرک قوم تھی جو جزیرۂ عرب میں رہ چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ان کے لیے ایک واضح نشانی بھی بھیجی اور انکے نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا خوف بھی دلایا کہ اس اونٹنی کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی ہے، بُری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک عذاب آ پکڑے گا۔ وہ قوم عاد سے بھی دو قدم اپنی ضد میں آگے تھے، اسلئے حضرت صالح علیہ السلام کے عذاب کی دھمکی کا اُلٹا اثر لیا اور ضد میں آ کر اس اونٹنی کو مار ہی ڈالا تو پھر اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انکو تین (۳) دِن کے اندر اندر تہس نہس کر دیا۔

ہمارے اِرد گرد **ماحول** میں اللہ تعالیٰ کی **بیشمار نشانیاں** ہماری رہنمائی کیلئے موجود ہیں۔ **قرآن کریم** اور **سیرت رسول** صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ان نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانیاں ہیں۔ یہ انسان کیلئے ہی بھیجی گئی ہیں۔ ان نشانیوں سے بڑھ کر اَور کیا نشانی ہوسکتی ہے کہ قرآن کریم براہِ راست اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے اور احادیث شریف بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ ''**وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○**''۔ (النجم ۵۳، آیات ۳-۴) ترجمہ ''وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) اپنی خواہش سے بات نہیں کرتا۔ وہ تو وہ بات کرتا ہے جو اسے وحی کی جاتی ہے''۔

یہ نشانیاں ہمیں تبھی فائدہ دے سکتی ہیں جب ہم ان سے فائدہ حاصل کرنے کی **نیت** کریں اور **عملی** طور پر جدوجہد کریں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا **اٹل** قانون ہے کہ جتنی محنت تم کرو گے، اللہ تعالیٰ اسی تناسب سے تمہاری مدد کریگا۔ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں محنت نہیں کریگا، اللہ تعالیٰ اسکی مدد نہیں کرتا۔ پھر شیطان اسکا ساتھی بن جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری طرف ایک قدم آؤ گے تو میں تمہاری طرف دس قدم آؤنگا اور اگر تم میری طرف چل کر آؤ گے تو میں تمہاری طرف بھاگ کر آؤنگا''۔ (مشکوٰۃ)

مومن پر لازم ہے کہ نیک نیت کرے اور جدوجہد کرے تب ہی اللہ تعالیٰ کی مدد آئیگی۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی **اَنا** اور **نفس** کو چھوڑ کر **قرآن کریم** اور **سنت** کے اصولوں کو اپنائیں مثلاً **جھوٹ** کو چھوڑ دیں اور **سچ** کو سینے سے اس طرح لگالیں کہ اس سے جان بھی چلی جائے تو ثابت قدم رہیں۔ **اللہ تعالیٰ** نے قرآن کریم میں فرمایا کہ میں نے نبیوں کو **عدل** کرنے کیلئے بھیجا۔ ہمارے ہاں عدل کا کوئی ذرّہ بھی نہیں ہے۔ عدل قائم کرنا ہر زمانے میں ملک کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کا کام کرتا ہے۔

عدل قائم کرنے کیلئے **حکمت** کی بہت ضرورت ہے اور حکمت تلاش کیے بغیر نہیں آتی۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ اسے جہاں بھی پائے، وہی اسکا زیادہ حقدار ہے''۔ (ترمذی)

حکمران کیلئے **حکمت** اور **علم** **عدل** قائم کرنے کیلئے بہت ضروری ہیں۔ عدل حکمت کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اگر ہم مومن بن جائیں تو حکمت بھی حاصل کرلیں گے اور حکمت کیساتھ عدل بھی قائم ہوجائیگا کیونکہ غلبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان (صحیح مومن) کی شرط پر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○**'' (آلِ عمران ۳، آیت ۱۳۹) ترجمہ ''اور نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم (پکے) مومن ہو''۔

مومن سچا ہوتا ہے، عادل ہوتا ہے، دانشمند ہوتا ہے اور امانتدار ہوتا ہے۔

؎ آئینِ جوانمرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا
سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ
حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ
وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ
اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ
فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ
يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا
بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْٓا

ترجمہ ◄ (آیات ۶۹ سے ۸۳) ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے خوشخبری لے کر (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ تم پر سلام ہو (اے حضرت ابراہیم علیہ السلام!)۔ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے جواباً عرض کیا تم پر بھی سلام ہو پھر (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) بہت جلدی ایک بھنا ہوا بچھڑا ان کیلئے لے آئے۔ جب دیکھا کہ انکے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو وہ ان سے مشتبہ ہو گئے اور دِل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ تم ڈرو نہیں، ہم تو قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔[۶۹-۷۰]

اور انکی بیوی پاس کھڑی تھی، وہ یہ سن کر ہنس پڑی جب ہم نے بشارت دی (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کو (حضرت) اسحٰق (علیہ السلام) کی اور (حضرت) اسحٰق (علیہ السلام) کے بعد (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کی۔[۷۱]

وہ بولی کہ ہائے مینوں! کیا میں اس بڑھاپے میں بچہ پیدا کروں جبکہ میرا شوہر بھی بوڑھا ہے۔ یہ تو بڑی حیرانگی کی بات ہے۔[۷۲]

اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ
عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا
ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى
يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ
اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ
قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ
مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ
وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾

فرشتے کہنے لگے کہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر حیران ہے۔تم لوگوں پر تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات بہت ہیں اے اہلِ بیت!(اے نبی کے گھر والو!) وہ نہایت قابلِ تعریف اور بڑی شان والا ہے۔(یعنی اللہ تعالیٰ سچ کہتا ہے)[۷۳]

جب (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) سے خوف جاتا رہا اور بشارت سے دِل خوش ہو گیا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ سے (بذریعہ فرشتوں کی زبانی) قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا (کہ انکو عذاب نہ دیا جائے) کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) بہت ہی **حلیم، نرم دِل** اور **اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا** تھا۔[۷۴-۷۵]

فرشتوں نے کہا کہ اے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام)! چھوڑ و اس بات کو۔ یہ تیرے رَبِّ کریم کا فیصلہ ہو چکا ہے۔اب ان لوگوں پر وہ عذاب آ کر ہی رہے گا جو کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتا۔[۷۶]

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ
هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ
ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ
عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ
مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى
رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ
يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا

اور جب ہمارے فرشتے (حضرت) لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو انکی آمد سے وہ بڑا غمناک ہوا اور دِل برداشتہ ہوا اور کہنے لگا کہ آج بڑی مصیبت کا دِن ہے۔[۷۷]

اسکی قوم کے لوگ اسکے گھر کی طرف بھاگے کیونکہ وہ پہلے سے ہی ایسی بُرائیوں کے عادی تھے۔ (حضرت) لوط (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں (نبی کیلئے اُمت کی مستورات بیٹیاں ہوتی ہیں)، یہ تمہارے لیے پاکیزہ ہیں (ان سے نکاح کرلو)۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے سامنے ذلیل نہ کرو۔ کیا تم میں ایک شخص بھی شریف الطبع نہیں ہے؟[۷۸]

انہوں نے جواب دیا کہ تو جانتا ہے کہ ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں اور تو خوب جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ (حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کہ) کاش! میرے پاس اتنی طاقت ہوتی تو میں تمہیں سیدھا کر دیتا۔[۷۹-۸۰]

فرشتوں نے کہا کہ اے (حضرت) لوط (علیہ السلام)! ہم تیرے رَبّ

يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ
اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ
بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ۵ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ ۙ
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ
بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ ع

تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں (گویا کہ ہم عام نہیں ہیں) یہ لوگ تم تک نہیں پہنچ سکتے (یعنی تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے) کچھ رات گزرے تو اپنے اہل کو لے کر چلے جانا اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ تیری بیوی تیرے ساتھ نہیں جائیگی۔ اس پر بھی وہی مصیبت پہنچنے والی ہے جو ان لوگوں پر پہنچنے والی ہے۔ انکے عذاب کا وقت صبح کا وقت مقرر ہے اور صبح تو اب قریب ہی رہ گئی ہے۔[۸۱]

پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے **اس بستی کو اوپر نیچے کر دیا** اور ان پر مٹی کے پتھروں کی لگاتار **بارش** کر دی اور ہر **پتھر نشان زدہ تھا** تیرے رَبّ تعالیٰ کی طرف سے اور ظالموں (یعنی مشرکینِ مکہ) سے یہ بستی کچھ دُور نہیں ہے۔[۸۲-۸۳]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ہم نے ہی اسکو اولاد عطا فرمائی اور اس عمر میں جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام بوڑھے ہو چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں کر گزرتا ہوں کیونکہ میں بس کہتا ہوں کہ ''کُنْ'' ''ہوجا'' اور وہ ہوجاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ سے انسان کو یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے **کبھی نا اُمید نہیں ہونا چاہیے**۔ اگر انسان سیدھے راستے پر ہو تو اللہ

تعالیٰ اسکو اس دُنیا میں بھی ہر نعمت عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی۔

اسکے برعکس جو قوم اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر لیتی ہے اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر لیتی ہے جیسے قومِ لوط نے کیا تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے افراد اور ایسی قوم کو یہاں بھی سخت سزا دیتا ہے اور آخرت میں بھی جہنم کا عذاب ہے۔

حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جن کو تم قومِ لوط کا فعل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو''۔ ([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۴۱۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنی اُمت کے بارے میں جن کاموں سے میں ڈرتا ہوں ان میں بہت ہی خوفناک کام قومِ لوط کا عمل ہے''۔ ([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۳۴۲۰)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزادی اسلئے دی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کریں۔ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، کسی حکومت نے بھی اس طرح توجہ نہیں کی کہ ہمارا نظامِ عدل قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے مطابق نہیں ہے۔ اگر فیصلے قرآن کریم اور سنت کے مطابق نہیں ہو رہے تو ایک فیصلہ بھی آپ عدل پر نہیں کر رہے کیونکہ عدل وہی ہے جسکی حدود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنی سنت مبارکہ میں ہمیں بتادی ہیں۔

اسکے علاوہ فیصلہ جو بھی ہوگا، وہ ظلم ہوگا عدل نہیں ہوگا۔ کیا آپ نے کبھی سوچا نہیں کہ اگر ملک میں چاروں طرف ظلم ہی ظلم ہے تو اس ملک میں چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ پھر اس قرآن کریم کو گھر میں رَکھنے کا کیا فائدہ جو روشنی ہی روشنی ہے۔ آپ نے روشنی پر غلاف چڑھا کر ایسا رَکھ دیا ہے کہ روشنی باہر نہ نکلے بلکہ اس غلاف کے اندر ہی ہمیشہ کیلئے رہے اور اگر آپ کبھی قرآن کریم پڑھتے ہیں تو اس طرح پڑھتے ہیں کہ ایک لفظ بھی سمجھ نہیں آتا کیونکہ کسی حکومت نے عربی زبان کو عام کرنے کیلئے کوئی کوشش نہیں کی۔ گو ترجمہ پڑھ لینا اچھی بات ہے لیکن ترجمے سے قرآن کریم کی حقیقت نہیں سمجھی جاسکتی۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا
الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ
اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ
اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا
النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ
مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا

ترجمہ◄ (آیات ۸۴ سے ۹۵) مدین کی طرف ہم نے انکے بھائی (حضرت) شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ (حضرت) شعیب (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ واحد کی ہی بندگی کرو، اسکے سوا تمہارا کوئی دوسرا رَبّ نہیں ہے اور خبردار! ناپ تول میں کمی مت کیا کرو۔ آج میں تم کو اچھے حالات میں دیکھ رہا ہوں لیکن میں یہ بھی خوف رَکھتا ہوں کہ تم پر کسی دِن ایسا عذاب نہ آ جائے جو تم سب کو گھیر لے۔[۸۴]

اور اے میری قوم! میں پھر کہتا ہوں کہ **ناپ اور تول** انصاف کیساتھ پورا کیا کرو اور لوگوں کو انکی چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں **فساد** مچانے کی کوشش نہ کرو۔[۸۵]

اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا منافع ہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم واقعتاً ایمان والے ہو۔ میں تمہارا محافظ بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ (میں تو صرف تمہیں نصیحت ہی کر سکتا ہوں)[۸۶]

انہوں نے کہا کہ اے (حضرت) شعیب (علیہ السلام)! کیا تیری نماز تمہیں

يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ
اٰبَآؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ
لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ
كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا
حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ
عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا
تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾
وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ

یہ حکم کرتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جنکی ہمارے باپ دادا بندگی کرتے رہے (یعنی بت) اور (کیا تمہاری نماز یہ حکم کرتی ہے کہ) **ہم کو اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو**۔ تُو ہی ایک دانشور اور راست باز رہ گیا ہے۔[۸۷]

کہا (حضرت) شعیب (علیہ السلام) نے کہ اے میری قوم! کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں اپنے رَبّ تعالیٰ کی طرف سے (رسالت کی) ایک واضح دلیل پر ہوں اور پھر اس نے اپنی طرف سے مجھے **بہترین (حلال)** رزق بھی عطا فرمایا ہے۔ میں ہرگز نہیں یہ چاہتا کہ **جن باتوں سے میں تم کو روک رہا ہوں، انکا خود ارتکاب کروں**۔ میں تو چاہتا ہوں تمہاری اصلاح کر سکوں جہاں تک ممکن ہو لیکن توفیق تمہارے لیے کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کے سوا اَور کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ میں نے تو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رَکھا (تم بھی اسی پر بھروسہ رَکھو) اور ہر بات میں اسی کی طرف **رجوع** کرتا ہوں۔ (یعنی ہر بات میں اسی کے حکم پر چلتا ہوں)[۸۸]

مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ
صَالِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا
رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾
قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا
لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ز
وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ
عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ

اور اے میری قوم! تمہاری مخالفت کہیں یہ نوبت نہ لائے کہ آخر کار تم پر وہی عذاب آ کر رہے جو حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت ھود علیہ السلام یا حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر آیا تھا اور قومِ لوط (کی بستی یا زمانہ) تو تم سے بہت دُور بھی نہیں ہے۔[۸۹]

دیکھو! اپنے رَبِّ کریم سے **معافی مانگو** پھر اسکی طرف پلٹ آؤ (یعنی اسکے احکامات کو مانو، ان پر عمل کرو اور **اپنا ناپ تول درست کرو**۔ یقیناً) میرا رَبِّ کریم بڑا ہی رحم فرمانے والا اور اپنی مخلوق سے پیار کرنے والا ہے۔[۹۰]

انہوں نے جواب دیا کہ اے (حضرت) شعیب (علیہ السلام)! تمہاری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں ایک کمزور آدمی ہے۔ اگر تیری برادری نہ ہوتی تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے اور تم خود (اکیلے) ہم سے زیادہ زور آور نہیں ہو۔[۹۱]

(حضرت) شعیب (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا میری **برادری** اللہ تعالیٰ سے زیادہ طاقتور ہے۔ تم نے تو اللہ تعالیٰ کو (میری برادری کے مقابلہ میں) غیر اہم سمجھ

اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا
عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ
مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ
وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا
نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ
وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ
دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا

لیا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے، بندوں کا خوف ہے) یاد رکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ اس پر پوری گرفت رکھتا ہے۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ طاقتور ہے)[۹۲]

اور اے میری قوم! تم اپنے طریقے پر کام کرتے جاؤ، میں اپنے طریقے پر۔ جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ کس پر **ذِلت کا عذاب** آتا ہے اور کون جھوٹا ہے؟ تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں۔[۹۳]

آخر کار جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے (حضرت) شعیب (علیہ السلام) اور مومنین کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔

اور جن لوگوں نے ظلم (یعنی حرام کمائی اور بت پرستی) کا راستہ اختیار کیا ہوا تھا، انکو ایک **دھماکے نے آ لیا** اور وہ اپنے گھروں میں ایسے پڑے رہ گئے کہ گویا وہ کبھی وہاں بَسے ہی نہیں تھے۔[۹۴]

جان رَکھو کہ اے لوگو! اہلِ مدین بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسی طرح دُور

بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

پھینک دیئے گئے جس طرح قومِ ثمود۔[۹۵]

تشریح: ''ناپ تول''

ناپ اور تول دو (۲) ایسے پیمانے ہیں جو زندگی کے ہر شعبہ میں استعمال ہوتے ہیں۔ خواہ انسان کی نیت اور ارادے کی بات ہو، خواہ انسان کے قول اور فعل کی۔ ارادہ، قول اور فعل کو ہم ناپ تول کے ذریعے اسکی اہمیت کا اندازہ لگاتے ہیں مثلاً

(۱) ہم کہتے ہیں کہ تیرے ارادے میں وزن نہیں ہے یعنی تیرا ارادہ پختہ نہیں ہے۔

(۲) ہم کہتے ہیں کہ تیرے قول میں وزن کوئی نہیں یعنی یہ جھوٹ پر مبنی ہے۔

(۳) ہم کہتے ہیں کہ تیرا کام خاک کا ڈھیر ہے یعنی جیسے خاک ہلکی ہے، اسی طرح تیرا فعل (عمل) بھی ہلکا ہے۔

(۴) ہم کہتے ہیں کہ پہلے تولو پھر بولو

حق یعنی سچائی کا وزن ہوتا ہے۔ باطل یعنی جھوٹ کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔

جب انسان روزمرہ کی زندگی میں ناپ تول پر حق کیساتھ چلے گا تو اسکی شخصیت ایسی بن جاتی ہے کہ وہ ہر بات میں **حق اور سچ** پر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح وہ ایک ایسی شخصیت بن جاتی ہے جسکے اعمال قیامت میں وزنی ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ** ''۔(الاعراف ۸، آیت ۸) ترجمہ ''اس روز (یعنی قیامت کے روز) وَزن برحق ہوگا''۔ یعنی حق کا وزن ہوگا، باطل (یعنی جھوٹ) کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔

جو شخص ناپ تول میں کمی بیشی کرتا ہے، اسکی شخصیت ایسی بن جاتی ہے کہ وہ زیادہ **جھوٹ** پر ہی چلتا ہے اور جھوٹ کا کوئی **وزن** نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''**مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ط لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ط ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ** ''۔(ابراہیم

۱۴، آیت ۱۸) ترجمہ ''جولوگ اپنے رَبِّ واحد پر ایمان نہیں لاتے، انکے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے راکھ (یعنی بے وزن) جسے ایک طوفانی آندھی نے اُڑا دیا ہو۔ (آخرت میں) وہ اپنے کیے کا کچھ بھی اَجر نہ پا سکے گا۔ یہ گمراہی (یعنی اللہ تعالیٰ کو یکتا اور واحد نہ ماننے کی) بہت بڑی گمراہی ہے''۔

حلال میں برکت ہے.....حرام میں برکت نہیں ہے:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور نہیں قبول فرماتا مگر پاک کو اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اسی بات کا حکم فرمایا ہے جسکا رسولوں کو حکم دیا تھا یعنی فرمایا کہ اے رسولو! پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو''۔ (المومنون ۲۳، آیت ۵۱) (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۰)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔ جو مشتبہ چیزیں ہیں، ان سے بچتے رہو تو اپنے دِین اور اپنی عزت کو بچالو گے۔ جو مشتبہ امور میں پڑ گیا، وہ حرام میں جا پھنسے گا''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۲)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک آدمی آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتا ہے، اے رَبّ! اے رَبّ! حالانکہ اسکا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے، لباس حرام ہے، غذا حرام ہے۔ بھلا اسکی دُعا کیسے قبول ہوگی''۔ ([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۰)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک ایسا زمانہ آئیگا جب آدمی پرواہ نہیں کریگا کہ جو وہ حاصل کر رہا ہے، حلال ہے یا حرام''۔ ([بخاری] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**اللہ تعالیٰ حرام مال سے صدقہ قبول نہیں فرماتا اور وراثت میں ملا ہوا حرام مال جہنم کو لے جانے والا ہے**''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ گوشت جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام سے پلا ہوا ہو۔ اسکے لیے جہنم ہی زیادہ مناسب ہے''۔([دارمی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۵۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے دس روپے کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک روپیہ حرام کا ہے تو **اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز قبول نہیں کرتا** جب تک کہ وہ اسکے جسم پر رہتا ہے''۔ پھر اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں ڈالیں اور کہنے لگے کہ ''یہ دونوں بہرے ہو جائیں اگر میں نے یہ حدیث شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے نہ سنی ہو''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۶۹)

نوٹ: ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ حرام مال کھانے سے انسان کا کوئی بھی نیک عمل قبول نہیں ہوتا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**سچا اور امانتدار تاجر** نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کیساتھ ہوا گا''۔([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۷۵)

حضرت عبید بن رفاعۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**تاجر قیامت کے روز نافرمان اُٹھائے جائیں گے** سوائے اسکے جس نے **تقویٰ، نیکی اور سچائی کو اختیار کیا ہوگا**''۔([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۶۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک تاجر کے غلے کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو نمی محسوس ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**جس نے دھوکہ دیا، وہ مجھ سے نہیں ہے**''، یعنی وہ میری اُمت میں سے نہیں ہے۔([مسلم] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۷۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''**جس نے عیب والی چیز بیچی اور وہ عیب نہ بتایا** تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہے گا یا ہمیشہ فرشتے اس پر

لعنت کرتے رہیں گے''۔([ابن ماجہ] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۷۵۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے **ناپنے اور تولنے والوں سے** فرمایا کہ ''تمہارے سپرد دو ایسے کام کیے گئے ہیں جن کی وجہ سے **پہلی اُمتیں ہلاک ہوئیں**''۔([ترمذی] مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۲۷۶۴) ہماری تجارت میں دھوکہ دہی اور ناپ تول میں کمی بیشی عام ہے۔ اس لئے ہماری معیشت میں برکت نہیں ہوتی۔ ہم باہر کے ملکوں سے اپنے خسارے ادھار لے کر پورا کرتے ہیں اور وہ ادھار بھی سود پر ہوتا ہے۔ سود، دھوکہ دہی اور ناپ تول سے بھی زیادہ خطرناک بُرائی ہے۔

اس پر بھی محنت ہونی چاہیے تھی کہ ہمارا نظامِ اقتصادیات اور معیشت غیر سودی ہو۔ سود ہر بینک میں اور ہر ادارے میں اور ہر گھر میں چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''اگر تم سودی کاروبار بند نہیں کرو گے تو تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیخلاف جنگ کر رہے ہو''۔(دیکھیں سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۲۷۹)

دھوکہ دہی، ناپ تول میں کمی بیشی اور سود، سب ایک ہی چیز ہے۔ سود کی تعریف یہ ہے کہ جہاں بھی مال کے لین دین میں کسی ایک فریق پر ظلم ہوگا، وہ سود ہوگا۔ حکومت کو چاہیے کہ تجارت میں بھی دھوکہ دہی اور ناپ تول کی کمی بیشی کو ختم کرنے کیلئے انتظامات کرے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اگر بھیڑیا ہی بھیڑوں کا چرواہا ہو تو بھیڑوں کی بہبودی اور دیکھ بھال کون کرے گا۔ بھیڑیا تو خود ہی اپنی بھیڑوں کو کھائے جا رہا ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ ایک ضرب المثل مشہور تھی جو آج کل ایم - اے کا طالبعلم بھی نہیں جانتا کہ ''فلاں حکمران کے زمانہ میں تو شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے تھے''۔ آج ہمیں یوں کہنا چاہیے کہ دو شیر بھی اور دو بکریاں بھی ایک جگہ پر پانی نہیں پی سکتے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسانوں میں عدل جب اپنی حد کو پہنچ جاتا ہے تو اس عدل کا اَثر جانوروں پر بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانوروں کو گویائی کی طاقت عطا کر دیتا ہے۔ ایک بیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی کہ میرا مالک مجھ سے زراعت کا بھی کام لیتا ہے اور پھر مجھ پر سواری بھی کرتا ہے۔ ہم تو صرف کھیتی باڑی کیلئے پیدا ہوئے ہیں، سواری کیلئے نہیں۔ [ابن کثیر]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾
اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاْئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ
اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾
وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ
الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ
عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ
وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ

ترجمہ ◄ (آیات ۹۶ سے ۱۰۹) (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو ہم نے (نبوت کی) واضح نشانیاں دے کر بھیجا اور اسکو واضح اقتدار (اور پورا اختیار) دیا، فرعون اور اسکے وزراء اور عوام کی طرف لیکن لوگ **حکم فرعون** کا ہی مانتے تھے۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نہیں مانتے تھے) **حقیقت یہ ہے کہ فرعون کا حکم تو راستی پر نہیں ہوتا تھا**۔ اسی لیے **قیامت کے دِن وہ اپنی قوم کو آگے آگے ہو کر دوزخ کی طرف لے جائیگا**۔ کیسی بدترین جگہ ہے جس میں وہ داخل ہونگے۔ [۹۶-۹۸]

ان لوگوں (یعنی فرعون، اسکے وزراء اور اسکی قوم) پر **دُنیا** میں بھی لعنت چپکا دی گئی اور **قیامت** کے روز بھی۔ یہ لعنت کیسا بُرا **ہدیہ** ہوگا ہدیہ لینے والوں کیلئے؟ [۹۹]

یہ چند بستیوں کے قصے ہیں جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔ ان میں بعض ایسی ہیں جو ابھی تک قائم ہیں اور بعض ایسی ہیں جو فصل کی طرح کاٹی جا چکی ہیں۔ (یعنی نیست و نابود کی جا چکی ہیں) [۱۰۰]

الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ
اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ
اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ
اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ
خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ
النَّاسُ وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا
لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا
بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ ﴿۱۰۵﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ

(اے انسان!) ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا **حکم عذاب** آ گیا تو انکے وہ خدا جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہراتے تھے، انکے کچھ کام نہ آئے اور وہ انکے لیے **ہلاکت** اور **تباہی** کے سوا کچھ نہ کر سکے۔[۱۰۱]

اسی طرح تیرا رَبّ تعالیٰ جب پکڑنے پر آتا ہے تو ظالم بستی کو اسی طرح پکڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسکی **پکڑ انتہائی دَردناک** ہے۔[۱۰۲]

اس میں واضح عبرت ان لوگوں کیلئے موجود ہے جو آخرت کے عذاب سے خوف رَکھتے ہیں۔ اس دِن ہم سب انسانوں کو جمع کرینگے اور یہ وہ دِن ہوگا جسکو (یعنی عذاب کو) وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔[۱۰۳]

ہم اسکے لانے میں اسکے معین وقت سے آگے موخر نہیں کرینگے۔[۱۰۴]

جب وہ (قیامت کا) وقت آ جائیگا تو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا۔ اس دِن کچھ لوگ بدنصیب ہونگے اور کچھ لوگ نیک بخت۔[۱۰۵]

شَقُوْا فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا
مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا
الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا
دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ
عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ
هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ
قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع

جو **بدنصیب** ہونگے، وہ **دوزخ** میں جائینگے اور وہ وہاں چیخیں گے اور چلائیں گے (سخت عذاب کی وجہ سے) اور اسی حالت میں وہ رہیں گے جب تک کہ تمام آسمان اور زمین قائم رہیں گے مگر یہ کہ تیرا رَبّ تعالیٰ کچھ اَور ہی چاہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرا رَبّ تعالیٰ جو چاہتا ہے، وہ کرگزرتا ہے۔[۱۰۶-۱۰۷]

جہاں تک **خوش نصیبوں** کا معاملہ ہے تو وہ **جنت** میں رہیں گے جب تک تمام آسمان اور زمین رہیں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کچھ اَور ہی چاہے۔ ایسی بخشش انکو (یعنی جنتیوں کو) ملے گی جسکا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔[۱۰۸]

پس اے نبی (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور تمام لوگو)! ان معبودوں کے بارے میں کسی شک میں نہ پڑنا جنکی یہ لوگ عبادت کررہے ہیں (یہ بالکل واضح شرک ہے، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں) یہ اسی طرح انکی بندگی کررہے ہیں جیسے پہلے انکے باپ دادا کرتے تھے (اور نہ انکے باپ دادا اور نہ ہی یہ خود توحید میں غور وفکر کرنے

والے ہیں) ہم انکے شرک کی سزا کا پورا پورا حصہ انکو دینگے، اس میں سے کچھ بھی کم نہیں کرینگے۔ (یہ براہِ راست مشرکین مکہ کو کہا گیا ہے)[۱۰۹]

تشریح : فرعون ایک دہریہ تھا اور اس نے اپنے آپکو رَبّ بنایا ہوا تھا، ''**فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى**'' (النازعات ۷۹، آیت ۲۴) ترجمہ'' کہنے لگا کہ میں ہی تمہارا سب سے بڑا رَبّ ہوں'' گویا کہ اس نے اپنے آپکو رَبّ کے برابر دَرجہ دے دیا۔ اس طرح وہ شرک کے نظام کو پرورش دے رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دعوتِ اسلام کیلئے فرعون اور اسکی قوم کے پاس بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی واضح نشانیاں موجود تھیں لیکن وہ بدقسمت لوگ نکلے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی ماننے سے انکار کر دیا۔

دُنیا میں دو قسم کے لوگ بستے ہیں۔ ایک وہ جو بدنصیب ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو، نبیوں کو اور صالحین کو پہچاننے سے محروم رہتے ہیں۔ انکے اپنے تخیلات، اپنے اصول، اپنے رسم ورواج علم پر نہیں بلکہ **ظن** پر ہوتے ہیں۔ وہ انہی اصولوں پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور یہ سب اصول باطل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جہنمی ہیں۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اسکے رسولوں اور صالحین کی تعلیمات کا علم حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس اطاعت کی وجہ سے وہ لوگ جنتی ہیں۔ انکی اطاعت حق کے اصولوں پر ہوتی ہے نہ کہ ظن پر۔

تاریخِ انسانی میں کثیر تعداد ان قوموں کی رہی ہے جو شرک کرتی تھیں اور شرک ظلم عظیم ہے اور نا قابل معافی ہے۔ جب تک کہ انسان توبہ کر کے خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے پر نہ لگ جائے۔

موجود زمانے کا حال یہ ہے کہ ایک قوم واضح طور پر مشرک ہے۔ مغربی قومیں موحد تو ہیں لیکن اپنے نبیوں کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتیں۔ جہاں تک مسلم قوموں کا تعلق ہے، انکا طریقہ بھی آج کل زیادہ قرآن کریم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے بہت دُور ہٹ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر دو ضروری فرض عائد کئے تھے جن کے متعلق قیامت میں ہم سے پوچھا جائیگا:

۱) اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دِل و جان سے اطاعت کریں اور اللہ تعالیٰ کو اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو دُنیا کی ہر چیز سے اور خود اپنے سے عزیز تر سمجھیں۔ (دیکھیں سورۃ التوبہ ۹، آیت ۲۴)

۲) اللہ تعالیٰ کا پیغام یعنی دِین اسلام کو دُنیا کی قوموں تک پہنچائیں۔

ہم لوگ ان دونوں فرائض کو بھول کر **دولت** اور **اقتدار** کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ دِین کے اصلی اصول ہماری زندگی سے غائب ہیں۔ بہت سی **بدعات** اور **شرکیہ باتوں** نے ہماری زندگی کو غیر اسلامی بنایا ہوا ہے۔ ابھی بھی وقت ہے کہ ہم قرآن کریم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو مضبوطی سے پکڑیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دُنیا کی قوموں تک پہنچانے کیلئے اپنے آپکو اہل بنائیں۔

کوئی کام کرنے کیلئے اسکے علم اور تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ دُنیا کی دوسری قوموں کو پیغام پہنچانے سے پہلے ہمیں خود اس پر دُنیا کو عمل کر کے دکھانا چاہیے۔ پھر ہی ہم اس قابل ہونگے کہ دوسری قوموں سے بات کرسکیں۔ اگر ہمارے قول اور فعل میں **تضاد** ہوگا تو کوئی قوم بھی ہماری بات سننے کیلئے تیار نہیں ہوگی۔

جب قول اور فعل میں تضاد ہو تو اسکو منافقت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو نہ منافق پسند ہے اور نہ ہی منافقت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''منافق کا ٹھکانہ جہنم ہے''۔ (دیکھیں سورۃ النساء ۴، آیت ۱۴۵)

منافق کا کوئی دوست نہیں ہوتا اور منافق کی کوئی پارٹی نہیں ہوتی۔ منافق کسی ایک مجلس کا فرد نہیں ہوتا اور منافق کسی ایک عقیدے یا اصول کا پابند نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''منافق کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بکری۔ کبھی وہ اس ریوڑ میں شامل ہوجاتی ہے کبھی وہ اس ریوڑ میں شامل ہوجاتی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

بھلا سوچیں تو ہمارے ملک میں کتنے ریوڑ ہیں اور کتنی دفعہ بکریاں ادھر سے ادھر چلی جاتی ہیں۔ غور وفکر کرنے کا مقام ہے۔

○.....○.....○

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْ لَا
كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ
لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ
رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾
فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ
اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

ترجمہ ◀ (آیات ۱۱۰ سے ۱۲۳) ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی تورات) دی اور لوگوں نے اس میں **اختلاف** کیا۔ اگر ایک بات پہلے ہی (تقدیر میں) ہم نہ لکھ چکے ہوتے تو انکے درمیان تیرے رَبّ تعالیٰ کا فیصلہ آ چکا ہوتا (یعنی عذاب کا)۔ (اب یہ یعنی مشرکین مکہ وہی غلطی پھر کر رہے ہیں کہ) اس کتاب (یعنی قرآن حکیم) میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ (کہ آیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بھی یا نہیں؟)[۱۱۰]

یاد رَکھو کہ اللہ تعالیٰ انکے اعمال کا پورا پورا بدلہ (جزا یا سزا) دے کر رہے گا، وہ انکے تمام اعمال سے باخبر رہتا ہے۔[۱۱۱]

پس اے محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! **ثابت قدم رہو۔ سیدھے راستے پر جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے** اور وہ لوگ جنہوں نے تمہارے ساتھ **توبہ کر لی ہے** اور **ٹھیک راستے کی طرف پلٹ آئے ہیں** (وہ بھی ثابت قدم رہیں) اور تم سب اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز مت کرو۔ جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔[۱۱۲]

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ
الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ط اِنَّ
الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ط ذٰلِكَ ذِكْرٰى
لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ
اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ اِلَّا
قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ج وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

اے لوگو (جو ایمان لائے ہو)! ان ظالموں کی طرف ذرا بھی مت جھکنا ورنہ آگ کی لپیٹ میں آ جاؤ گے (یعنی جہنم میں جاؤ گے)۔ پھر تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔[۱۱۳]

(اللہ تعالیٰ نصیحت فرماتا ہے کہ) **نماز** قائم کرو دِن کے دونوں سروں پر (فجر اور مغرب) اور کچھ رات گزرنے پر (عشاء) کیونکہ **نیکیاں بُرائیوں کو دُور کر دیتی ہیں**۔ یہ نصیحت ہے، نصیحت پر **عمل** کرنے والوں کیلئے۔[۱۱۴]

اے انسان! صبر کر۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا اَجر ضائع نہیں فرماتا۔[۱۱۵]

واقعہ یہ ہے کہ تم لوگوں سے پہلے جو قومیں ہوئی ہیں، ان میں کوئی لوگ ایسے نہیں ہوئے جو زمین میں فساد کو روکتے سوائے چند لوگوں کے جن کو ہم نے اپنے عذاب سے بچالیا اور (فساد مچانے والے) ظالم لوگ یعنی باطل پر چلنے والے، باطل پر چلتے رہے اس خوشحالی کی وجہ سے جو ہم نے انہیں عطا کی تھی اور وہ مسلسل جرم کرتے رہے۔ (زیادہ دولت عام طور پر انسان کو غلط راستے کی طرف لے جاتی ہے)[۱۱۶]

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا
مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً
وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ
رَبُّكَ ط وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ط وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾
وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ
فُؤَادَكَ ج وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ

تیرا رَبِّ کریم ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کرے جبکہ انکے باشندے نیکیاں کرنے والے ہوں۔[۱۱۷]

تیرا رَبِّ کریم اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن لوگ تو ہمیشہ اختلاف کرنے والے رہیں گے۔ (کیونکہ ہم نے بنی آدم کو نیکی اور بدی میں تمیز کرنے کی مختلف صلاحیتیں دی ہیں)[۱۱۸]

اور اختلاف سے وہی بچیں گے جس پر تیرا رَبّ تعالیٰ رحم فرمائیگا اور اسی (آزادیٔ رائے اور آزادیٔ عمل کے اختیار) کا حق دے کر انکی تخلیق کی گئی ہے اور تیرے رَبِّ کریم کی بات (جو تقدیر میں لکھی گئی تھی) پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات اور انسانوں سب سے بھر دونگا۔[۱۱۹]

اے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! یہ چند رسولوں کے قصے ہیں جو ہم تمہیں بیان کر رہے ہیں تا کہ **ان سے تیرا دِل مضبوط رہے۔ ان میں تم کو حقیقت کا علم ہوا اور ایمان لانے والوں کیلئے یہ باعثِ نصیحت ہوئے اور باعثِ غور وفکر۔**[۱۲۰]

وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ۙ
وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ
وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ع

اور جو ایمان نہیں لائیں گے، ان سے کہہ دو کہ تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو، ہم اپنی جگہ عمل کیے جاتے ہیں۔ تم بھی اپنے انجام کا انتظار کرو، ہم بھی اپنے انجام کا انتظار کرتے ہیں اور جان لو کہ **آسمانوں** اور **زمین** کی، سب غیب کی چیزوں کا علم اسکے پاس ہے اور ہر بات کا انجام اسکے ہاتھ میں ہے تو پس **عبادت کرو تو اسی کی کرو، اعتماد کرو تو اسی پر اعتماد کرو۔ تیرا ربّ کریم جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو، اس سے غافل نہیں رہتا۔** [۱۲۱-۱۲۳]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک بات ہماری رہنمائی کے لیے واضح طور پر فرمائی ہے کہ انسان کی پیدائش میں ہم نے اس کو **آزادیٔ رائے** اور **آزادیٔ عمل** کا اختیار دیا ہے۔ اس کا ضمیر چاہے، نیکی قبول کرے، چاہے بدی قبول کرے۔ اسکی پیدائش میں ہم نے یہ بات اس کی فطرت میں نہیں رکھی کہ اس سے زبردستی نیکی کرائی جائے یا اس سے زبردستی بُرائی کرائی جائے بلکہ اس کو **انتخاب کرنے کی بالکل آزادی دی ہے۔** چاہے وہ مستقیم راستے پر چلے، چاہے وہ غیر مستقیم راستہ اختیار کرے، ہم اس میں دخل اندازی نہیں کریں گے۔

یہی آزادی کچھ جنات میں بھی رکھی گئی ہے، اسلئے جنات کا بھی حساب و کتاب اسی وجہ سے لیا جائیگا اور انکے لئے بھی جنت اور دوزخ انکے اختلاف کی وجہ سے تقدیر میں

لکھ دی گئی ہیں۔ باقی تمام مخلوق میں آزادیٔ رائے کا مادہ نہیں رکھا گیا۔

ہمارے اردگرد جو بھی حیوانات کی لاکھوں اُمتیں ہیں، کسی اُمت میں **خیر** اور **شر** کے امتیاز کا احساس موجود نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ ''وہ (مشرکین مکہ) تو حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں''۔ (الاعراف ۷، آیت ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ نے اپنی نبیوں کے ذریعے ہر قوم کو واضح فرما دیا کہ جنت کا راستہ کون سا ہے اور دوزخ کا راستہ کون سا ہے۔ اب چناؤ تم نے خود اپنی مرضی سے کرنا ہے البتہ یہ ہے کہ جب تم چناؤ کر لو گے تو اگر سیدھے راستے کا چناؤ کرو گے ہم تمہیں اپنی طرف سے مدد مہیا کریں گے اور اگر تم بُرے راستے کا چناؤ کرو گے تو ہم تمہاری مدد نہیں کریں گے اور پھر تمہاری مدد وہ کریگا جو میرا بھی دُشمن ہے اور تمہارا بھی دُشمن ہے یعنی **ابلیس** اور **ابلیس** سے بچنے کیلئے ہم نے نبیوں کے ذریعے تمہیں **علم** بھی عطا کر دیا ہے۔ اب اگر تم علم سے فائدہ نہیں اٹھاؤ گے تو قصور تمہارا ہوگا، ہمارا نہیں۔ **ہم** کسی پر ظلم کرنے والے نہیں ہیں۔

اے اللہ تعالیٰ! ہمیں سیدھا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں اسکے حوالے نہ کر جو تیرا بھی دُشمن ہے اور ہمارا بھی۔ تو قادرِ مطلق ہے اور تو جو چاہتا ہے، کر لیتا ہے۔ ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں اور تیری طرف پلٹ آنے کا وعدہ کرتے ہیں انشاءاللہ العزیز

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم
وَتُبْ عَلَيْنَآ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْم

○.....○.....○

یوسف ۱۲

مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی.....اسکی ۱۱۱ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۱ قف اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ
قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ
اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ
ق صلے وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝۳ اِذْ

ترجمہ◄ (آیات ۱ سے ۲۱) الف - لام - را۔ یہ آیات مبارکہ (ہدایات، نصیحتیں، ارشادات اور احکامات) ایک ایسی کتاب کی ہیں (یعنی قرآن کریم) جسکا مفہوم بالکل واضح ہے۔[۱]

ہم نے اس قرآن کو **عربی** میں نازل کیا ہے تاکہ تم اسکو **سمجھو**۔ ہم ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اس قرآن حکیم میں جو کہ ہم نے تمہاری طرف وحی فرمایا حالانکہ تم اس قصہ سے پہلے ناواقف تھے۔[۲-۳]

قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ④ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ⑤ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑥ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ

(قصہ یہ ہے کہ) (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والد ماجد سے کہا کہ اے ابا جان! میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ گیارہ [۱۱] ستارے، سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔[۴]

والد نے کہا کہ اے میرے بیٹے! یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تیرے خلاف منصوبہ بندی کرینگے کیونکہ شیطان آدمی کا پکا دُشمن ہے۔[۵]

(حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ) اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہیں منتخب فرمائے گا (نبی اور ذی مرتبہ) اور تجھے **باتوں کی حقیقت کا فہم** عطا فرمائے گا (Communication Skills) اور تجھ پر اور آلِ یعقوب پر اپنی نعمت پوری فرمائے گا جیسا اس نے تیرے بزرگوں (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) اور (حضرت) اسحٰق (علیہ السلام) پر نعمت پوری کی ہے۔ یقیناً تیرا ربّ کریم علم والا اور حکمت والا ہے۔[۶]

لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۷ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ
اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۝۸ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ
اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْ
بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝۹ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا
يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ
بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۱۰ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا
لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝۱۱

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) اور اسکے بھائیوں کے قصہ میں سوال کرنے والوں کیلئے بہت سے سبق ہیں۔[۷] (مشرکین مکہ نے سوال کیا تھا)

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے بھائیوں نے آپس میں کہا کہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) اور اسکا بھائی ہمارے والد کو ہم سب سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک پورا لشکر ہیں۔ یقیناً ہمارے ابا جان غلطی پر ہیں۔[۸]

(وہ کہنے لگے کہ) چلو (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو قتل کر دیتے ہیں یا اسے ہم کسی زمین کی طرف جلاوطن کر دیتے ہیں پھر تمہارے والد کی توجہ تمہاری ہی طرف ہو جائیگی۔ یہ کر لینے کے بعد پھر نیک بن جائینگے۔[۹]

ان میں سے ایک کہنے لگا کہ قتل نہ کرو۔ اگر کچھ کرنا ہی ہے تو اسے کسی گہرے کنویں میں ڈال دو تا کہ کوئی آتا جاتا قافلہ اسے نکال لے جائے۔[۱۰]

(منصوبہ بندی کے بعد) اپنے والد سے کہنے لگے کہ کیا بات ہے کہ آپ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے معاملہ میں ہم پر اعتمار نہیں رکھتے حالانکہ ہم اسکے

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ
⑫ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ
اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ⑬ قَالُوْا
لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا
لَّخٰسِرُوْنَ ⑭ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ
يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ
لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑮

سچے خیر خواہ ہیں۔[۱۱] (وہ جھوٹ بول رہے تھے۔ وہ خیر خواہ نہیں تھے)

کل کو ہمارے ساتھ اسے بھیجئے تا کہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے اور ہم اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔[۱۲]

(حضرت) یعقوب (علیہ السلام) نے کہا کہ مجھے اس بات کا غم ہے کہ تم اسے لے جا رہے ہو اور اس بات کا ڈر ہے کہ تم غافل ہو جاؤ اور بھیڑیا اسے کھا جائے۔[۱۳]

کہنے لگے کہ اگر ہمارے ہوتے ہوئے بھیڑیے نے اسے کھا لیا تو پھر ہم تو ایک پورا لشکر ہیں (یہ کیسے ممکن ہے؟) تب تو ہم بڑے نکمّے ثابت ہوئے۔[۱۴] (تکبر بھی کر رہے تھے اور جھوٹا دعویٰ بھی کر رہے تھے)

جب وہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو لے گئے اور انہوں نے اتفاق کر لیا کہ اسکو ایک گہرے کنویں میں ڈال دیں تو ہم نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو وحی کی کہ ایک وقت آئیگا کہ تم انکو انکی یہ حرکت جتاؤ گے۔ وہ اس وقت اس بات کا علم نہیں رکھتے تھے۔[۱۵] (دیکھیں وہ والد سے حفاظت کا وعدہ بھی کر رہے ہیں اور یہاں وعدے کے خلاف کر رہے ہیں)

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ

پھر شام کو اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اے ابا جان! ہم دَوڑ کے مقابلے میں لگ گئے۔ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو ہم نے اپنے سامان کے پاس بٹھا دیا تو اسے ایک بھیڑیے نے کھا لیا۔ آپ ہماری بات کا یقین نہیں کرینگے خواہ ہم سچے ہی ہوں۔ [۱۶-۱۷] (جھوٹی کہانی بنا کر کیسا سفید جھوٹ بول رہے ہیں)

اور وہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لے آئے (وہ خون حضرت یوسف علیہ السلام کا نہیں تھا، کسی جانور کا تھا) انکے والد نے جواب دیا کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے (انکے والد حقیقت سمجھ گئے) بلکہ تمہارے نفس نے ایک کام (یعنی جھوٹ بولنے) کو آسان بنا دیا ہے پس **میں تو صبر ہی کرونگا اور کرونگا بھی اچھے طریقے سے**۔ جو بات تم نے بنائی ہے، **اس میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتا ہوں**۔ [۱۸]

پھر ایک قافلہ آیا اور اس نے اپنے ماشکی کو پانی لانے کیلئے بھیجا۔ ماشکی نے

يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ
دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ
ع ﴿۲۰﴾ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ
اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ
وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ز
وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ
عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾

اپنا ڈول کنویں میں ڈالا (جب نکالا تو ڈول میں ایک لڑکا بیٹھا تھا تو) ماشکی پکار اُٹھا کہ مبارک ہو! یہ تو ایک بچہ ہے اور (قافلہ نے) اسکو ایک مالِ تجارت سمجھ کر چھپا لیا۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا تھا جو وہ سب کر رہے تھے۔[۱۹]

اور قافلہ والوں نے اسکو تھوڑی سی قیمت پر چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا اور وہ اس بارے میں کم اندازہ رَکھتے تھے۔[۲۰]

مصر کے جس شخص نے اسے خریدا، اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسکو **عزت** اور **احترام** سے رَکھنا، ممکن ہے کہ یہ ہمارے لیے مفید ثابت ہو یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔ اس طرح ہم نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو اس ملک میں ٹھکانہ عطا فرمایا تا کہ وہ باتوں کے فہم و ادراک (Comminucation and Administrative Skills) کا **علم** حاصل کر لے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام پر پوری قدرت رکھتا ہے مگر اکثر اس حقیقت سے ناواقف ہیں۔[۲۱] (**اَللّٰهُ عَلٰى كُلِّ**

شَیْءٍ قَدِیْرٌ)

تشریح: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ :

یہ ایک عام فہم (Common Sense) بات ہے اور مشاہدہ اسکی تصدیق کرتا ہے کہ جو علم کسی نے حاصل کرنا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے، اس علم کی کتاب جس زبان میں لکھی گئی ہے، پہلے وہ زبان سیکھے پھر وہ اس قابل ہوگا کہ اس کتاب سے علم حاصل کر سکے اور عمل کرنے کے قابل ہو سکے مثلاً

آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ ایک بچہ ڈاکٹر بننا چاہتا ہے اور ہمارے میڈیکل کالجوں میں میڈیکل کی کتابیں (Medical Books) انگریزی (English) میں ہیں۔ اگر استاد اسکو یہ کتابیں ویسے رٹا دے جبکہ اسکو انگلش نہیں آتی تو کیا وہ میڈیکل کا علم حاصل کرلے گا اور لوگوں کا علاج کرنے کے قابل ہو جائیگا؟

ذرا سوچئے کہ ایسا ممکن ہے؟

اگر یہ ممکن نہیں ہے تو پھر قرآن مجید جو کہ عربی (Arabic) میں ہے، ہم بغیر عربی زبان سیکھے اسکو پڑھتے بھی ہیں، اسکو حفظ بھی کرتے ہیں تو کیا ہم جو پڑھتے ہیں یا حفظ کرتے ہیں، اسکو ہم سمجھتے ہیں؟ اگر ہم نہیں سمجھتے تو کیا ہم اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ نہیں! ہرگز نہیں!

اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہمارے لیے قرآن حکیم پر عمل کرنا بغیر عربی زبان سیکھے کیسے ممکن ہے؟

قرآن حکیم تو ہدایت کیلئے آیا ہے اور ہدایت دو (۲) اجزاء پر مشتمل ہے۔

(۱) ہدایت کو سمجھا جائے

(۲) اس پر عمل کیا جائے

آپ کسی کو راستہ بتاتے ہیں اور زبان استعمال کرتے ہیں انگریزی جبکہ راستہ طے کرنے والا انسان انگریزی سے ناواقف ہے اور وہ اپنا سر تو ہلائے جا رہا ہے کہ میں اپنی منزل پر پہنچنے کیلئے تمہارے بتائے ہوئے راستے پر چلوں گا۔ جب وہ چلنے لگتا ہے اور تم اسکو راستہ بتا کر جا چکے ہو تو پھر وہ وہاں کھڑا ادھر ادھر دیکھنے کے سوا کچھ نہیں کرتا۔ نہ اسکو

راستے کا پتہ چلا، نہ وہ راستے پر گامزن ہوا تو وہ منزلِ مقصود پر کیسے پہنچے گا، وہ تو وہاں کا وہاں ہی کھڑا ہے اور وہاں ہی کھڑا رہے گا جب تک کہ وہ راستے کو سمجھے نہیں اور اس راستے کو طے نہ کرے۔

یہ آیت شریفہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم پہلے **عربی زبان** کو سیکھیں تا کہ قرآن مجید کے بتائے ہوئے **سیدھے راستے** کو سمجھیں اور **گمراہی** کے راستے سے بچ سکیں اور **منزلِ مقصود** پر پہنچنے کیلئے صحیح راستے پر چلتے جائیں۔

اگر آپکو یہ بات ٹھیک لگتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر عربی زبان کو سیکھنے کی کوشش کریں تا کہ آپ کامیابی کے راستے پر گامزن ہوسکیں۔

یہ آپکا انفرادی عمل آپ کیلئے بیشمار برکتیں لائیگا کیونکہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم** نے فرمایا کہ ''جو شخص ترتیل اور صحیح طریقہ پر قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، وہ معزز اور بزرگ فرشتوں کیساتھ ہوتا ہے لیکن جو قرآن کریم کو دِقت کیساتھ پڑھتا ہے، اسکے لیے دہرا ثواب ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۲۰۱۰)

یاد رہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اہل زبان یعنی عربی لوگوں کو فرمایا تھا جو اسکا مطلب سمجھتے ہیں۔ اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک ہماری تلاوت اور ایک عربی شخص کی تلاوت ایک جیسی ہوگی۔ عربی شخص تو سمجھ رہا ہے قرآن کریم کو لیکن عجمی شخص قرآن کریم کو نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ وہ عربی زبان نہ سیکھے۔

آپکے لیے عربی کا سیکھنا ایک ثواب ہوا اور پھر قرآن حکیم کا سمجھنا دوسرا ثواب ہوا پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنا تیسرا ثواب ہوا۔

آپ خود سوچیں اور اللہ تعالیٰ توفیق دے تو صحیح راستہ اختیار کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

''اگر مجھ سے محبت کرنی ہے تو عربی سیکھو کیونکہ

(۱) میں عربی ہوں

(۲) قرآن حکیم عربی میں ہے

(۳) جنت کی زبان عربی ہے''۔

(مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث ۵۷۵۱)

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن
وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ز وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ:

اس طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ملکِ مصر میں ٹھکانہ دیا تا کہ وہ (عزیزِ مصر [وزیرِ اعظم] (Prime Minister) کے گھر رہ کر) انتظامی معاملات کی سوجھ بوجھ حاصل کر لے۔

کسی فن کو ہاتھ میں لینے سے پہلے اسکا **علم** اور اسکی **تربیت** حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ **حکمرانی** کرنا بھی ایک **فن ہے** اور یہ **انتہائی مشکل** ہے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قریب المرگ ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان الفاظ سے اپنے پاس بلایا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''اے (حضرت) عمر (فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں تمہیں ایسے کام کی طرف بلا رہا ہوں جو بچوں کو بوڑھا کر دیتا ہے'' اور پھر فرمایا کہ ''میں تمہیں خلیفہ نامزد کرتا ہوں''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ''انتظام ہاتھ میں لینے سے پہلے اسکا علم حاصل کرو''۔

حضرت یوسف علیہ السلام جب قید سے رہا ہوئے تو آپ علیہ السلام نے بادشاہِ وقت سے کہا کہ ''مجھے وزیرِ مال بنا دیں۔ میں علم بھی رکھتا ہوں اور میں امین بھی ہوں''۔ (دیکھیں سورۃ یوسف ۱۲، آیت ۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''عنقریب میرے بعد **اُمراء** (حاکم) ہونگے۔ جس نے انکے **جھوٹ** کی تصدیق کی اور انکے **ظلم** پر انکا ساتھ دیا تو وہ مجھ سے نہیں ہے، نہ میں اس سے ہوں اور وہ میرے ساتھ حوضِ کوثر پر نہیں ہوگا۔

اور جو انکے جھوٹ پر انکی **تصدیق** نہیں کریگا اور انکے ظلم پر انکی مدد نہیں کریگا تو وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے ساتھ حوضِ کوثر پر موجود ہوگا''۔([سنن نسائی] فضائل اعمال از ابوعبداللہ علی بن محمد المغربی، مکتبہ کریمیہ، لاہور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''عنقریب تمہارے **اُمراء** (حکمران) ہونگے۔تم ان سے بعض اچھی باتیں دیکھو گے اور بعض بُری باتیں۔جس نے اچھی بات کو دیکھا، وہ بری الذِمہ ہوگیا اور جس نے بُری بات پر روکا (احتجاج کیا) وہ بھی محفوظ ہوگیا لیکن جو انکی **بُری** باتوں پر راضی ہوا اور اسکا اتباع کیا تو وہ ہلاک ہوگیا''۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ''کیا ہم ایسے حکمرانوں سے جنگ نہ کریں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ''نہیں! جب تک کہ وہ **نماز قائم رکھیں**''۔([صحیح مسلم، کتاب الایمان] فضائل اعمال از ابوعبداللہ علی بن محمد المغربی، مکتبہ کریمیہ، لاہور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قریب جتنا کوئی صحابی تھا، اتنا ہی وہ باقی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے **علم** اور **حکمت** میں بڑھا ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی میں سب سے قریب جو شخص رہے ہیں وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے لہٰذا انہوں نے **علم وحکمت جو کہ حکمرانی کیلئے بہت ضروری ہے**، سب سے زیادہ سیکھے اسی لیے پہلے خلیفہ وہی چنے گئے

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بچپنے میں ہی ایک وزیر اعظم کے گھر میں جگہ دی تا کہ اسکے ساتھ رہ کر ملکی نظم ونسق کی سوجھ بوجھ حاصل کرسکیں۔اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ میں علم بھی رَکھتا ہوں اور امین بھی ہوں۔ مجھے وزیر بنادیجیے۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

○.....○.....○

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ
نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ
بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ
لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْٓ اَحْسَنَ
مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ
بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ
لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

ترجمہ ◄ (آیات ۲۲ سے ۲۹) جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے **حکمت** اور **علم** عطا فرمائے۔ ہم اچھے لوگوں کو ایسے ہی نوازتے ہیں۔[۲۲]

جس عورت کے گھر میں وہ تھا، اس نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو اپنی طرف ورغلایا اور ایک دِن دروازے بند کر لیے اور کہنے لگی کہ آ جاؤ میرے پاس۔ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ! میرے رَبِّ کریم نے تو مجھے بہت ہی اچھا ٹھکانہ دیا ہے۔ بیشک ظالم (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے) لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔ (نہ دُنیا میں، نہ آخرت میں)[۲۳]

وہ اسکی طرف بڑھی اور وہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) بھی اسکی طرف بڑھتا اگر وہ اپنے رَبّ تعالیٰ کی ایک نشانی نہ دیکھ لیتا۔ اس طرح ہم نے اسکو بُرائی اور بے حیائی سے بچا لیا۔ وہ (یعنی حضرت یوسف علیہ السلام) ہمارے ساتھ **مخلص تھا**۔ (یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی ہی بندگی کرنے والا تھا) (ہم نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ہم مخلص یعنی مومنین بندوں کی مدد ضرور کرینگے، ''**وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ**''۔ (الروم ۳۰، آیت ۴۷) ترجمہ ''مومنین کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے''۔)[۲۴]

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ
مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا
جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ
شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ
مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ
كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ

وہ دونوں دروازے کی طرف بھاگے اور عورت نے پیچھے سے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی قمیص (کھینچ کر) پھاڑ دی۔ دروازے پر دونوں نے اسکے شوہر کو حاضر پایا۔ کہنے لگی کیا سزا ہوسکتی ہے اس شخص کی جو تیرے اہل کے متعلق بُرا ارادہ رکھے سوائے اسکے کہ اسکو قید خانے بھیج دیا جائے یا کوئی دوسرا سخت عذاب دیا جائے۔[۲۵]

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ اسی نے مجھے اُکسایا۔ اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے اور اگر اسکی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچا۔ جب دیکھا کہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو اسکے شوہر نے کہا کہ یہ تو عورتوں کی چالاکی ہے۔ واقعتاً بہت بڑی چالیں ہوتی ہیں تمہاری۔[۲۶-۲۸]

اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾
يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۫ وَاسْتَغْفِرِيْ
لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ ﴿۲۹﴾

اس نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) سے کہا کہ اس بات سے دَرگزر کرو اور اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے قصور کی معافی مانگو۔ تو ہی اصل خطا کار ہے۔[۲۹]

تشریح : یہ واقعہ ایک ایسے شخص کیلئے جس نے نبی اور حکمران بننا تھا، ایک بہت ہی سخت آزمائش کی گھڑی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے خاص ایک نشانی سے جسکا ہمیں علم نہیں ہے، اپنے نبی علیہ السلام کی مدد کی۔

اللہ تعالیٰ اپنے ہر **مخلص بندے** کی آزمائش کی گھڑی میں **مدد** فرماتا ہے۔ اس میں نبی ہونا یا ولی ہونا شرط نہیں ہے۔ ہر اس بندے کو جو **مومن** بننے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا مددگار رہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ** ○''۔ (آلِ عمران ۳، آیت ۶۸) ترجمہ ''میں مومنین کا حامی و مددگار ہوں''۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''**وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ** ○'' (الروم ۳۰، آیت ۴۷) ترجمہ ''مومنین کی مدد کرنا ہمارے ذِمہ ہے''۔

ہمیں مومن بننا چاہیے۔ اس وقت ہمارا ایمان انتہائی نچلی سطح پر آ چکا ہے۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم** نے فرمایا کہ ''ایمان کے ستر (۷۰) سے اوپر دَرجے ہیں۔ اعلیٰ ترین دَرجہ لا الہ الا اللہ ہے اور نچلا ترین دَرجہ راستے سے لوگوں کو تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اوّل حدیث ۳) (**اسکے بعد ایمان کا کوئی دَرجہ نہیں**)

لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کام کو کرنے کا کہا ہے،

اسکو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر سرانجام دیا جائے اور جس کام سے اللہ تعالیٰ نے باز رہنے کا کہا ہے، اس سے اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر باز رَکھا جائے۔

اس وقت ہماری حالت یہ ہے کہ ہماری اکثریت ایک محتاط اندازے کے مطابق ہزار میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جو لا الہ الا اللہ پر پوری طرح عمل کرے۔ کثیر تعداد ایسی ملتی ہے جو راستے میں پڑی ہوئی اینٹ بھی نہیں اُٹھاتی۔ میں خود دیکھتا ہوں کہ اتوار کے روز بچے سڑکوں پر کرکٹ وغیرہ کھیلتے ہیں اور وہ اینٹیں ایسے ہی چھوڑ جاتے ہیں اور شاید ہی کسی شخص کے دِل میں خیال آتا ہے کہ یہ اینٹیں راہ گیر کیلئے تکلیف دہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا کیونکہ اس نے دیکھا کہ پگڈنڈی پر ایک درخت کی شاخ راہ گیروں کو تکلیف دیتی تھی تو اس شخص نے اس شاخ کو کاٹ دیا تو اللہ تعالیٰ کو اسکا یہ عمل بہت پسند آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی بخشش فرمادی۔ (موطا امام محمد)

اللہ تعالیٰ کی مدد انسان کے ایمان کے تناسب سے ہے۔ اسی لیے ایک جگہ قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ اگر تم میں سو (۱۰۰) ایمان والے ہو گے تو لڑائی میں ہزار دُشمنوں پر غالب رہیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ تمہارا ایمان ابھی کمزور ہے تو اب اگر سو (۱۰۰) ایمان والے ہونگے تو دوسو (۲۰۰) پر غالب رہیں گے۔ (دیکھیں مکمل آیات ۶۵-۶۶، سورۃ الانفال ۸)

اللہ تعالیٰ افراد اور قوموں کو اسی قدر مدد فراہم کرتا ہے جس قدر انکا ایمان ہوتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ اپنے ایمان کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی کوشش کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ اس دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنی مدد، بخشش اور رحمت سے نوازے۔ [آمین]

اَللّٰهُمَّ اَنۡتَ غَنِیٌّ وَنَحۡنُ فُقَرَاء

○.....○.....○

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ
فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۰ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ
اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ
مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ
اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا
هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝۳۱ قَالَتْ
فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ

ترجمہ ◄ (آیات ۳۰ سے ۴۱) شہر کی عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز (یعنی وزیرِ اعظم) کی بیوی اپنے نوجوان غلام کو اپنے نفس کی طرف پھسلاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسکی محبت اس پر سوار ہو چکی ہے۔ ہم تو دیکھتی ہیں کہ وہ صریح غلطی پر ہے۔[۳۰]

اس (یعنی عزیزِ مصر کی بیوی) نے جب انکی یہ چالاک باتیں سنیں تو انکو بلاوا بھیجا اور انکے لیے تکیہ دار مجلس کا انتظام کیا اور دعوت میں ہر ایک کیلئے ایک ایک چھری رکھ دی (اور وہ پھل کاٹ کر کھا رہی تھیں) کہ اس عورت نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو کہا کہ آ جاؤ انکے سامنے۔ جب ان عورتوں کی نگاہ اس پر پڑی تو اسکو بہت عظیم انسان سمجھا (یعنی اسکی عظمت کا رُعب ان پر چھا گیا اور بدحواس ہو گئیں) اور انہوں نے (اس بدحواسی کی وجہ سے) اپنے ہاتھ چھری سے زخمی کر لیے اور کہنے لگیں کہ حاشا للہ! یہ شخص تو انسان نہیں ہے۔ یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔[۳۱] (انکی حیادار آنکھیں جھکی رہیں جبکہ تمام عورتیں ٹکٹکی لگا کر انکی طرف دیکھ رہی تھیں کہ یہ ہماری طرف نظر اُٹھائے

نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ
لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ
السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا
تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ
الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ
كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ
مِّنْۢ ۢ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ ع
وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ

لیکن انہوں نے نظر نہیں اُٹھائی)

عزیز کی بیوی نے کہا کہ دیکھ لیا، یہ ہے وہ شخص جسکے بارے میں تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں۔ بیشک میں نے ہی اسکو ورغلانے کی کوشش کی مگر یہ بچ نکلا اور اگر یہ میرا کہنا نہیں مانے گا تو قید کر دیا جائیگا اور بہت ذلیل وخوار ہوگا۔[۳۲]

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے رَبّ کریم! مجھے قید منظور ہے بہ نسبت اس کام کے جسکی طرف یہ لوگ (یعنی عورتیں) مجھے دعوت دیتے ہیں۔ اگر تو نے انکی چالوں سے مجھے نہ بچایا تو میں انکے دام میں پھنس جاؤنگا اور میں جاہلوں میں شمار ہو جاؤنگا۔[۳۳]

اسکے رَبّ کریم نے اسکی دُعا **قبول** کر لی اور ان عورتوں کی چالوں سے اسکو محفوظ رَکھا۔ **حقیقت یہ ہے کہ وہی ایک تو ہے جو سننے والا اور ہر بات کا علم رَکھنے والا ہے۔**[۳۴]

اَرٰنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْٓ اَرٰنِیْٓ
اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ
نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ
لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ
قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ
اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ
بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ
اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ

یہ باتیں دیکھنے کے بعد اہلِ حکومت کو مصلحت اس میں نظر آئی کہ اسکو ایک مدت کیلئے قید کرلیا جائے۔[۳۵]

دو (۲) نوجوان اَور بھی اسکے ساتھ جیل میں آئے۔ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں۔دوسرے نے کہا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ میں سر پر روٹیاں اُٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے انکو کھا رہے ہیں۔ہمیں اسکی تعبیر بتایئے۔ہم دیکھتے ہیں کہ تو اچھا آدمی ہے۔[۳۶]

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ تمہارا کھانا آنے سے پہلے میں تمہیں ان خوابوں کی تعبیر بتا دونگا۔ یہ علم وہ علم ہے جو میرے رَبِّ کریم نے مجھے عطا فرمایا۔(حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ میں نے ان لوگوں کا مذہب (یعنی طریقہِ زندگی) چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رَکھتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ میں تو اپنے بزرگوں (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام)، (حضرت) اسحٰق (علیہ

نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ
عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ
مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ؕ مَا
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ
وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ
الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ
الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

السلام) اور (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کے طریقے پر چلتا ہوں۔ ہمیں مناسب نہیں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک بنائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو ہم پر اور تمام انسانوں پر اس نے فرمایا لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔[۳۷-۳۸] (یہ توحید اور آخرت پر ایمان کی دعوت تھی)

پھر (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے جیل کے ساتھیو! کیا **کئی رَبّ** بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ **ایک ہی رَبّ کریم** بہتر ہے جو کہ سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ جن چیزوں کی تم پوجا کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، وہ صرف نام ہی ہیں جو تم لوگوں نے اور تمہارے آباؤ واجداد نے رَکھ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکے متعلق رَبّ ہونے کا کوئی ثبوت نازل نہیں فرمایا۔ حاکم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ اسی نے حکم فرمایا ہے کہ اسکے سوا کسی کی بندگی نہ کی جائے۔ یہی سیدھا اور ٹھیک دِین (یعنی طریقہِ زندگی) ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔[۳۹-۴۰]

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ﴿۴۱﴾

اے میرے جیل کے ساتھیو! تم میں سے ایک اپنے آقا کو شراب پلائے گا، دوسرا پھانسی دیا جائیگا اور پرندے اسکا سر نوچیں گے۔ فیصلہ ہو گیا اس خواب کا جو تم پوچھ رہے ہو۔[۴۱]

تشریح: اس واقعہ کی حکمت:

مصر کی اعلیٰ طبقوں کی عورتوں نے برملا کہا کہ یہ تو فرشتہ سیرت انسان ہے۔ یہ عام انسان تو لگتا ہی نہیں۔ اسکا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آنے والی نسلوں کو اور مشرکینِ مکہ کو اور مدینہ منورہ میں آنے والے واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے بتانا چاہتا تھا کہ ہمارا کوئی نبی بھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس سے اس طرح کا گھٹیا اخلاق ظاہر ہو۔ ہمارا منتخب نبی خواہ کوئی ہو، پاکیزہ ترین شخصیت ہوتی ہے، اسلئے اے مکہ والو! یاد رکھو کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو اس وقت تمہارے سامنے ہے، زمین پر پاکیزہ ترین ہستی ہے۔

بالآخر حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل بھیج دیا گیا۔ وہاں دو (۲) ساتھیوں نے اپنا اپنا خواب بیان کیا اور جو ان خوابوں کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے بیان فرمائی تھی، وہ بالکل صحیح نکلی۔

خوابوں کی تعبیر بتانے سے پہلے آپ علیہ السلام نے ان دو (۲) ساتھیوں کو توحید کی تعلیم دی اور شرک سے بیزاری کا اظہار کیا اور انہیں سمجھایا کہ کائنات کا **حاکمِ اعلیٰ** تو صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اسی نے حکم فرمایا کہ اسی کی عبادت کرو، کسی اَور کی عبادت مت کرو، یہی صحیح دِین ہے۔

نبی کی شخصیت ایسی ہوتی ہے کہ اسکو جب بھی موقع ملتا ہے، وہ توحید باری تعالیٰ کے متعلق ضرور بیان کرتا ہے خواہ ایک انسان ملے، خواہ ایک لاکھ انسانوں کا مجمع ملے۔

طائف کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ ایسا ہی ہوا کہ شہر طائف کا جو کئی ہزار کے لگ بھگ آبادی کا شہر تھا، ایک شخص بھی ایمان نہیں لایا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم واپس آ رہے تھے تو راستے میں انگوروں کے باغ میں ایک ہی شخص (غلام) ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اسی کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے فوراً اسلام کی دعوت قبول کر لی۔

اہلِ مکہ کے لیے اس میں یہ نصیحت تھی کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم تمہیں تبلیغ کرنے سے کبھی بھی رہ نہیں سکتا کیونکہ یہ اس کا فرض ہے اور اس نے ہر صورت سرانجام دینا ہے۔

اگر تم اسکی بات مان لو تو فائدہ تمہارا ہی ہے۔ اگر اسکی بات نہیں مانو گے تو پھر بھی نقصان تمہارا ہی ہے۔ نہ نقصان اسکا ہے، نہ نقصان اللہ تعالیٰ کا ہے۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ آج بھی ہمارے لیے پیغام وہی ہے جو مکہ والوں کو دیا گیا تھا کہ ایک ہی خدا کی بندگی کریں، باقی سب خداؤں (دولت، اقتدار اور بزرگوں وغیرہ) کو چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی مرضی کو اپنی مرضی پر ترجیح دیں تو آپ انشاءاللہ سیدھے راستے پر آ جائیں گے۔ جو کچھ مانگنا ہے، اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ جو مصیبت آتی ہے، اس پر صبر کریں۔ جو خوشی آتی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کریں اور اللہ تعالیٰ کا دامن کسی حال میں بھی نہ چھوڑیں۔ یہی صفات ہیں صحیح مومنین کی۔

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا، کار ساز

دامن دِیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رُخصت تو ملت بھی گئی

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رَکھ
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رَکھ

[اقبال]

○.....○.....○

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ
رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی
السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ؕ۝۴۲ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ
اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ
وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ
اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ۝۴۳
قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ
الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ۝۴۴ وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا
وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝۴۵

ترجمہ◄ (آیات ۴۲ سے ۵۲) (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے ان میں سے جسکے متعلق خیال تھا کہ وہ رِہا ہو جائیگا، کہا کہ اپنے رَبّ شاہِ مصر سے میرا ذِکر کرنا (یعنی رِہائی کے متعلق) لیکن **شیطان** نے اسے بھلا دیا کہ وہ شاہِ مصر سے اسکا ذِکر کرے اور (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو کئی سال جیل میں رہنا پڑا۔[۴۲]

پھر ایک دِن بادشاہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سات (۷) موٹی گائیں سات (۷) دُبلی گائیوں کو کھا رہی ہیں اور اناج کی سات (۷) شاخیں سرسبز ہیں اور دوسری سات (۷) سوکھی ہوئی ہیں۔ اے میرے وزیرو! مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم واقعتاً تعبیر کرنا جانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو پریشان خواب ہے، ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔[۴۳-۴۴]

پھر جن دو (۲) قیدیوں میں سے جسکو رہائی ملی تھی، اسکو وہ بات یاد آ گئی

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ
سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ
خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ
دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا
قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا

ایک مدت کے بعد۔ کہنے لگا کہ میں آپ لوگوں کو اسکی تاویل بتاتا ہوں لیکن مجھے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے پاس بھیج دو۔[۴۵]

(پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا) اور (حضرت) یوسف (علیہ السلام) سے کہا کہ **تو سراپا سچائی ہے**۔ اس خواب کا مطلب بتایئے کہ سات (۷) موٹی گائیں سات (۷) دُبلی گائیوں کو کھا رہیں اور سات (۷) شاخیں سرسبز ہیں اور سات (۷) سوکھی۔ پھر میں ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں تا کہ وہ (اس خواب کی تعبیر) جان لیں۔[۴۶]

حضرت یوسف (علیہ السلام) نے یہ تعبیر کی کہ سات (۷) برس تک تم لوگ کھیتی باڑی کرو گے، اس دوران جو فصلیں ہوں، ان میں سے بس تھوڑا سا حصہ جو تمہارے کھانے کے کام آئے، نکال لو اور باقی کو اسکی بالوں ہی میں رہنے دو۔[۴۷]

پھر اسکے بعد سات (۷) برس سخت آئینگے۔ اس زمانے میں وہ سب غلہ کھا لیا جائے گا جو تم اس وقت کیلئے جمع کرو گے سوائے اس تھوڑے سے حصہ کے جو تم نے محفوظ کر لیا ہوگا۔[۴۸]

مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ
فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ
ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ
اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ
اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا
خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ
حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ
امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ز اَنَا

پھر اسکے بعد ایک (۱) سال ایسا آئیگا جس میں لوگوں پر بارانِ رحمت ہوگی اور وہ رَس نچوڑینگے۔ (یعنی فصلیں رَس سے بھری ہونگی)[۴۹]

(یہ تعبیر سن کر) بادشاہ نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آدمی (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچا تو اس سے کہا کہ اپنے رَبّ یعنی بادشاہِ مصر کے پاس واپس لوٹ جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ تھا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ میرا رَبِّ کریم تو **انکی چال** سے واقف ہی ہے۔[۵۰]

پھر بادشاہِ نے ان عورتوں سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا خیال ہے اس وقت کے بارے میں جب تم نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو پھسلانے کی کوشش کی تھی۔ سب نے کہا کہ حاشا للہ! ہم نے تو اس میں کوئی بُرائی نہیں دیکھی پھر عزیز کی بیوی بول اُٹھی کہ اب حق کھل گیا۔ میں نے اسکو پھسلانے کی کوشش کی۔ بیشک وہ بالکل سچا ہے۔[۵۱]

رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ اس سے میری غرض یہ تھی کہ لوگ جان لیں کہ میں نے دَر پردہ اس (یعنی عزیزِ مصر) کی **خیانت** نہیں کی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔[۵۲]

تشریح: ان آیات مبارکہ میں واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس الزام سے پاک کر کے دکھایا جائے تو عزیزِ مصر کی بیوی نے ان پر لگایا تھا اور جسکی بنا پر انکو قید میں بھیجا گیا۔

اندازہ یہ ہوتا ہے کہ بادشاہِ وقت کو حضرت یوسف علیہ السلام کے قید کیے جانے کی صحیح وجہ کا مکمل علم نہیں تھا۔ اب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی فراست سے متاثر ہو کر اپنے دربار میں ایک کھلی کچہری لگاتا ہے جس میں کارکنانِ حکومت بشمول عزیزِ مصر (وزیر اعظم) اور اسکی بیوی اور وہ تمام عورتیں جنہوں نے دعوت میں اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، ایک طرف ہیں اور دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دفاع کیلئے کھڑے ہیں۔ اس عدالت میں سب عورتیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ ہم نے اس شخص میں کوئی بُرائی نہیں دیکھی اور عزیزِ مصر کی بیوی اعلانیہ اپنے قصور کا اقرار کرتی ہے۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام باعزت طور پر اس الزام سے بری کر دیئے جاتے ہیں اور جیل سے انکو رہائی مل جاتی ہے۔

واقعہ کی حکمت:

اس حقیقی واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے آنے والی نسلوں کو بتا دیا کہ ہمارے بھیجے ہوئے نبی

۱) ہمیشہ پاکباز ہوتے ہیں ۲) ہمیشہ سچ بولنے والے ہوتے ہیں

۳) کبھی خیانت کرنے والے نہیں ہوتے یہی صفات مومنین کی ہونی چاہییں۔

فہم القرآن الحکیم کی جلد دوم مکمل ہوئی ..... وما توفیقی الا باللہ

☆.....☆.....☆

قرآن کریم کس لئے اُتارا گیا

☆.....☆.....☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ ''میں دو چیزیں تم میں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر انکو پکڑے رَکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک قرآن کریم اور دوسری میری سنت (یعنی احادیث شریف)''۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، حدیث ۱۷۶)

تو قرآن کریم اور احادیث شریف کے پکڑے رَکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

⌘.....⌘.....⌘

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کیساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا، ''یہ ایسا وقت ہے کہ لوگوں سے علم کھینچا جا رہا ہے یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز انکے قابو میں نہیں رہے گی''۔ حضرت زیاد بن لبید ناصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! ہم سے کیسے علم سلب کیا جائیگا؟ جبکہ ہم نے قرآن حکیم پڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم اسے پڑھیں گے اور اپنی اولاد اور عورتوں کو پڑھائیں گے''۔ فرمایا، ''تمہاری ماں تم پر روئے اے (حضرت) زیاد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں تو تمہیں مدینہ کے فقہاء (دانشور) میں شمار کرتا تھا۔ کیا توریت اور انجیل یہود و نصاریٰ کے پاس نہیں ہیں لیکن انکے کس کام آتی ہیں؟'' (ترمذی شریف، جلد دوم، حدیث ۲۴۶۰)

نوٹ: اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم موجود تو ہونگے لیکن انکو سمجھنے کا شوق اور انکی ہدایت پر عمل کرنے کا جذبہ ختم ہو جائیگا جیسے بنی اسرائیل میں تورات اور انجیل

موجود ہونے کے باوجود ان پر عمل ختم ہو گیا۔ آج کل کے زمانے میں ایسا ہی ہم دیکھ رہے ہیں کہ قرآن کریم پر عمل بہت حد تک ختم ہو چکا ہے۔ احادیث شریف کی جگہ کثیر بدعات نے لے لی ہے گویا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ہدایت پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے کہ قرآن کریم اور احادیث شریف کو مضبوطی سے پکڑے رَکھو۔ اب حال یہ ہے کہ ہم عوام الناس نے تو قرآن کریم کو سمجھنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ بغیر ترجمے کے پڑھتے ہیں جبکہ عربی ہم نہیں جانتے اور اگر اُردو یا انگلش میں ترجمے کیساتھ پڑھتے ہیں تو ہر مترجم نئے انداز سے ترجمہ کرتا ہے اور قرآن کریم کے صحیح مطلب کو سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ ترجمے سے قرآن کریم پڑھنے والوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے اور بغیر ترجمے کے قرآن کریم پڑھنے والوں کی تعداد ہزاروں میں چند ایک ہے۔ قرآن کریم کا حق تو یہ تھا کہ عربی زبان کو سیکھا جائے اور قرآن کریم کو بار بار عربی زبان کے ذریعے کسی اچھے عالم کیساتھ بیٹھ کر اسکو سمجھا جائے۔ اس وقت ہمارے اکثر علماء کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی دُنیا کمانے کیلئے دِین کو استعمال کر رہے ہیں۔ قصہ مختصر کہ ہم قرآن کریم چھوڑ چکے ہیں۔ ہمارے حکمران، ہماری قانون ساز اسمبلیاں، ہمارے مقامی لیڈر اور ہمارے مقامی علماء قرآن کریم سے دُور ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا اور روایت کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ''اس کتابِ ہدایت یعنی قرآن حکیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بعض قوموں کو عروج عطا فرماتا ہے اور بعض کو پست کر دیتا ہے'' (مشکوٰۃ شریف جلد اوّل حدیث ۲۰۱۳)

قرآن کریم پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے اصولوں پر اپنی انتظامیہ، عدلیہ، معیشت، پولیس اور عوام الناس کے اخلاق قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق ہونے چاہیں۔ ایک دانشور نے کہا اور درست کہا کہ ''قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے کہ جو کوئی بھی اسکے اصولوں پر عمل کریگا خواہ وہ عقیدۃً مسلمان ہو یا نہ ہو، وہ

دُنیا کی مضبوط ترین قوم بن جائیگی'' لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ قرآن کریم تو ہمارے پاس ہے، اسکے اصولوں پر عمل کرنے والے کوئی اَور ہیں۔

یہ تو ہے ہمارا رویہ قرآن کریم کیساتھ۔ حدیث شریف کیساتھ ہمارا رویہ اس سے بھی زیادہ افسوس ناک ہے۔ مذہبی حلقوں میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانے میں نہیں تھیں۔ یہ سب بدعات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جب بدعت آ جاتی ہے تو سنت اُٹھ جاتی ہے اور پھر سنت قیامت تک واپس نہیں آتی''۔ (مشکوٰۃ شریف)

⌘.....⌘.....⌘

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''بیٹے! اگر تم اس حالت میں صبح اور شام کر سکو کہ تمہارے دِل میں کسی کیلئے کوئی بُرائی نہ ہو تو ایسا کرو''۔ پھر فرمایا کہ ''اے بیٹے! **یہ میری سنت ہے** اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا گویا کہ اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا''۔ (جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۸۴)

نوٹ: ذرا غور سے سوچیں کہ ہمارے معاشرے کے ہر طبقہ میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کی فضا کہیں معلوم نہیں ہوتی۔ ہم ایک دوسرے کی غیبت، چغلی، بے جا تنقید، کردار کشی اور الزامات میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ سب عادات اس حدیث مبارکہ کے برعکس ہیں۔

⌘.....⌘.....⌘

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''میں تم لوگوں کو تقویٰ اور سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں خواہ تمہارا حاکم حبشی ہی کیوں نہ ہو''۔ پھر فرمایا کہ ''خبردار! نئی چیزوں سے بچنا کیونکہ یہ گمراہی کا راستہ ہے۔ تمہیں چاہیے کہ ان حالات میں میری اور حضرات خلفائے راشدین مہدیّین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سنت کو لازم پکڑو اور اس طرح پکڑو گویا کہ دانتوں سے مضبوطی کیساتھ پکڑا ہوا ہے''۔ (جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۲۴۸۲)

نوٹ: اس حدیث شریف میں خاص طور پر زور دیا گیا ہے کہ اپنے حاکموں کیخلاف کسی مخالف کی مدد نہ کریں۔ ان سے بچیں اور اپنے حاکموں کی بات کو سنیں اور انکی اطاعت کریں۔ ہمارے ہاں یہ ایک بہت بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔ آج تک کوئی حکمران ایسا نہیں آیا جسکو سکون سے حکمرانی کرنے کا موقع ملا ہو۔ اسکے مخالفین جھوٹے الزام اور جھوٹی کردار کشی کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو کئی طرح کی رشوتیں دے کر یا ڈراوے دے کر اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں اور پھر جلوس کی شکل میں جب نکلتے ہیں تو ایک تو مقامی لوگوں کے مال اور جان کا نقصان ہوتا ہے۔ دوسرا بین الاقوامی سطح پر ملک کی ساکھ کو نقصان پہنچتا ہے۔ تیسرا حاکم کو پریشان کر کے ملک کی صحیح خدمت کرنے سے روکا جاتا ہے۔ یہ ہر پارٹی کرتی ہے اور کوئی پارٹی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس رویے نے ملک کو دیمک کی طرح کھایا ہوا ہے۔ پیشتر اسکے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زبردست جھٹکا دے، ہمیں شائستہ لوگوں کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے۔ اختلافات ایک قدرتی اَمر ہے۔ جب اربوں انسانوں کی شکل ایک دوسرے سے نہیں ملتی تو انکے دماغ بھی کیسے مل سکتے ہیں۔ اختلافِ رائے تو ضرور ہوگا لیکن اختلافِ رائے کو اس حد تک لے جانا کہ ذاتی دُشمنی پیدا ہو جائے، اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو ہرگز پسند نہیں ہے۔

ہماری سیاست ابھی نابالغ ہے۔ گو دیکھنے میں سب خوبصورت نوجوان ہیں

لیکن انکا ذہنی معیار پندرہ سولہ سال کے بچے سے اوپر نہیں گیا۔ انکی تنقید کا طریقہ، انکے اختلاف کا انداز، دوسروں کی کردار کشی کرنے کا منظر ایسے ہوتا ہے جیسے کھیل کے میدان میں پندرہ سولہ سال کے لڑکے آپس میں ایک پوائنٹ پر لڑ پڑیں تو پھر وہاں لاٹھیاں بھی چل جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''میں نے یہ کائنات کھیل تماشے کیلئے نہیں بنائی''۔ (القرآن) لہٰذا سمجھنا چاہیے کہ حکومت ایک کھیل تماشا نہیں ہے۔

بالغ نظریں اور بلوغت اسکا نام ہے کہ انسان ٹھنڈے دِل سے دوسرے کی بات سنے اور ٹھنڈے دِل سے اسکا صحیح جواب دے اور دونوں فریق صبر سے کام لیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے متعلق فرمایا کہ ''تم اپنے مخالفین کی بہت اذیت ناک باتیں سنو گے لیکن ان پر صبر کرنا''۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو فرمایا کہ ''میرے جانے کے بعد تم آپس میں بہت اختلافات دیکھو گے اور تم پر ظلم بھی ہوگا لیکن صبر کرنا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جسکو صبر کی توفیق ملی، اسکو خیر کثیر ملی''۔ (مشکوٰۃ شریف)

تن بہ تقدیر

اسی قرآں میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر
''تن بہ تقدیر'' ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جس کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ناخوب بتدریج وہی 'خوب' ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

[اقبال]

⌘.....⌘.....⌘

فہم القرآن کا مقصد

تمہارے رَبّ کریم کی بات سچائی اور عدل کے اعتبار سے کامل ہوتی ہے اور اسکی باتیں یعنی اصول اور قوانین بدلا نہیں کرتے اور وہ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے۔

[سورہ انعام ٦، آیت ١١٥]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے روز آدمی کے قدم آگے نہیں بڑھیں گے جب تک کہ اس سے پانچ باتوں کا سوال نہ کرلیا جائے۔

١) عمر کن اعمال میں ختم کی؟ (اچھے یا بُرے کاموں میں)

٢) جوانی کن اعمال میں صرف کی؟ (اچھے یا بُرے اعمال میں)

٣) مال کہاں سے کمایا؟ (حلال طریقے سے یا حرام سے)

٤) اور مال کہاں خرچ کیا؟ (اسراف سے یا کنجوسی سے، حلال جگہ پر یا حرام جگہ پر)

٥) جو علم تمہیں دیا گیا، اس پر کہاں تک عمل کیا؟''

(مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ٤٩٦٨)

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ''عمل کے بغیر علم کچھ کام نہ آئیگا اسی طرح علم کے بغیر عمل بھی نافع نہیں ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''اَلْمُتَعَبِّدُ بِلَا فِقْهٍ كَالْحِمَارِ فِي الطَّاحُوْنِ'' یعنی ''بے سمجھے (بغیر علم کے) عبادت کرنے والا آدمی خراس کے گدھے (یعنی کولہو کے بیل) کی مانند ہے''۔ (کشف المحجوب از علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

○.....○.....○